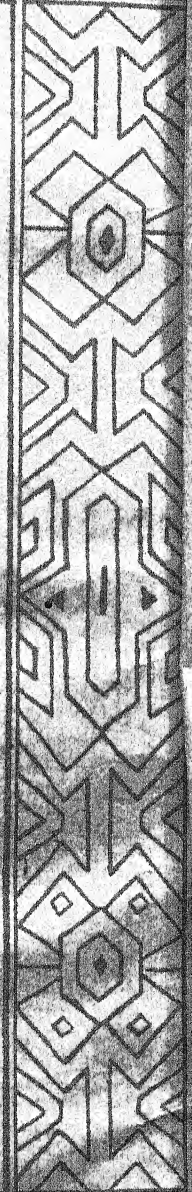


لطفِ سخن





اِنَّ مِنَ الشِّعرِ لَحِکمۃً وَاِنَّ مِنَ البَیانِ لَسِحراً

مجموعۂ کلام زینت انجمن شعرائے دکن موسومہ

لطفِ سخن

من تصنیف لطیف حضرت نواب صاحب قبلہ نواب محمد لطف الدین خان لطافت جنگ لطف الدولہ بہادر

المتخلص بہ لطف

امیر پائیگاہ وصدر المہام عدالت وامور مذہبی سرکار عالی (طاب ثراہ)

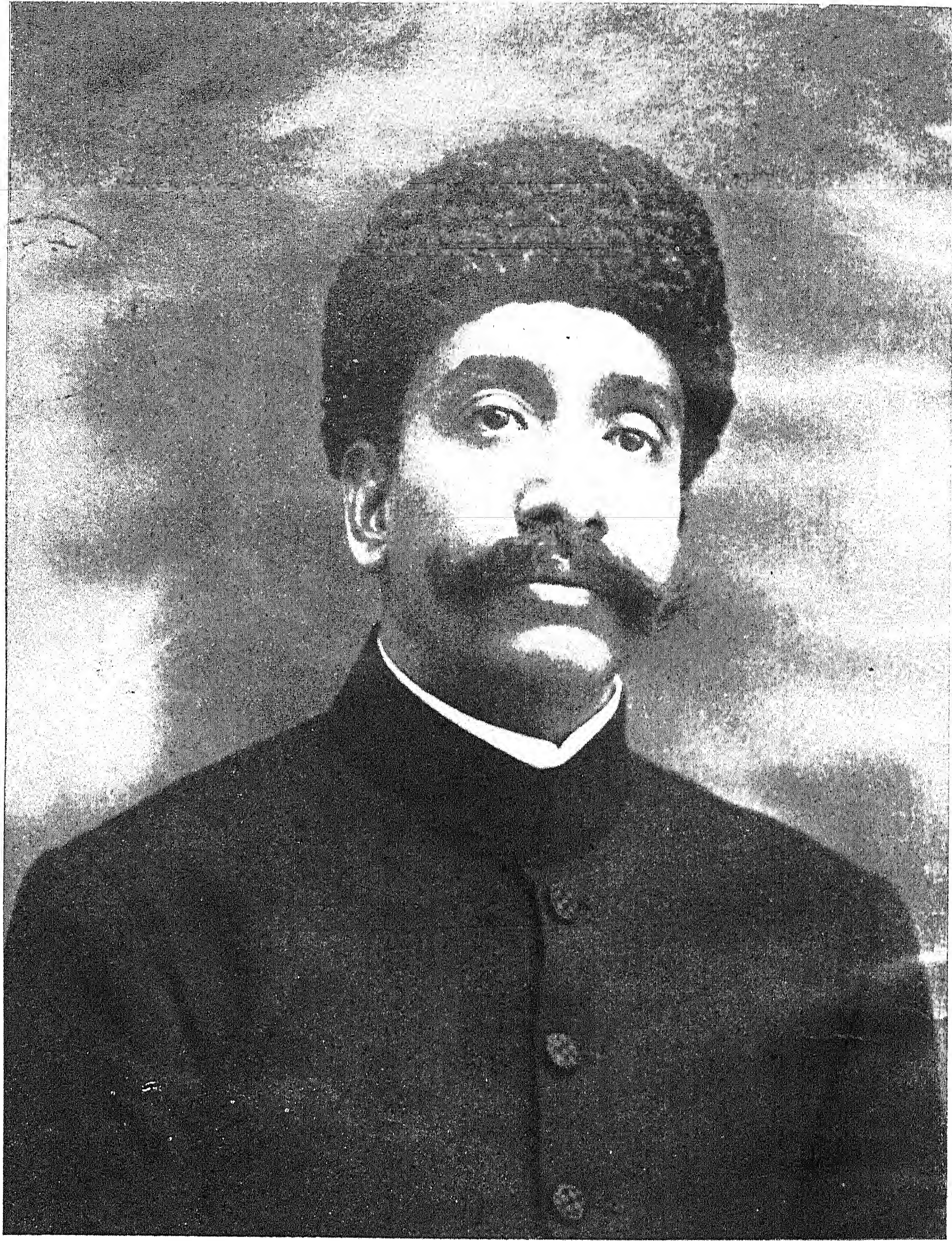
حسب ارشاد و اہتمام

حضرت صاحبزادہ صاحب عالیجناب نواب احمد یار جنگ بہادر دام اقبالہ

زیر نگرانی

محمد عبد القادر خان خسرو

ناظم امور مذہبی پائیگاہ



حضرت نوابصاحب قبلہ؛ عالیجناب نواب محمد لطف الدین خان لطافت جنگ لطف الدولہ
المتخلص بہ لطف (طاب ثراہ) امیر پائیگاہ وصدر المہام
عدالت و امور مذہبی سرکار عالی

ا

تقریظ

حضرت علامہ نواب ضیا یار جنگ بہادر دام فیوضہ

حامداً و مصلیاً محققین کی نگاہوں سے یہ امر پوشیدہ نہیں ہے کہ گو دولت کی دنیا جدا ہے اور علم کی دنیا جدا مگر فیما بین جو رابطہ ہے وہی ایک ایسی چیز ہے کہ جس پر سکون و حرکت عالم کا دار و مدار ہے۔ جب تک زمانہ نے اس رابطہ کی نگہداشت کی دولتمندوں میں دولت کے ساتھ ساتھ کمال نظر آتا رہا۔ جب سے کہ اس میں تغیر پیدا ہوا یہ چیز مفقود ہونے لگی۔ میرے دیکھنے میں جس کو میں پچاس سالہ زمانہ سے مقید کرتا ہوں ایسے افراد ریاست حیدرآباد میں موجود تھے جو دولت و کمال کے جامع تھے۔ اس وقت اگر میں یہ کہوں نواب لطف الدولہ مرحوم پر اس دور کا اختتام ہوا بیجا نہ ہوگا۔ خاندان شمس الامراء کا طرۂ امتیاز یہی تھا کہ وہ دولت و کمال کا سرچشمہ بنا رہا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ نواب لطف الدولہ مرحوم اپنے خاندانی روایات کے حامل تھے جس کو تفصیل سے فاضل دیباچہ نگار نے ذکر فرمایا ہے۔ میرا مقصد انہی مقاصد کی تصدیق ہے۔ میں اشعار کی تنقید کرنا نہیں چاہتا اس لئے کہ یہ امر مبصرین کے لئے مخصوص ہے۔ نواب صاحب اپنے ذوق سلیم کی ایک ایسی یادگار ہیں جس کو صدیوں تک زمانہ

دیکھتا رہے گا اور یاد کرتا رہے گا۔ جن امرائے باکمال کی فرقت کا داغ میرے سینہ پر ہے اس میں لطف الدولہ بہادر کی وفات نے کچھ اور بھی جلن بڑھا دی۔ میں جس عالم میں ہوں اس کی حقیقت میرے اس شعر سے ظاہر ہو سکتی ہے

زیں بیش چہ خواہی کہ زنم سینہ بہ خنجر
ہر زخم چنانست کزو دل نظر آید

اب میں اس دعا پر تقریظ کو ختم کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ احمد یار جنگ کو وہی درجات عطا فرمائے جو ان کے آبائی ہیں اس لئے کہ یہی وہ شخص ہیں جنہوں نے اس یادگار کی تکمیل کے لئے ہمت سے کام لیا ہے۔ جس سے ان کے مستقبل پر روشنی پڑتی ہے۔

ضیا یار جنگ کان اللہ لہٗ ۶ بہمن ۱۳۵۰ف

مقدمہ

از جناب مولوی محمد عبدالقادر صاحب سروری یم۔ اے۔ ال ال بی پروفیسر اردو ادب جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن

سرزمین دکن میں علم و ادب اور شعر و سخن کی غیر معمولی ترقی، دراصل یہاں کے علم دوست سلاطین اور امراء کی فیاضانہ سرپرستیوں کی مسلسل تاریخ ہے۔ قطب شاہی دور حکومت میں بیشتر شعراء اور علماء ایسے تھے، جن کا نشو و نما دربار یا امراء کی سرپرستی میں ہوا تھا۔ اردو زبان اور ادب کی بنیادیں استوار کرنے میں ان فیاضانہ سرپرستیوں اور سرپرستانہ فیاضیوں کا جو عظیم الشان حصہ ہے، وہ اب کسی سے پوشیدہ نہیں رہا ہے کئی سلاطین ایسے گذرے ہیں جو نہ صرف اردو شعراء کی سرپرستی کرتے تھے، بلکہ بہ نفس نفیس شعر بھی کہتے تھے۔ انہیں ہمت افزائیوں کا نتیجہ تھا کہ، جس وقت شمالی ہندوستان میں سلاطین، امراء اور عوام فارسی زبان اور فارسی شاعری کی دلچسپیوں میں محو تھے، دکن میں، اردو شاعری، ایک ترقی پذیر اور صحت بخش اصول پر نشو و نما پا رہی تھی۔

آصفجاہی سلاطین اور امراء کے حصے میں بھی یہ روایتی علم پروری، ترکے کے طور پر پہنچی۔ حضرت آصفجاہ اوّل چونکہ ایسی فضا سے آئے تھے، جس میں فارسی نغموں کی صدائیں گونج رہی تھیں، اس لئے، فطرتاً وہ فارسی کی طرف مائل رہے۔ لیکن ان کے بعد ہی ان کے جانشینوں میں اردو شعر و سخن کا ذوق اس قدر سرایت کر گیا تھا کہ وہ اردو میں شعر کہنے لگے تھے۔ نواب نظام علی خان، آصفجاہ ثانی، بڑے مدبر اور میدان کارزار کے آقا ہونے کے باوجود علم و ادب اور شعر و سخن کے فروغ سے غافل نہیں تھے۔ چنانچہ ان کے عہد میں سرزمین دکن پھر ایک دفعہ، اردو شاعروں کے نغموں سے گونج اٹھی۔ اس زمانے میں پہلے اورنگ آباد اور پھر حیدرآباد میں نہ صرف دکن ہی کے شعراء جمع ہو گئے تھے۔

بلکہ شمالی ہند سے بھی اہل سخن کھنچ کھنچ کر چلے آرہے تھے ۔ اس ذوق کو بڑھانے میں، سلطنت کے وزیر باتدبیر نواب ارسطوجاہ، اعظم الامراء کی دلچسپی کو بھی بہت بڑا دخل ہے ۔ وہ اہل سخن کے بڑے قدردان تھے ۔ اور انہیں کی قدردانیوں کا نتیجہ تھا کہ قطب شاہی دور کے بعد اُردو شاعری کو سرزمین دکن میں دوسری زبردست قوت محرکہ نصیب ہوئی، جس کے سبب دکن میں اُردو شاعری کے ارتقاء کا تسلسل قائم رہا۔

ہم سے قریب تر زمانے میں امیر کبیر نواب فخرالدین خان بہادر شمس الامرائے ثانی مہاراجہ چندولال بہادر شاداں اور یمین السلطنت مہاراجہ سرکشن پرشاد بہادر کے نام اُردو ادب اور شاعری سے دلچسپی اور شعراء کی قدردانی کے سلسلے میں کبھی بھلائے نہیں جاسکیں گے ۔ راجہ چندو لال شاداں اُردو کے اچھے شاعر ہونے کے علاوہ شعراء کے مشہور سرپرست تھے ۔ انہیں کی خواہش پر شاہ نصیر دہلوی حیدرآباد تشریف لائے تھے اور آخر عمر تک یہیں رہے ۔ مہاراجہ یمین السلطنت سرکشن پرشاد شاد نے، علم و فضل اور خاص طور پر اُردو شعر و سخن کی قدردانی اور سرپرستی کی جو مثال قائم کی ہے اس کے چرچے ابھی تک ہمارے اطراف گونج رہے ہیں ۔

نواب لطف الدولہ بہادر مرحوم کے ذوق شعر و سخن کا یہی درخشاں پس منظر ہے ۔ اس پس منظر میں، خود نواب مرحوم کے اسلاف کے کارنامے بعض حیثیتوں سے اس قدر نمایاں ہیں کہ فقید النظیر کہلا سکتے ہیں ۔ اس سے میری مراد، امیر کبیر شمس الامراء ثانی کے علمی کارنامے ہیں، جن کا مطمح نظر اُردو زبان کو مغربی دنیا کی علمی تحقیقات اور ترقیوں سے روشناس کرانا تھا۔

یہ اسی حوصلہ مند امیر کبیر کے نبیرے کا دیوان ہے ۔ جس نے اپنی ملک و مالک کی خدمت گذاریوں کی بے انتہا مصروف ساعتوں میں بھی، اپنے ذوق کی تشفی کے لئے کچھ لمحات الگ کر رکھے تھے، اور اپنی ذاتی محنت اور اساتذہ کی رہنمائی سے، اُردو شاعری کے نکات پر اچھا خاصا قابو حاصل کر لیا تھا اس کا اندازہ دیوان کے مطالعہ سے ہو سکے گا۔

نواب لطف الدولہ مرحوم، کئی حیثیتوں سے، ایک بے مثل شخصیت کے مالک تھے

ان کا ملک و مالک کا درد، ان کا خلوص اور خدمت کا حقیقی جوش، ان کا راسخ عزم، احساسِ تناسب، ذہن رسا اور اخلاقی جرات، اس دور کی شخصیتوں میں کم دیکھی گئی ہے۔ وہ نہ صرف ایک اچھے وزیر اور صدرالمہام تھے بلکہ ایک اچھے انسان بھی تھے۔ اسی لئے ان کی بے وقت موت سارے ملک میں ایک سانحہ سمجھی گئی۔

نواب مرحوم کو علم و فضل کی قدردانی اسلاف سے ترکے میں ملی تھی۔ انہیں ملک کے علمی اداروں سے راست تعلق زیادہ نہیں تھا، پھر بھی انھوں نے اپنی حد تک، ملک میں علم و فضل کی روشنی پھیلانے اور علما اور شعرا کی قدردانی میں امکان بھر کوشش کی۔ وہ شخصیتوں سے زیادہ اصول سے متاثر ہوتے تھے۔ اس لئے جہاں کہیں انہوں نے علمی معاملات میں تائید یا مخالفت کی اپنے اصول اور ایقان کی بنا پر کی۔

مرحوم کا ذوق شعر و سخن اس فضا کا بھی ایک مظہر سمجھا جا سکتا ہے، جس کے اجزا ان کے اطراف پھیلے ہوئے تھے۔ علاوہ بریں اس میں، اس طریقۂ تعلیم و تربیت کو بھی بڑا دخل ہے جس میں شعر و ادب کا سب سے زیادہ نمایاں حصہ ہوتا تھا۔ حیدرآباد میں حضرت داغ کی غیر معمولی مقبولیت نے یہاں کی شعری فکر پر ان کے مخصوص رنگ کا بہت گہرا اثر پیدا کر رکھا تھا۔ نواب مرحوم نے بھی جب مشق سخن شروع کی تو لامحالہ اسی طرف مائل ہو گئے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ شاگردی کے تعلق سے مہدی اور سالک دہلوی کے انداز کلام کا اثر بھی کہیں کہیں اور خاص طور پر ابتدائی زمانے کے اشعار میں نظر آتا ہے، لیکن بحیثیت مجموعی، ان کی شاعری داغ کے دبستان سے تعلق رکھتی ہے۔ بعد میں حضرت نامی کی صحبتوں میں یہ رنگ اور بھی نمایاں ہو گیا۔ نامی محض شاعر ہی نہیں بلکہ علوم دینیہ کے عالم اور عالم باعمل بھی تھے، اسی لئے ان کے اثر نے، نواب مرحوم کی شاعری کو سنجیدگی کے راستے سے ہٹنے نہ دیا۔

جس وقت سے اردو شاعری کا مطمح نظر کائنات کے راست حقائق کی بجائے، اساتذہ کے دیوان بن گئے تھے، اردو شاعری کا کمال اسالیب کی ندرت میں پھنس کر رہ گیا تھا۔

اس میں زبان کے برجستہ استعمال، محاورہ بندی، تشبیہ اور استعارے کے علاوہ صنایع بدایع کی چاشنی سے لطف پیدا کرنا، بڑی اہمیت رکھتا تھا۔

اس نقطۂ نظر سے "لطفِ سخن" کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس میں ان لوازم کی کمی نہیں ہے۔ نواب مرحوم ان شعری لوازمات پر ایک کہنہ مشق شاعر کی سی دست رس رکھتے تھے۔ چند شعر مختلف مقامات سے چن کر یہاں لکھے جاتے ہیں، جن سے پتہ چل سکے گا کہ غزل پر انہیں کس قدر قابو حاصل ہو گیا تھا۔ ان میں ایسے اشعار بھی ہیں، جن میں لطفِ گویائی کے علاوہ، ندرتِ اسلوب اور سلاستِ زبان کی خصوصیات بھی موجود ہیں۔

اخفائے ربطِ غیر ہے مقصود بے وفا
مجھ پر ہوا نہیں جو وہ نامہرباں ہنوز

دستِ رنگین میں مرے ساقی کے ہمدم دیکھنا!
ہے لبالب مَے سے ساغر یا سراسر چراغ

ہم نشین، مونس و ہمدم مرے سب نام کے ہیں
میں وہ غم خوار ہوں، میرا کوئی غمخوار نہیں

پھر میرے آنے جانے کی کیوں روک ٹوک ہے؟
کیا سجدہ گاہِ خلق ترا آستاں نہیں

مقصود ہے مجھے کہ نہ جاگیں عدو کے بخت
اے غم گسار، اس لئے لب پر فغاں نہیں

چاہنا وصل کو تیرے، تجھے رکھ کر دل میں
یہ تقاضائے ہوس ہے مری تقصیر نہیں

کثرتِ رنج ہوئی مانعِ اظہارِ الم
اب تو رونے کی بھی طاقت دلِ ناداں میں نہیں

کل تو چالاکی سے کی غیر کی بیعا میری
آج یہ فکر ہے، جاؤں میں وہاں کیا بن کر

پہلے زاری سے کریں گے موم ان کا سنگدل
پھر کہیں گے اپنی آنکھوں کے اشارے دل کی بات

لب پہ حرفِ مدعا تک بھی نہیں آتا مرے
اس بتِ بے رحم کی شرم و حیا کو دیکھ کر

وصل اس شوخ کا جس روز میسر ہوگا
میری قسمت سے اسی روز تو محشر ہوگا

کچھ وفاداری سے قدر اپنی نہ ہوگی ان کے پاس
بے وفا دشمن ہی ان کا رازداں ہو جائے گا

اب غیر بھی روتے ہیں مرے حالِ زبوں پر
افسوس ابھی تک انہیں باور نہیں ہوتا

جفا و جور کا خوگر اسے جبھی کہتے
یہ ظلم و جور و ستم غیر پہ اگر ہوتا

یہ اقتباس سرسری انتخاب کا نتیجہ ہے۔ اس میں نہ تو تمام اچھے شعر آسکتے ہیں، اور نہ اس کی کوشش کی گئی ہے کہ ان میں ندرتِ خیال یا اسلوب کو نمایاں کیا جائے۔ دیوان میں کئی غزلیں ایسی بھی ملیں گی جو مسلم الثبوت اساتذہ کی زمینوں میں لکھی گئی ہیں۔ بعض اشعار ایسے بھی نظر آئیں گے جو مشہور اساتذۂ اردو کے ہم مضمون ہیں۔ یہ ممکن تھا کہ ایسے اشعار اور غزلیں چن کر ان کا مقابلہ کیا جاتا، لیکن طوالت کے خیال سے اس کو ترک کیا گیا اور پھر یہ بھی مناسب نہ معلوم ہوا کہ اس دیوان کے پڑھنے والوں کی شعری معلومات کے متعلق خواہ مخواہ یہ بدگمانی قائم کرلی جائے کہ خود ان کا ذہن شعوری یا غیر شعوری طور پر یہ کام نہ کرسکے گا۔

غزل کی شاعری اصولی طور پر غنائی اور عاشقانہ شاعری ہے۔ اخلاق اور تصوف کے مضامین، شاعر کے مخصوص ذہنی رجحان کا نتیجہ ہوتے ہیں، یہ غزل کے لوازم میں داخل نہیں ہیں۔ اس دیوان کے مطالعہ سے ظاہر ہوگا کہ غزل کے بنیادی لوازم سے شاعر کس حد تک آشنا ہے۔

جیسا اوپر اشارہ کیا گیا ہے، امرا کی شاعری، ایک خاص فضا کا نتیجہ ہوتی ہے ممکن ہے کہ بعض وقت اس میں ذاتی توصیف کے احساس کا بھی دخل ہو، لیکن اس سے کسی کو انکار نہیں ہوسکتا کہ اس دلچسپی کے وسیلے سے وہ زبان اور ادب کے مطالعہ کی طرف رجوع ہوسکتے ہیں۔ اس لحاظ سے یہ ان کے لئے غالباً سب سے بہتر مشغلہ ہوسکتا ہے۔ اردو زبان کی ترقی اور اشاعت کا ایک بڑا ذریعہ، یہی ذوق ثابت ہوا ہے۔ یہ اردو زبان کی خصوصیت ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ، ہمارے شاعروں نے اپنے خیالات کے اظہار کے لئے جو رسمی طریقے معین کرلئے تھے، یا جیسا کہ بعض وقت بڑے شعرا نے کیا ہے، اپنے خیالات کے اظہار کے لئے رسمی طریقوں کو پردہ بنالیا تھا، اس کی تقلید نے بہت سے شعرا کی کاوشوں کو بھول بھلیاں میں ڈال دیا۔ ورنہ

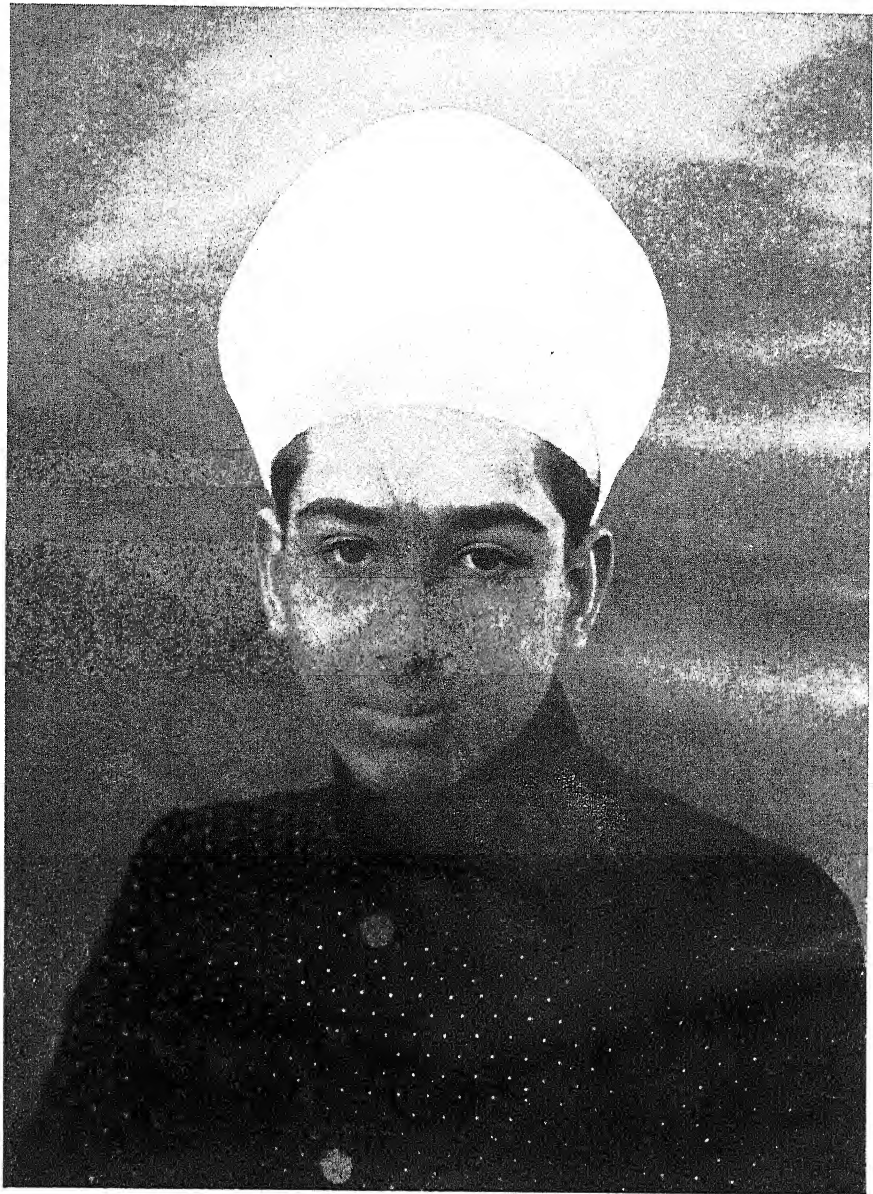
اکثر طبیعتوں کے اصلی جوہر، اس سے زیادہ نمایاں ہو سکتے۔

نواب لطف الدولہ مرحوم کی شاعری عام طور پر اس طرح کی لغویات سے پاک ہے، جس کا مشاہدہ بعض وقت طبقہ امرا کے اشعار میں کیا جاتا ہے۔ شاعری ان کے لئے پیشہ تھی اور نہ نام و نمود کا ذریعہ۔ اگر یہ ہوتا تو ظاہر ہے کہ وہ اپنی زندگی ہی میں دیوان مرتب کر کے شایع کر دیتے۔ اس کی ترتیب آج، ان کے انتقال کے چار پانچ سال بعد کی گئی ہے اور یہ نواب مرحوم کے سعادت مند فرزند نواب احمد یار جنگ کی دلچسپی کا نتیجہ ہے اگر انہیں اپنے والد مرحوم کے افکار کو یکجا کرنے کا خیال نہ پیدا ہوتا تو شاید یہ کلام ضائع ہو جاتا۔ اس لحاظ سے ان کی یہ علمی دلچسپی بہر حال متوجب ستائش ہے۔ اُمید ہے کہ اسی دلچسپی کی بدولت نواب لطف الدولہ مرحوم کی ایک عمدہ سوانح حیات بھی مرتب اور شائع کی جاسکے گی۔ اس سے عظیم الشان امرائے پائیگاہ کی خاندانی تاریخ، عہد حاضر تک پہنچ جائے گی۔

راقم الحروف کو توقع ہے کہ یہ دیوان، اور اس کے سلسلے میں نواب لطف الدولہ مرحوم کی حیات اور سوانح جو روشنی میں آئیں گے، ان کی بدولت مرحوم کی یاد کو ہمارے دلوں میں تازہ رکھنے کا ایک اچھا ذریعہ فراہم ہو جائے گا۔

حمایت نگر۔ حیدر آباد دکن
مورخہ ۱۵ / جنوری ۱۹۴۱ء

عبدالقادر سروری



حضرت صاحبزادہ صاحب قبلہ، عالیجناب نواب احمد یار جنگ بہادر دام اقبالہ
مرتب کنندۂ دیوان (لطف سخن)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

حضرت نواب لطف الدولہ بہادر کے پردادا نواب محمد فخر الدینخان شمس الامرا اول (داماد حضور پرنور نواب نظام علیخان شاہ دکن غفران مآب) کو خدا جنت نصیب کرے انہوں نے علمی سرپرستی اور اُردو زبان کی اشاعت میں اسوقت کافی حصّہ لیا ہے۔ جسوقت دکن میں مطابع تک نہ تھے اور اُردو کو ایک زبان کی حیثیت نصیب نہ ہوئی تھی اور نہ وہ دفتری زبان تھی ہزار ہا روپیہ صرف کرکے اپنی ساٹھ ستر تصنیفات مدراس کے مطبعوں میں سانڈنی سواروں کے ذریعہ بھیج بھیجکر شائع کروائیں۔ اپنے فرزندوں کی ایسی تعلیم و تربیت کی کہ ہر ایک اپنے فن میں فرد فرید نکلا وہی علمی شوق انکی آل اولاد میں آج تک چلا آتا ہے۔

ولادت حضرت نواب لطف الدولہ بہادر کی ولادت سنہ ۱۳۰۰ھ میں ایسے وقت ہوئی جب آپ کے دادا نواب محمد رشید الدینخان شمس الامرا ثالث کو وفات پائے ہوئے ٹھیک ایکسال ہوا تھا اور حسب رواج پایہ گاہ ایکسال سے ڈیوڑھی میں بزم نشاط ملتوی تھی۔ آپ کی چھٹی چھلے سے محفل عیش کا آغاز ہوا اور شادیانے بجنے لگے آپکی ولادت کے ساتھ ہی نواب سر خورشید جاہ مغفور کونسل آف ریجنسی کے ممبر مقرر ہوئے اور آپکی تسمیہ خوانی کے اندر اندر آپکے والد نواب ظفر جنگ کو شمس الدولہ شمس الملک کے خطابات کی سرفرازی ہوئی اس لئے آپ کے قدم کو نہایت سعد و مبارک تصور کیا گیا۔ دادا حضرت اور والد ماجد کو بدرجہ کمال آپ سے محبت اور شفقت رہی اور نہایت ناز و نعم سے عہد طفلی گذرا فرماتے ہیں۔

طفلی سے بامراد ہوں فضلِ خدا سے میں
پیری میں مجھ کو حاجت بختِ جواں نہیں

تعلیم و تربیت تسمیہ خوانی کے ساتھ ہی آپکے جد امجد نے (جنہوں نے ۱۸ سال کی عمر میں ۲۷ عربی کتابیں پڑھیں تھیں) آپکی تعلیم و تربیت کا آغاز فرمایا مولوی حکیم محمد صمدانی صاحب اور مولوی محمد رفیع الدین صاحب

معلم مقرر ہوئے بیس سال کے سن میں آپنے علوم متداولہ پر کافی عبور حاصل فرمالیا اور تقریباً نصف قرآن حفظ کرلیا اسکے بعد بھی آخر عمر تک حضرت نامی سے علوم فقہ و تفسیر و حدیث و تصوف میں مشغلہ جاری رکھا آپنے اپنے طبعی شوق سے علم نجوم و رمل میں بھی معقول لیاقت و رسا و رسا حاصل فرمائی تھی اس علم میں آپکے معلم منجم مارو فی راؤ رہے۔ آپنے مولوی فضل حق صاحب پروفیسر نظام کالج سے انگریزی زبان بھی پڑھی تھی اس زبان میں بھی آپ نوشت و خواند فرمایا کرتے تھے۔

تفویض پائیگاہ | آپ ۱۳۲۴ھ سے ۱۳۵۶ھ تک پائیگاہ پر قابض و متصرف رہے اس دوران میں آپنے پائیگاہی رعایا کے ساتھ جو حسن سلوک کیا ہے وہ زبان زد خاص و عام ہے اور دکن کی تاریخیں ان سے بھرپور رہیں گی۔

خطابات | آپکو بارگاہ ظل سبحانی سے ۱۳۳۶ھ میں لطافت جنگ اور ۱۳۴۱ھ میں لطف الدولہ کے خطابات سرفراز ہوئے ۱۳۳۹ف میں امیر پائیگاہ کا لقب عنایت ہوا۔

خدمات ملکی | آپ ۱۳۳۵ھ میں وزیر افواج مقرر ہوئے اور ۱۳۳۷ھ میں صدر المہام عدالت ہوئے آپ اس قدر فرض شناس تھے کہ اپنے فرض منصبی کو بلا شرکت غیرے انجام دیا کرتے تھے۔ امثلہ متعلقہ کو از اول تا آخر بغیر ملاحظہ کئے آپنے کوئی تجویز نہیں فرمائی کارہائے مذہبی و عدالت کو جس منصفانہ اور روادارانہ طریقہ سے انجام دیا ہے اس کے گواہ محکمہ جات مذکورہ کے تمام امثلہ ہیں۔ بہرحال کارروائیات میں عموماً آپکے مدنظر ملک و مالک کی بہی خواہی رہی اور یہی سبب ہے کہ آپنے اپنے ہمعصر عہدہ داروں میں ایک خاص نیکنامی اور امتیاز حاصل فرمایا۔

شاہ پرستی | آپ شاہان دکن کی آل سے ہیں آپکے جد امجد حضرت نواب محمد رشید الدینخان حضرت سکندر جاہ (مغفرت منزل) کے داماد تھے اور آپکے والد حضرت نواب ظفر جنگ حضرت افضل الدولہ (مغفرت مکان) کے لاڈلے نواسے تھے لیکن آپ نے بادشاہ وقت کے مقابل کبھی شرف نسب کا فخر نہ کیا جیسا کہ وفاداروں کا شیوہ ہے بلکہ اپنے آپ کو غلامان غلام سے بڑھ کر نہ سمجھا اشعار ذیل سے آپکی شاہ پرستی ظاہر ہوتی ہے فرماتے ہیں۔

کوئی غلام کرے مدح بادشاہ کی کیا
بڑی ہے بات مرا منہ ہے لطف دین چھوٹا

کہاں سے لاؤں وہ الفاظ تا ہو مدح ادا
دعائیں دے کے یہ مصرعہ پڑھوں جو طرح ہوا

مرے حضور کا ثانی نہیں جواب نہیں

منظور ہے جہاں میں تو لطف و کرم ترا
مطلوب ہے خدا سے تو تیری بقا مجھے

ہم ہیں بندے میر عثمان علی شاہِ نظام — آصف سابع فتح جنگ و سپہ سالار کے
بخت و اقبال و زمانہ تیغ و تاج و عزم و جزم — سب ہیں فرماں بر ہمارے مالک و مختار کے
جان دینے پر ادا ہو جائے گر حقِ نمک — آج ہی ہو جائیں ہلکے ہم سرِ اپنا وار کے
بخششیں وہ کچھ کہ جس کی پائگہ خود یادگار — رحمتیں وہ کچھ کہ ہم پھل پھول اس گلزار کے
جسم پر بن جائے گر موئے بدن اک اک زبان — جب بھی ناممکن ادا ہوں شکر اس سرکار کے
آخر اکدن آگیا اپنے غلاموں کا خیال — آخر ہم بھی تھے اسی در کے اسی دربار کے

نہ صرف آپ نے شاہ پرستی کا قولاً ادعا فرمایا بلکہ اپنے عمل سے اپنی وفاداری کا ثبوت بھی دیا جسکی وجہ سے زندگی بھر موردِ الطافِ خسروی رہے۔ اور اسی اطاعت و انقیاد کے سبب جسطرح نواب صاحب اپنی زندگی میں موردِ مراحمِ خسروانہ تھے اسی طرح آپکے اولاد و احفاد بھی ہیں نواب صاحب مرحوم کے انتقال کے بعد حضرت ظلِ سبحانی کی سرپرستی، صاحبزادوں کو خطابات کی سرفرازی اور دو صاحبزادیوں کا شاہزادگان والاتبار سے ازدواج انہی نوازشاتِ شاہانہ کے منجملہ ہے۔

شاعری آپکے بچپن میں حکیم مظفر الدین صاحب فراج اور انکے فرزند علاج صاحب (ملازم پائیگاہ) کی شاعری کے بہت چرچے تھے یہی چرچے آپکی شعر گوئی کے محرک ہوئے اسکے بعد حکیم محمد حمید رضا صاحب دل (ملازم پائیگاہ) (جو بعد میں علاوہ سرکارِ عالی میں ملازم ہوئے اور لقمان الدولہ کے خطاب سے سرفراز ہوئے) اور محمد عبد الوارث خانصاحب وارث جاگیردار پائیگاہ کے اشعار آپکی سماعت میں آتے تھے جو آپ کی شعر گوئی کے باعث ہوئے ابتدا میں آپکے مشیرِ سخن مولوی محمد سلیمان صاحب مہدی شاگرد مرزا سالک دہلوی تھے اسلئے نواب صاحب کے اس زمانے کے کلام میں مرزا سالک کا رنگ غالب ہے یعنی لوازماتِ شعر رعایاتِ لفظی مضمون آفرینی رفعتِ تخیل اور شوکتِ الفاظ سے اس دور کا کلام پر ہے لفظی بازی گری اس میں بہت ہے اگرچہ لطفِ زبان کم ہے لیکن مضمون آفرینی ضرور قابلِ داد ہے جب نواب صاحب نے مولوی عبد الغفور خانصاحب نامی کو جو پائیگاہ کے قدیم معززین سے تھے اور عربی و فارسی علوم و فنون میں استاد الملک آغائے شوشتری کے ارشد تلامذہ سے تھے اور اردو زبان میں استاد داغ دہلوی کی طرز کے پیرو تھے) اپنی منشی میں مامور فرمایا تو نواب صاحب کا رنگِ طبیعت بدلا اس زمانے کے کلام میں شگفتگی

روانی سلاست محاورہ بندی معاملہ بندی زبان کے چٹخارہ کے ساتھ اور صنائع بدائع کا استعمال لطف زبان کیساتھ ہے جس کا اعتراف نواب صاحب نے خود بھی کیا ہے فرماتے ہیں۔

لطف کو داغ کے دیواں نے بنایا شاعر — شعر گوئی میں مہارت کبھی پہلے تو نہ تھی
مجھے رات دن لطف نامی سے اپنے — سخن سنجیاں ہیں سخن دانیاں ہیں

اس طرح سے نواب صاحب کا کلام دو دور میں منقسم ہو سکتا ہے لیکن اس دیوان کی ترتیب ردیفوں کے لحاظ سے کیگئی ہے۔ دور اوّل و دور دوم کے چند شعر بطور مشت نمونہ از خروارے درج ذیل ہیں تاکہ ہر دو دور کے تفاوت کلام کا اندازہ ہو سکے۔

دورِ اوّل رفعت تخیل و شوکت الفاظ

کون لیجائیگا نقد دل عاشق سرِ دست — کام سارا یہ ترے دزدِ حنا کا ہوگا
مجھ کو عادت کیلئے چاہیے دنیا میں جحیم — آتشیں رخ کے مقابل مجھے رہنا ہوگا
تا ابد یوں ہی رہے گا ماہی بے آب وہ — تیغ غمزہ سے جو تیرے نیم جان ہو جائیگا
رنگ لائیگی ہماری آہ سوزاں ایکدن — چرخ جس کو کہتے ہیں اکدن دھواں ہو جائیگا
نہیں گو مجھ میں دم باقی مگر بھرتا ہوں دم تیرا — نکلنے کو مرے دم کے بہت کام آئے دم تیرے
اعجاز عشق چشمِ تصور سے یہ کھلا — خود وہ بھی آبدیدہ مری چشم تر میں ہے
ہر نفس ہے مبتلائے دردِ ہجرانِ وصال — ذرہ ذرہ کی حقیقت انتظار خواب ہے

دورِ دوم زبان کا چٹخارہ معاملہ بندی و محاورہ بندی

اجی بس چپ رہو جانے دو میرا منہ نہ کھلواؤ — خبر ہے سب بڑے تم پارسا باتیں ہی باتیں ہیں
کہا ہم نے بھی ہیں حسن ایسا دیکھنے والے — وہ کس انداز سے بولے کلیجہ دیکھنے والے
میرے دل کی لگی وہ کیا جانے — اسے میں جانوں یا خدا جانے
آپ کے پیار سے اغیار نے کیا کیا نہ کہا — وہ وہ طوفان اٹھائے ہیں کہ جی جانتا ہے
میں نے دل اس کو لطف دے ہی دیا — مجھے کیا ہو گیا خدا جانے

جس نے مجھ کو جدا کیا اس سے — اس کو اس سے جدا کرے کوئی

وصل کی رات وہ صحبت مجھے یاد آتی ہے — بیٹھے بیٹھے کوئی صورت مجھے یاد آتی ہے

نوابصاحب کو جملہ اصناف سخن میں ید طولیٰ حاصل تھا۔ مناظر قدرت اور نیچرل شاعری کے نمونے قصائد و قطعات وغیرہ میں جا بجا نظر آتے ہیں جس سے واضح ہوگا کہ شاعری کی اس قسم پر بھی آپکو کافی قدرت تھی۔ قصائد میں اس درجہ روانی اور تسلسل مضامین پایا جاتا ہے گویا ایک دریا ہے کہ بہا چلا جا رہا ہے۔ تاریخگوئی میں آپکو خاص ملکہ حاصل ہے۔ چند ٹھمریاں بھی کہی ہیں جس سے آپکا ذوق ترنم ظاہر ہے۔ فارسی کلام پر بھی خاصی قدرت حاصل ہے۔ اساتذہ کی مشہور غزلوں پر غزل کہنا کافی قابلیت کا کام ہے نوابصاحب نے استاد ذوق، غالب، داغ اور جلیل کی غزلیات پر قافیہ بقافیہ جو غزلیں کہی ہیں انکی ازبان قدر دینے بغیر نہیں رہ سکتے۔

برغزل غالب

عاشقی میں برا بہلا کیا ہے — آگیا دل تو دیکھنا کیا ہے

ایک محروم فقط رہتے ہیں ہم جانِ جہاں — خط پہ خط روز چلے آتے ہیں اغیار کے پاس

برغزل داغ

چین وہ عشق میں پائے ہیں کہ جی جانتا ہے — درد و دکھ بھی وہ اٹھائے ہیں کہ جی جانتا ہے

کبھی تو وصل کی حسرت ہمارے دل سے نکلیگی — بہت ہوگا تو یہ ہوگا کہ کچھ مشکل سے نکلیگی

جھوٹا نہیں ہے قصۂ غم اک سرِ مو بھی — سُن لے جو مرے منہ سے تو رونے لگے تو بھی

تری صورت کی یہ صورت کبھی پہلے تو نہ تھی — تری حالت مری حالت کبھی پہلے تو نہ تھی

برغزل جلیل

گلۂ جور نہ کچھ شکوہ بیداد کروں — لذت بوسہ کو مہر لب فریاد کروں

اب غرض ہی سے نہ مینا سے نہ پیمانے سے — ساقیا ہو گئی نفرت مجھے میخانے سے

چال فتنہ نہیں تو پھر کیا ہے — حشر برپا نہیں تو پھر کیا ہے

برغزل ذوق

ستم کے آثار دوست دشمن مری لحد پر نہ دیکھ لینگے — اڑی اڑائی سہی خاک فن سب اہل محشر نہ دیکھ لینگے

شاہ نصیر استاد ذوق کی طرح آپنے سنگلاخ زمینوں میں بھی غزلیں کہی ہیں جنمیں حسب ذیل قابل ذکر ہیں۔

روز ہوتی اک قیامت روز محشر چار پانچ — تجھ سے دنیا میں اگر ہوتے ستمگر چار پانچ

جلا دیں عشق کے انگر گریباں آستیں دامن — بجھائے تو نہ چشم تر گریباں آستیں دامن

محفل اغیار میں جو جامِ زر گردش میں ہے — میری قسمت کا اشارہ اس کی ہر گردش میں ہے

غفلتِ ہستی ثبوتِ حالِ زارِ خواب ہے ـــــ میری بیداری کا عالم مرغزارِ خواب ہے

آخری زمانے کے غزلیات میں کہیں کہیں تصوف کے مضامین پائے جاتے ہیں لیکن زیادہ تر نعتیہ کلام صوفیانہ مضامین سے بھرا ہوا ہے نواب صاحب کے کلام میں اخلاقی شعر و پند و نصائح بھی موجود ہیں جو آپ کے اندرونی خیالات کے آئینہ دار ہیں فرماتے ہیں۔

نیکی بدی رہ جاتی ہے ہم تم نہیں رہتے ـــــ وہ کام کرو جس سے کرے خلق خدا یاد

چلتے ہیں کام لطف جہاں میں ملاپ سے ـــــ انساں وہ کیا ہے جس کو نہ ہو چار کا لحاظ

کون ایسا بشر جہاں میں ہے ـــــ جس میں نہیں نام کو ذری حرص

مل ہی جاتا ہے کچھ نہ کچھ آخر ـــــ کام آجاتی ہے بشر کی تلاش

بہر حال نواب صاحب کے کلام میں اکثر وہ خوبیاں نظر آتی ہیں جو ایک اُستادِ فن کے کلام کیلئے مخصوص ہوتی ہیں لیکن آپکی طبیعت میں وہ خاکساری ہے کہ آپ اپنی ہیچمدانی کا بار بار اظہار فرماتے ہیں جیسا کہ اس شعر میں ہے۔

مجھے اُستادی کا دعویٰ نہیں ہے ـــــ تو پھر کیا لطف ڈر ہو نکتہ چین سے

خوشنویسی | حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے قول شریف حسن الخط للفقیر مالٌ وللامیر جمالٌ کے مصداق نواب صاحب زیورِ خوشخطی سے بھی آراستہ تھے آپکے پہلے اُستاد محمد شریف صاحب مظفر رقم اسکے بعد محمد ابراہیم علی صاحب سراج رقم رہے جب کتابت میں کافی صلاحیت پیدا ہوگئی تو نواب محمد نواز خان معجز رقم خواہر زادہ نواب مظفر الدین خان امیر یار جنگ سے اصلاح لی اور بہت تھوڑے عرصہ میں خوشخطی میں کمال حاصل فرمایا اس فن میں خورشید رقم کا خطاب پایا اور حسب قاعدہ خوشنویساں سند بھی حاصل فرمائی نمونہ خط کیلئے آپکے چند عکسی قطعات شریک دیوان کئے جاتے ہیں۔

عقائد | آپکا سلسلہ نسب حضرت خلیفہ دوم سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے ہے جنکی اولاد میں بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ ہیں اسی سلسلہ سے نواب شمس الامراء محمد فخر الدین خان مغفور کو خلافت اور بیعت کی اجازت تھی جس کا ذکر مولف رسالہ مدحیہ شمسیہ مطبوعہ ۱۲۸۰ھ نے بھی کیا ہے کہتے ہیں کہ شمس الامراء بہادر گلے میں تسبیح اور ہاتھوں میں سمرن اسی خلافت کیوجہ پہنتے تھے جسکی تجدید نواب سر خورشید جاہ مغفور کے ساتھ ہوگئی جسوقت نواب سر خورشید جاہ مغفور روضہ پاک پٹن شریف پر حاضر ہوئے تو آپ کو لباس فقرائی زرد رنگ کا عمامہ جبہ تہمد اور تسبیح و سمرن حسب قاعدہ مشائخین پہنایا گیا رسم مسند نشینی ادا ہوگئی پالکی میں جلوس نکالا گیا۔

السعید من وعظ بغیرہ

یہی عمل نواب لطف الدولہ بہادر کی حاضری پر ۱۳۱۲ھ میں کیا جارہا تھا لیکن نواب صاحب نے بنظر خاکساری اپنے آپ کو اس بار عظیم کی برداشت کے قابل تصور نہ فرمایا اور اپنی جانب سے سجادہ صداقت کے صاحبزادوں میں سے ایک صاحبزادہ کو اپنی مسند گذراندی ۔

میرا مقصد سلسلہ خلافت کے بیان سے صرف یہ ہے کہ جس خاندان میں طریقت و معرفت کے سلسلے جاری ہوں انکے عقائد کا کیا کہنا ۔

حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو آپ کو عقیدت مندی تھی اس کی نسبت آپکے خود گفتہ اشعار آپکی قلبی کیفیت کی ترجمانی کرتے ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کے پہلو میں کیسا ایمان بھرا دل تھا۔

خدا کے علم لا محدود کی تم شکل اول ہو — تمہی آخر ہوئے پیدا تمہی تھے پیشتر پیدا

کون ہیں آپ یہ ہر ایک بشر جانتا ہے — خلق الادم فی صورت رحمان ہیں آپ

ظہور نور مطلق مظہر ذات خدا تم ہو — خدا کے بعد جو کچھ ہو محمدؐ مصطفیٰ تم ہو

تمہارے روئے روشن سے ظہور نور خالق ہے — خدائی شان سے کونین میں جلوہ نما تم ہو

مظہر ذات احد نام مبارک احمدؐ — فقط اک میم کے آجانے سے انسان ہیں آپ

نظر الطاف کی اب لطف پر ہو یا رسول اللہ — غریبوں کا سہارا بیکسوں کا آسرا تم ہو

لولاک لما والے جو کچھ ہو تمہی تم ہو — اعیان ہوئے ثابت سب خلق ہی تم سے

اور حضرت علی علیہ السلام کی ذات اقدس سے آپ کو جو ارادت مندی ہے وہ اس شعر سے ظاہر ہے

ہیں مرے ساقی میخانہ شہ خم غدیر — بھر دیا بادۂ عرفان سے ساغر میرا

آپکو حضرت سید الشہداء علیہ السلام اہل بیت اطہار اور تمام اولیاء اللہ سے بیحد عقیدت تھی پائیگاہی نیازات کے سوا ذاتی طور پر پیشی سے ہزار ہا روپیہ کی نیازیں نہایت خشوع و خضوع سے ادا فرمایا کرتے تھے ۔

عام خصائل آپکا طرز عمل اپنے اہل و عیال عزیز و اقارب کیساتھ خیرکم خیرکم لاھلہ کے مصداق تھا اور اپنے آباو اجداد کے قدم بقدم اپنے ملازمین پر نہایت مہربان تھے کبھی کسی ملازم کو خطا پر سزا نہ دی جس کا ذکر اس شعر میں خود فرماتے ہیں۔

ملتی ہے عجب درگذر و عفو میں لذت — اے لطف نہیں رکھتا کسی کی میں خطا یاد

آپکی نظر میں ہندو مسلمان سب یکساں تھے اور سب پر یکساں شفقت رہی مستحقین کیساتھ سلوک اپنا فرض اولیں

تصوف فرماتے تھے۔ آپ توسلین کے شادی بیاہ رنج وغم میں حسب رواج خاندانی کافی مدد فرماتے تھے۔ مختصر یہ کہ آپکی طبیعت میں امیرانہ خودداری فقیرانہ خاکساری ہر دو موجود تھے اور آپ انکا استعمال اپنے اپنے موقعہ پر نہایت خوبی سے فرماتے تھے۔

سیر و شکار آپکو اپنی صحت کا بڑا خیال تھا باوجود کثیر مصروفیات کے آپنے تفریحی مشاغل کیلئے کچھ وقت منفرد فرمالیا تھا جس کے آپ پابند رہے۔ آپکے سیر و شکار بھی صحت جسمانی کے مدنظر تھے آپنے متعدد صحرائی و دریائی جانوروں کا شکار فرمایا ان سیر و شکار کے سفرنامے جو حضرت ناحی کی تصنیفات سے ہیں آپکے عہد کی نایاب تاریخ ہیں کیونکہ یہ سفرنامے نواب صاحب کے علم و فضل بذل و نوال اقربا کیساتھ سلوک ملازمین کیساتھ برتاؤ اور روزمرہ کے حالات کا نادر مرقع ہیں۔

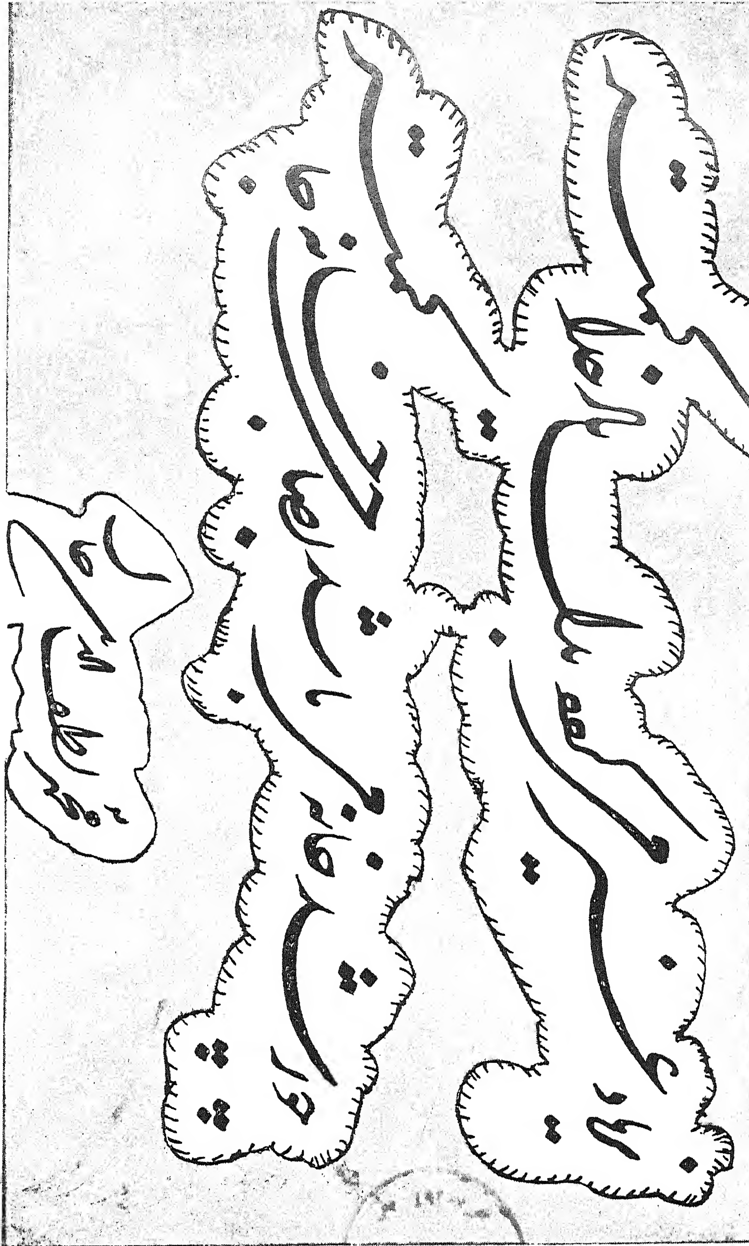
وفات آپکی ورزش جسمانی تادم زیست جاری رہی اور ہمیشہ صحت اچھی رہی سوائے اس مرض کے یعنی کینسر کے جو مرض الموت تھا آپکے کبھی کوئی طویل بیماری نہیں کھینچی اسکے علاج کیلئے ویانا تشریف لیگئے اور کچھ صحت پاکر واپس تشریف لا رہے تھے کہ جہاز میں آپ پر نمونیہ کا سخت حملہ ہوا۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے مولوی روشن علی صاحب مہتمم باغات و بازارات پائیگاہ (جو اس سفر میں بحیثیت سکرٹری ہمراہ تھے) بیان کرتے ہیں کہ جسوقت جہاز عدن پر پہنچا نواب صاحب نے دریافت فرمایا "اب ہم کہاں ہیں؟" عرض کیا گیا کہ اب عدن پر پہونچ گئے پھر استفسار فرمایا ہم بمبئی کب پہونچ گئے؟ عرض کیا گیا کہ دو چار روز کے بعد پہنچ جائینگے یہ سنکر نواب صاحب نے ایک آہ سرد کھینچی اور فرمایا "میری دلی آرزو تھی کہ میں اس سفر سے حضرت ظل سبحانی کی خدمت میں حاضر ہو کر شرف تکلم حاصل کرتا اور سرکار مجھ سے کچھ کام لیتے" لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ آرزو پوری نہ ہوگی" چنانچہ ایسا ہی ہوا چند لمحوں کے بعد تنفس بڑھ گیا بات چیت بند ہوگئی اور دفعتہً بتاریخ ۱۶ ر محرم ۱۳۵۶ھ وفات پائی۔ حضرت ناحی نے تاریخ وفات رحمۃ اللہ اقرب من المحسنین کہی۔

میرا مضمون تشنہ رہجائیگا اگر میں حضرت علیہ بیگم صاحبہ نواب لطف الدولہ اور صاحبزادہ صاحب نواب احمد یار جنگ بہادر دام اقبالہا کی خدمت اقدس میں نذر تشکر پیش نہ کروں جنھوں نے ترتیب و طباعت دیوان کیجانب اپنی خاص توجہ مبذول فرمائی اور بصرف کثیر اسکی اشاعت بھی فرمادی جس کے ذریعہ نواب صاحب مرحوم کی نہ صرف زندۂ جاوید یادگار قائم فرمائی بلکہ گلشن اردو میں ایک جدید گلدستہ کا اضافہ کر کے زبان اردو پر بھی قابل قدر احسان فرمایا۔

صاحبزادہ صاحب اور بیگم صاحبہ کی یہ علم دوستی یادگار زمانہ اور دوسروں کے لئے لائق تقلید نمونہ ہے۔

محمد عبدالقادر خان خسرو ناظم امور مذہبی پائیگاہ

۲۰ ر رمضان ۱۳۵۹ھ



فہرست کلام

صفحہ	مصرعہ
۲۱	جیسے جانتے تھے مرنا وہ خیال خواب نکلا
〃	پاس اُنکے شکوہ پیکان مژگان لیچلا
۲۲	مزہ دیتا ہے کیا کیا آپ کا یہ مہرباں کہنا
۲۳	لیکے دل کیا کہوں غمزے نے ترے کیا چھوڑا
〃	عشق میں چاہئے یہہ کر جانا
۲۴	کب خیال چشم جادو فن گیا
۲۵	لاکھ تھاما لاکھ روکا پر نہ دل روکا گیا
	ب
〃	جلوہ گر لاکھ طرح سے ہو فلک پر مہتاب
	پ
۲۶	یا رسولؐ عربی حامل قرآں ہیں آپ
۲۷	بڑھ گیا کیا کشش دل میں اثر آپسے آپ
	ت
۲۸	جشن میلاد کا ہے آجکی رات
〃	بیٹھ کر یوں چار میں کہتا ہے کوئی دلکی بات
۲۹	شکل سے پہچان لیں جب لوگ سارے دلکی بات
	ث
〃	رنج سے اب فائدہ کیا ہے مرا ماتم عبث
	ج
۳۰	دیکھا دیکھا آپ کا دیکھا مزاج

صفحہ	مصرعہ
۳۱	پھر داغ کی طلب ہے دل پر محن کو آج
〃	شمع روشن کریگا غیر کا کاشانہ آج
	چ
۳۲	روز ہوتی اک قیامت روز محشر چار پانچ
	ح
۳۳	کب نظر آئی شب ہجراں مجھے تصویر صبح
	خ
۳۴	زلف ہٹنے کو ہے آئیگا نظر یار کا رخ
〃	ملنے کی آتی گھڑی آتی وہ کیونکر تاریخ
	د
۳۵	بر سر بام اگر رشک قمر می آید
	ذ
۳۶	کام آیا نہ کسی کا تعویذ
	ر
〃	جو گذرے گا کبھی کوچے سے تیرے دلربا ہوکر
۳۷	قرار و صبر دل سے ہوگئے رخصت خفا ہو کر
۳۸	چرخ کرتا ہے ستم اہل توی کو دیکھ کر
۳۹	بڑی آفت مچائی ہے مقام دلستاں ہوکر
〃	بنے مونس مرے غمخوار دل و جاں ہوکر
۴۰	دعوی نہیں درم کا مجھے روزگار پر

صفحہ	مصرعہ
۴۱	ذبح بھی کرتا ہی اور کہتا ہے فریاد نہ کر
〃	ہیں جان کے درپے دل دیوانہ جلا کر
۴۲	کبھی مجنوں کبھی قاصد کبھی شیدا بن کر
	ز
〃	غمزے ترے ستم کے ہیں اور ہیں بلا کے ناز
۴۳	منظور ہے کہ دہر میں رکھوں اماں ہنوز
	س
۴۴	کیسے ممکن ہو رسائی مری اب یار کے پاس
	ش
۴۵	دیکھئے چشم فتنہ گر کی تلاش
	ص
〃	دل میں ہے مرے تری بھری حرص
	ض
۴۶	دہاں ٹھہر کے سے سناؤنگا داستان عارض
۴۷	حال برا ہوا کرے جان سے جی سے کیا غرض
	ط
〃	جی بہلتا ہی محبت میں کہیں ہمدم غلط
	ظ
۴۸	اچھا کیا نہ تم نے کیا پیار کا لحاظ
	ع
۴۹	دیتا ہے مشک زلف معنبر کی اطلاع
	غ
〃	داغ فرقت کا ہی یا روشن مرے دل پہ چراغ
	ف
۵۰	نہ دیکھے حور کو دیکھے نہ وہ پری کی طرف
	ق
۵۱	کیا کہوں کس سے کہوں حال اپنا ناکام فراق
	ک
۵۲	نہیں ہے میری آہوں میں وہاں تک
	گ
۵۳	الٰہی کب کی میرے دل میں تھی آگ
	ل
〃	مرا تو آپ تھا ظلم آشنا دل
۵۴	چل رہی ہے وہ ہوائے درد دل
۵۵	میری شب فراق تو کر گئی کار ہائے دل
	م
〃	کچھ دل ناداں کو بہلائیں گے ہم
۵۶	کج ادائی سے تری ایجان جان سمجھے تھے ہم
۵۷	دل کو لگا کے اک بت ناآشنا سے ہم
	ن

از [illegible] مرحوم مغفور

در خلوت شب چون که دلم [illegible] رسیده است
دور از دو [illegible] سر حوادث کشیده است

حاشا که آشنای شکایت شود لبم
از قسمت آنچه زیاران رسیده است

از میکده برون نروم [illegible]
[illegible] رسیده است

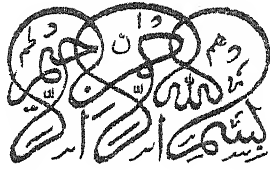
[illegible]

[illegible]
زاهد [illegible]
[illegible] رسیده است
[illegible]

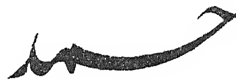
صفحه	۶۹	۷۰	۷۱	۷۲	۷۳	«	۷۴	۷۵	«	۷۶	«	۷۷	«	۷۸	«	«	۷۹	۸۱

السعید من وعظ بغیره

[illegible]







ہے قلم شکر الٰہی میں ثنا گر میرا
فرش سے عرش پہ پہنچا ہے مقدر میرا

بللہ الحمد چمکنے لگی اب برقِ جمال
طور موسیٰ کا بنا ہے دلِ مضطر میرا

ہیں مرے ساقیٔ میخانہ شہِ خمِ غدیر
بھر دیا بادۂ عرفان سے ساغر میرا

تری صورت کا الٰہی یہ دل آئینہ بنے
دیکھ لے خلق تماشہ سرِ محشر میرا

خاص عزت مجھے دی حق نے گنہگاروں میں
لکھ دیا نام ازل میں سرِ دفتر میرا

جو ترے عشق میں مٹ جائے وہ ہو جان مری
جو تری راہ میں کٹ جائے وہ ہو سر میرا

رحمتِ حق نے وہیں دامنِ رحمت میں لیا
منفعل ہو کے جو سجدہ میں جھکا سر میرا

جسطرح عیب مرے ڈھانک دیئے دُنیا میں
پاس رکھ حشر میں بھی خالقِ اکبر میرا

تشنہ کامی مری اے لطف رہیگی کیونکر
کہ ہے اک بحرِ کرم ساقیٔ کوثر میرا

نعت حضرت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

یہ وہ شب ہے ہوا ہے اسمیں وہ خیر البشر پیدا
ہوا ہے اور نہ ہوگا کوئی ایسا عمر بھر پیدا

خدا کے علمِ لا محدود کی تم شکل اول ہو
تمھی آخر ہوئے پیدا تمھی تھے پیشتر پیدا

تمھارے ظلِ گیسو سے شب یلدا ہوئی ظاہر
تمھارے عکسِ عارض سے ہوئے شمس و قمر پیدا

تمھاری ذات اقدس سے ہیں سب کونین کے جلوے
نہ ہوتا کوئی بھی پیدا نہ ہوتے تم اگر پیدا

خدا کے نور سے تم ہو تمھارے نور سے سارے
حجر پیدا شجر پیدا ملک پیدا البشر پیدا

سمایا ہے مری آنکھوں میں نورِ مصطفیٰ جب سے
ہوئے ہیں اور شہبازِ نظر کو بال و پر پیدا

کہاں نورِ الٰہی اور کہاں یہ چشمِ انسانی
تمھارا دیکھنے والا کرے پہلے نظر پیدا

مسلّم بات ہے علمِ الٰہی غیر فانی ہے
حقیقت موت کی یہ ہے اُدھر پنہاں اِدھر پیدا

مئے وحدت شرابِ معرفت وہ چیز ہے اے لطف
پئے جاؤ نہیں ہوتا ہے اس سے دردِ سر پیدا

لاکھ آوارہ رہے یہ دلِ مضطر میرا
ایک دن راہ پہ لائے گا مقدر میرا

کون مونس ہے شبِ ہجر کی تنہائی میں
کون غمخوار ہے جز شیشہ و ساغر میرا

غیر کوئی نہیں خلوت میں نہ شرمائیں آپ
شمعِ محفل ہے مری شیشہ و ساغر میرا

نہ کہے کوئی وفادار مگر شکرِ خدا
ذکر رہتا ہے تری بزم میں اکثر میرا

کامِ دل اشک فشانی سے نکلتا کیا خاک
ایسے چھینٹوں سے تو دامن بھی ہو تر میرا

کام اغیار کی الفت کا نہ لینا اس سے
جو ترے پاس ہے ظالم دلِ مضطر میرا

داستاں ہجر کی اکدن میں بیاں کیا ہوگی
داورِ حشر کئی روز ہو محشر میرا

خود پریشاں ہے وہ الجھانے سے حاصل تکو
دامِ گیسو میں نہ پھانسو دلِ مضطر میرا

جن عذابوں سے مجھے چاہو ابھی قتل کرو
غیر کے قتل کو لیجاؤ نہ خنجر میرا

بختِ خفتہ کا جگانا مرے آساں نہیں
ہم نوا لاکھ ہو ہنگامۂ محشر میرا

کیا وفادار و ہوسکار میں تمیز نہیں
لطفؔ ٹھہراتے ہیں وہ غیر کو ہمسر میرا

ظلم و بیداد و ستم آپ کو کب یاد آیا
یاد جس وقت کہ میرا دلِ ناشاد آیا

آشنائے قلق و رنج وہ میرا دل ہے
ان کے پہلو میں جسے کنجِ لحد یاد آیا

کچھ خبر ہمکو نہ تھی حالِ زبوں کی اپنے
ہوش آیا تو وہی آئینہ رُو یاد آیا

جان پر بن گئی کیوں پُرشِ حالِ دل سے
رحم آیا کہوں انکو کہ ستم یاد آیا

کیا محبت بھی عدو کی ہے عطائے باری
حسن تو آپ کے حصے میں خدا داد آیا

اے خدا مجھ کو نہ کر شاملِ اہلِ محشر
وہ سرِ حشر نہ سمجھیں پئے فریاد آیا

کُھل کے پوچھا بھی تو احوال عدو کا پوچھا
ناز کرنا بھی نہ تجھکو ستم ایجاد آیا

فتنۂ حشر عبث چونک اٹھا ہے اے لطفؔ
نالہ لب پر پئے بیداریٔ زہاد آیا

ترے کوچہ کو بھولونگا بھلا کیا — بنے گا خضر میرا رہنما کیا
تصور دل میں تیرا جانشیں ہے — رخِ انور کا تیرے دیکھنا کیا
جنوں میں بادیہ پیما ہوا ہوں — میرا رہبر ہے میرا رہنما کیا
عدو کی کیجئے کچھ دل ربائی — بنو گے بیدلوں کے دلربا کیا
نہ فرمایا عنایت سے کبھی کچھ — کہا غصہ میں مجھکو تمنے کیا کیا
وہ کیوں ہیں آج کل اس درجہ غمناک — کسی کا پڑ گیا صبر جفا کیا
کرو تیغِ ادا سے قتل مجھ کو — وفاداری کا میری دیکھنا کیا
ترے کشتے صدا زندہ رہینگے — اجل اُن کا کریگی فیصلہ کیا
ہزاروں نام کو ہیں مرنے والے — ہوسکارونکا پہلا دوسرا کیا
تجھے بھی تو کیا محبوبِ عالم — مجھے بخشا دلِ رشک آشنا کیا

وہ ہنستے ہیں میرے رونے پہ اے لطف
کوئی مجھسا بھی ہوگا دل جلا کیا

سرِ محشر جو وہ بت جلوہ گر تھا — خدا کے آگے شورِ الحذر تھا
ترِی تیغِ ادا پر جس کا سر تھا — وہ اپنی موت سے کیا بے خبر تھا
مری بیتابیاں غماز کب تھیں — اگر پردہ ہی تیرا پردہ در تھا
نہ آئی نیند اُن کو اپنے گھر میں — میری آہ و فغاں کا یہ اثر تھا

مری وحشت سے کیوں ڈرتے ہیں احباب / وہی سودا ہے اب جو پیشتر تھا
یہ چلتے ہیں ہمارے آگے چالیں / یہ ڈرتے ہیں کسی کا ان کو ڈر تھا
شبِ غم سے ہے بڑھکر روزِ روشن / تری زلفوں کا سودا رات بھر تھا
زمانہ تھا وہ پُر آشوب اُس کا / طلبگارِ اجل ہر اک بشر تھا
مجھے بزمِ عدو میں وہ بلائیں / خدا جانے خیال اُن کا کدھر تھا
کیا عشاق کو کیوں قتل بیجرم / تمھیں تو امتحاں مدِ نظر تھا
تڑپ میں جس کی تھا بسمل کا انداز / وہ بسمل کُشتۂ تیغِ نظر تھا
رہا جو تیرِ مژگاں کے مقابل / یہ دل میرا ہی تھا میرا جگر تھا
کبھی پہلو میں دل رکھتا تھا میں بھی / کبھی سینے میں میرے بھی جگر تھا
انیسِ کنجِ تنہائی ہمارا / تصور آپ کا آٹھوں پہر تھا

نہیں اُٹھنے کے قابل صدمۂ ہجر
نہ مرتا لطف کیوں آخر بشر تھا

کبھی بیتابئ دل سے میں پریشاں نہ ہوا / جب تجھے دیکھ لیا صبر مری جاں نہ ہوا
سوزِ دل پر مرے دشمن نے بہائے آنسو / سنگدل دیکھ کے مجھکو کبھی گریاں نہ ہوا
ترے احوال کا آئینہ ہے صورت میری / مجھ کو حیرت ہے عدو دیکھ کے حیراں نہ ہوا
رشکِ آغوشئ زنار غضب کرتا ہے / مجھ کو رونا ہے کہ زنار گریباں نہ ہوا

وہ مزا شورِ محبت نے چکھایا مجھکو
زخمِ دل میرا طلبگارِ نمکداں نہ ہوا

کر دیا عشق نے کچھ آپ کے وہ خوار و زبوں
غیر تک دیکھ کے مجھکو کبھی خنداں نہ ہوا

جان دی سر بھی دیا روزِ ازل سے تجھ کو
مجھ سبکدوش پہ قاتل ترا احساں نہ ہوا

تھا عدو مشورۂ قتل میں بے شبہ شریک
گل بھی تربت پہ ترے کشتے کی خنداں نہ ہوا

دل ہے وہ لطف کا عالم کے چھپائے سب بھید
راز اس ہوش ربا کا جو تھا پنہاں نہ ہوا

انکار ہو چکا بس اب انکار ہو چکا
میں تم سے کوئے غیر میں دوچار ہو چکا

آنیکو تھا وہ رشکِ مسیحا مگر یہاں
شیون کا غلغلہ سرِ بیمار ہو چکا

اے دل اب اضطراب سے کیا فائدہ تجھے
رازِ نہانِ عشق تو اظہار ہو چکا

اب دیکھئے عدو کی وفا رنگ لائے کیا
میں موردِ جفائے ستمگار ہو چکا

تھا لطفِ دورِ ساغر و مینا اسی کے ساتھ
پیدا جہاں میں لطف سا میخوار ہو چکا

تا قیامت نہ وفا آپ کا وعدہ ہوگا
مجھکو حسرت ہی لیے جان سے جانا ہوگا

دلِ ناداں دلِ عشاق میں کر اسکی تلاش
مسکنِ یار نہ کعبہ نہ کلیسا ہوگا

لاکھ کوشش سے نہ نکلے گا نتیجہ کوئی
ایک عنایت سے تری کام ہمارا ہوگا

وعدہ آنے کا جو تم کرکے نہ آؤ گے کہیں
جان ہی جائیگی نا اس کے سوا کیا ہو گا

کیا عنایت کی رکھیں تجھ سے توقع ظالم
لطف میں بھی ترے انداز جفا کا ہو گا

کون لیجائیگا نقدِ دلِ عاشق سرِ دست
کام سارا یہ ترے دزدِ حنا کا ہو گا

کوچۂ غیر کو مجبور چلا ہوں کھینچ کر
نقشِ تسخیر ترا نقشِ کفِ پا ہو گا

جو ملا دے مجھے اس بانئ بیداد سے لطف
چارہ سازِ دلِ مضطر وہی میرا ہو گا

کیا کہوں عشق میں کیا کیا نہ ہوا کیا ہو گا
آج زندہ ہوں تو کیا کل مجھے مرنا ہو گا

مجھکو عادت کیلئے چاہیے دنیا میں جحیم
آتشیں رُخ کے مقابل مجھے رہنا ہو گا

خواہشِ محفلِ جاناں دلِ ناداں ہے عبث
یہ یقیں ہے کہ وہاں مجمعِ اعدا ہو گا

رازِ الفت نہ چھپائیگا یہ چھپنا تیرا
پردہ در خود یہی اکدن ترا پردا ہو گا

بے وفا لطف سہی غیر وفادار سہی
اس سے انکار کسے ہے بہت اچھا ہو گا

شوق جب دشت طلب میں مرا رہبر ہو گا
خود پہنچ جاؤنگا میں تیرا جہاں گھر ہو گا

وصل اس شوق کا جس روز میسر ہو گا
مری قسمت سے اسی روز تو محشر ہو گا

کیوں شبِ ہجر سیہ اسکو نظر آئیگی
جس کی آنکھوں میں خیالِ رُخِ انور ہو گا

سن سکیگا نہ کبھی وہ بت آرام پسند
مجھ سے وارفتہ کے احوال کا دفتر ہوگا

اس ستمگر کو شبِ وصل ستانے کے لیے
حسرتیں وصل کی ہونگی دلِ مضطر ہوگا

دل مرا چین نہ پائیگا کبھی زیرِ فلک
عیش دم بھر مجھے ہرگز نہ میسر ہوگا

میں نے دُنیا میں اٹھا رکھی ہے اپنی فریاد
دیکھنا حشر میں کسطرح سے محشر ہوگا

میں قیامت کا ہوں اسواسطے واعظ مشتاق
بے نقاب اُسکو سُنا ہے سرِ محشر ہوگا

ظلم پیشہ سے ہم امیدِ وفا کیا رکھیں
جور و بیداد و ستم لطف میں مضمر ہوگا

پردہ درِ عاشقِ مہجور نہ ہوگا ھرگز
اور ہوگا بھی تو شاید دلِ مضطر ہوگا

لطف سے سیکڑوں وعدے کیے تمنے لیکن
اب کا سچا ہو تو کیونکر مجھے باور ہوگا

کمسنی میں یہ غضب ہے جب جواں ہوجائیگا
غمزہ غمزہ سیمتن کا جانستاں ہوجائیگا

کچھ وفاداری سے قدر اپنی نہوگی انکے پاس
بیوفا دشمن ہی ان کا رازداں ہو جائیگا

سہتے ہیں جور و جفا اس بت کے اس امید پر
الفت دشمن کا اکدن امتحاں ہو جائیگا

چشمِ پُرنم کہہ رہی ہے اشکو مجھ سے صاف صاف
یہ ترا رازِ نہاں اکدن عیاں ہو جائیگا

روزِ محشر تک رہیگا ماہیِ بے آب وہ
تیغِ غمزہ سے جو تیرے نیمجاں ہو جائیگا

پھول لانیکا کرینگے وہ مری تربت پہ قصد
موسمِ گُل جبکہ پامالِ خزاں ہو جائیگا

خوگرِ بیداد کا تو کر سکے گا کیا بھلا
ظلم تیرا صرف سارا آسماں ہو جائیگا

ظلم سہتا ہے تو اسکے اے دلِ ناداں عبث
مہرباں کب تھا جواب وہ مہرباں ہو جائیگا

میں تو کہہ چکتا کبھی کا غیر کو الفت نہیں
بدگماں سی ڈر ہے مجھسے بدگماں ہو جائیگا

ایکدن بھی سیر کو آئے اگر وہ دلفریب
گلستاں کہتے ہیں جسکو دلستاں ہو جائیگا

آزماتا ہے تو بس لے اے ستمگر تیغِ تیز
بوالہوس ہے غیر پایئں امتحاں ہو جائیگا

تیرے ہاتھوں سے یہ حالت بنگئی ہے لطف کی
نوحہ گر کیا دوست دشمن نوحہ خواں ہوجائیگا

وہ چارہ ساز کبھی چارہ گر اگر ہوتا
ہمارے درد کا درماں نہ بے اثر ہوتا

جفا و جور کا خوگر اسے جبھی کہتے
یہ ظلم و جور و ستم غیر پر اگر ہوتا

ہماری جامہ دری سے جنوں مناسب تھا
دہانِ ناصحِ ناداں کا بخیہ گر ہوتا

ترے حجاب نے بے پردہ کردیا مجھکو
بھلا میں آپ ہی کیوں اپنا پردہ در ہوتا

جفا پسند ابھی طالبِ ترقی ہے
اک اور داغ دلِ داغدار پر ہوتا

نہ ہوتی حاجتِ اظہارِ حال پھر ہمکو
اگر یہ دردِ محبت تمھارے سر ہوتا

نکل ہی آتی کسی وقت دید کی امید
ہمارا دیدۂ بینا تمھارا در ہوتا

ہمیشہ عیش و مسرت میں دن بسر کرتے
ہمارے حال سے ناصح جو بیخبر ہوتا

جو بے نقاب سرِ بزم تم نکل آتے
تمھاری شکل پہ قرباں بشر بشر ہوتا

جو آج شب کو لبِ بام تم چلے آتے
خجل ہی دیکھتے رشکِ قمر قمر ہوتا

جو قتل گہ میں وہ بے تیغ بے نیام آتے
تو آج خون شہیداں کمر کمر ہوتا

رسائی ہوتی در یار پر تری ہر دم
جو لطف کاش تو دشمن کا نامہ بر ہوتا

جبتک میں رضا سے تری باہر نہیں ہوتا
تو لاکھ ستمگر ہو ستمگر نہیں ہوتا

بے پردہ جب آ جاتے ہیں وہ بزم عدو میں
وہ کونسا صدمہ ہے جو مجھ پر نہیں ہوتا

ہے خوف تو رسوائی کا دل سے ہوں گر تنگ
مضطر نہیں ہوتا ہوں جو مضطر نہیں ہوتا

اب غیر بھی روتے ہیں مرے حال زبوں پر
افسوس ابھی تک انھیں باور نہیں ہوتا

افسوس کہ صحرائے محبت میں ہمارا
ہادی نہیں ملتا کوئی رہبر نہیں ہوتا

لاکھوں ہی عمل ہم نے پڑھائے پے تسخیر
لیکن وہ پری زاد مسخر نہیں ہوتا

میں لاکھ کہوں حال دل زار کو اپنے
یاور نہیں ہوتا انھیں باور نہیں ہوتا

کس وقت کروں چارۂ درد و الم و رنج
کب پاس مرے یہ دل مضطر نہیں ہوتا

دنیا کے تو ہو جاتے ہیں سب عیش مہیا
اک وصل تمھارا ہی میسر نہیں ہوتا

دیدار تو حاصل ہے مگر وصل نہیں ہے
مجھ پر ہے وہ صدمہ جو کسی پہ نہیں ہوتا

کس وقت نہیں رہتے ہیں دیدار کے خواہاں
کب در پہ ترے مجمع محشر نہیں ہوتا

اغیار تو رہتے ہیں شب و روز مزے میں
اک لطف کو کچھ لطف میسر نہیں ہوتا

دل کو مطلوب ہو کیوں درد کا درماں ہونا — اپنے گھر کا کسے منظور ہے ویراں ہونا
خود ہی میرے دلِ وحشی کو بدل تھا منظور — سرِ سودا زدہ بازیچۂ طفلاں ہونا
سوگواری ترے کشتے کی یہی تھی ظالم — دوش پر غیر کے زلفوں کا پریشاں ہونا
اس لیے صحبتِ ناصح مجھے مرغوب ہوئی — ذکر منظور تھا تیرا شبِ ہجراں ہونا
پھر بھلا کیسے رکھیں تجھ سے ہم امیدِ وصال — جانتے ہیں ترا وعدے سے پشیماں ہونا
کیا غضب ہے کہ ستمگر نے تماشا جانا — نو گرفتارِ محبت کا پریشاں ہونا

ہم کہے دیتے ہیں اے لطف کہ ہوگا آخر
اس ستمگر سے تجھے موردِ حرماں ہونا

۱۵

زباں پر ہے اُن کی فسانہ کسی کا — مدد گار ہے اب زمانہ کسی کا
مجھے یاد ہے خوں رلانا کسی کا — کسی کو وہ ساغر پلانا کسی کا
پھنسا دامِ گیسو میں آخر کو جا کر — مگر دل نے کہنا نہ مانا کسی کا
ستم کر رہا تھا غضب ڈھا رہا تھا — شبِ وصل وہ مسکرانا کسی کا
ہوئی آکے نازل قیامت کسی پر — غضب ہو گیا گھر سے جانا کسی کا
شبِ وصل کیا کیا مزے دے رہا تھا — نزاکت سے کرنا بہانا کسی کا
عدو کے بھی گھر جاتے جاتے نہ آئے — گئے دیکھتے تلملانا کسی کا
کرشمے سے نازوں سے اٹھکیلیوں سے — صبا تو نے سیکھا ہے آنا کسی کا

مریضِ محبت کے دم پر بنی ہے
غضب ہے ستم ہے نہ آنا کسی کا

وہ اب یاد آتا ہے رہ رہ کے ہر دم
اشارے سے مجھکو بلانا کسی کا

نہ تھی لطف ایسی طبیعت تو ان کی
غضب ڈھا گیا یہ لگانا کسی کا

وعدہ میں دھرا طاق پہ قرآن رہیگا
کافر کو کہاں خوف کہ ایمان رہیگا

دیکھیگا جو بکھری ہوئی زلفوں کو تمھاری
اک عمر وہ حیران و پریشان رہیگا

گر مصحفِ رخ کا نہ رکھے ورد تو دلیں
کچھ یاد بھی واعظ تجھے قرآن رہیگا

تم نام سے کیوں وصل کے گھبراتے ہو اتنا
ہر وقت لحاظ آپ کا اے جان رہیگا

تم قبر پہ میری جو نہ آؤ گے تو تا حشر
بسمل سا تڑپتا تنِ بے جان رہیگا

دل جانے سے کیا چین مری جان کو ہوگا
سینے میں کھٹکتا کوئی ارمان رہیگا

اس طرح کا لاغر ہوں کہ پائیگا نہ در پر
درباں ترا حیران و پریشان رہیگا

ہر رات جنوں میرا گلو گیر رہے گا
ہر صبح مرا چاک گریبان رہیگا

جا کر کوئی اغیار سیہ رو سے یہ کہدے
اب لطف ہم آغوش پریجان رہیگا

آشنا پھر اس ستم ایجاد کا کیونکر ہوا
اے دلِ ناداں تو غم میں مبتلا کیونکر ہوا

کیا عدو سے چل گئی کچھ بندہ پرور آپکی
میرے گھر اسوقت آنا آپ کا کیونکر ہوا

ہو گیا کیا رعب و داب حسن انکا اے خدا
بات کرنیکا عدو کو حوصلا کیونکر ہوا

سختیاں سہنے سے ہو جاتا تحمل آپ ہی
پھر مرے آگے بیاں عذر جفا کیونکر ہوا

جب تہ پامال خرام ناز تھا اے فتنہ گر
پھر ہمارا اسکے دل یوں سرسا کیونکر ہوا

شوخیاں اس شوخ کی کیا گئیں تجھ میں اثر
اے دل ناداں تو اتنا چلبلا کیونکر ہوا

بوالہوس کی سعی وفاداری تو بینے کی نہ تھی
پھر تمہارا مورد جور و جفا کیونکر ہوا

سر مرا میری جبین اسبات کی تھی مستحق
سجدہ گاہ خلق اس کا نقش پا کیونکر ہوا

لطف سے کس لطف سے کہتے ہیں سارے اقربا
کشتۂ ناز بتاں مرد خدا کیونکر ہوا

کچھ امتحاں کا نتیجہ برا بھلا نہ ہوا
عدو برا نہ ہوا اور میں بھلا نہ ہوا

ہمارے ساتھ ہے صیاد خانہ بربادی
قفس میں ساتھ ہمارے کب آشیانہ ہوا

ستمگری سے تغافل کو وہ بدلتے ہیں
میں پائمال بھی بیداد و جور کا نہ ہوا

بھلا رقیب سیہ رو سے آپ کی بنتی
کہا ہمارا ہوا آخر آپ کا نہ ہوا

عبث ہوا ہے مرا جستجو میں مرنا بھی
میں خاک خاک ہوا جبکہ نقش پا نہ ہوا

مرادہ دل ہے کہ حسرت زدہ ہے الفت کا
مرادہ لب ہے کہ جو لذت آشنا نہ ہوا

مٹا نہیں ہے محبت کا داغ ابتک بھی
اگرچہ چھوٹے ہوئے ان سے اک زمانہ ہوا

شبِ وصال بھی انسے مزا ملا کیا لطف
تمام شب کوئی حیلہ ہوا بہانہ ہوا

عجب کچھ یاس ہیں ہیں موردِ غم شامِ ہجراں تھا
کبھی میں دل پہ گریاں تھا کبھی دل مجھ پہ گریاں تھا

ہمارا جذبِ دل آخر کو دیکھو کھینچ ہی لایا
سنا تھا آج دشمن سی تمہارا عہد و پیماں تھا

چھپایا وصلِ دشمن کو بنایا لاکھ صورت کو
عیاں تھا صاف چہرے سے جو انکار نہاں تھا

ہوے رسوا سما کر خود انکالا غیر کو تم نے
تمھارا درد و غم سینے میں میرے ورنہ پنہاں تھا

اُدھر تو رشکِ دشمن تھا اِدھر الفت عدو کی بھی
میں وعدہ لیکے حیراں تھا وہ وعدے سے پشیماں تھا

ترے کشتوں کے نالے بھی تو بیدم ہوگئے آخر
چراغِ آہ سوزاں کب سرِ گورِ غریباں تھا

جو آئے تھے شبِ وعدہ نہ جاتے صبح تک گھر سے
وہ تھا انکا وفائے عہد اور یہ مجھ پہ احساں تھا

مصیبت کو شبِ فرقت کی سنکر لطف وہ بولے
تجھے اِسکی تمنّا تھی تجھے اسکا ہی ارماں تھا

تو نے کیوں ضعف میں اے دردِ جگر چھوڑ دیا
عمر کا ساتھ مرے آٹھ پہر چھوڑ دیا

دل کو لیکر بھی تو ظالم کا ستانا نہ گیا
درد رہنے کے لیئے میرا جگر چھوڑ دیا

مجھکو اسوقت یہ محسوس ہوے شام و سحر
جب تری یاد کو بھی شام و سحر چھوڑ دیا

میں ہوں پتھر ہو مرا سر ہو درِ جاناں ہو
بیخودی نے مجھے دم بھر بھی اگر چھوڑ دیا

مجکو طوفان اُٹھانا تو نہیں کچھ مقصود
آتشِ دل کے لیئے دیدۂ تر چھوڑ دیا

خاک امید ہو فریاد و فغاں سے مجکو / جبکہ کم بخت دعاؤں نے اثر چھوڑ دیا
ابھی رخصت پہ ہیں بت بنکے ہوں حیران مگر / تو نے کیوں رونے کو اے شمعِ سحر چھوڑ دیا
یہ تو احسان کیا دیدۂ تر نے میرے / آہ سوزاں کے لیے دامنِ تر چھوڑ دیا
تم نے جانا بھی کہ ہے جذب محبت کیا چیز / میں نے مانا مرے نالے نے اثر چھوڑ دیا
یار کا نقش قدم مرکزِ گردش ہے مرا / غیر کے گھر کو چلا اس نے جو گھر چھوڑ دیا

عمر بھر عیش میسر کبھی ہونے کا نہیں
لطفؔ کو یاد رکھو تم نے اگر چھوڑ دیا

کا ہے کو نالہ ہمارا بے اثر ہونے لگا / جب کہو کیا ہو۔ اثر تم پر اگر ہونے لگا
کیوں نہ ہو صبحِ قیامت شامِ تاریکِ فراق / آفتابِ حشر جب داغِ جگر ہونے لگا
کیوں نہیں سنتے ہیں مرا نالۂ جاں سوز وہ / کیا مری آہوں میں اب کچھ کچھ اثر ہونے لگا
اب خدا ناصر خدا حافظ مریضِ عشق کا / دردِ دل دردِ جگر دو دو پہر ہونے لگا
جان پر کیا بن گئی اس کو خبر تک بھی نہیں / میرا دل سا دوست مجھسے بیخبر ہونے لگا
بڑھ گیا ہے ربط مجھسے چھپکے وہ ملنے لگے / اس کا ڈر ہونے لگا کچھ اسکا ڈر ہونے لگا
نام دشمن کا لیا تھا کوئی شکوہ تو نہ تھا / اب تو تم کو رنج ایک اک بات پر ہونے لگا
عشق نے خانہ خرابی کی مری جی بھر کے جب / آپکے دل میں مرا اسوقت گھر ہونے لگا

قیس و وامق کا فسانہ پہلے تھا مشہورِ خلق
لطفؔ تیرا ذکر بھی اب دربدر ہونے لگا

خبردار دل۔ وہ مچل جائے گا
نہ آئیگا اب بھی وہ رشکِ مسیح
سنبھالے سے پھر کیا سنبھل جائیگا
تو بیمار کا دم نکل جائیگا

نہ دُشنام دو منہ سنبھالو جناب
وہ کہتے ہیں دشمن سے کہنا نہ کچھ
میرے منہ سے کچھ بھی نکل جائیگا
سنے گا یہ باتیں تو جل جائیگا

رہیگا نہ ان کا یہ طفلی کا رنگ
کٹے آج تک جیسے وعدے کے دن
بدلتے بدلتے بدل جائیگا
اسی طرح یہ دن بھی ٹل جائیگا

جفا پر جو ہو جاؤں راضی تو کیا
ذرا صبر کر دل کہ پیکاں سے خود
ستمگر جفا سے بھی ٹل جائیگا
وہ ناوک فگن دِل بدل جائیگا

جو آیا ہے اس پر تو جائیگا دل
نہ جائے گا جو آج کل جائیگا

نہیں لطفؔ اقرار اس کا صحیح
ابھی کہہ کے تجھ سے بدل جائیگا

جسنے در پردہ بھی تجھ کو کبھی ایمان دیکھا
کو بکو بس اسے پھرتے ہوئے عریاں دیکھا

جسنے دیکھی ترے عارض پہ پریشاں زلفیں
اُسے مضطر اُسے ششدر اُسے حیراں دیکھا

ترے بیمار محبّت کو کہا عیسیٰ نے
یہ مرض وہ ہے کہ جسکا نہیں درماں دیکھا

ہم سے دل سوختہ بشاش کہیں ہوتے ہیں
محفلِ عیش میں بھی شمع کو گریاں دیکھا

کسی کافر کو خدا دے نہ یہ دوزخ میں عذاب
میں نے جسطرح عذابِ شبِ ہجراں دیکھا

مجھے آتا ہے اسی بات کا رہ رہ کے خیال
اس نے میرا نہ کبھی حالِ پریشاں دیکھا

وہ مرا دستِ جنوں کب ہے کہ جس نے اکدن
جیب کو جیب گریباں کو گریباں دیکھا

لبِ جاں بخش پہ ہیں سینکڑوں زندہ درگور
طرفہ اعجاز تیرا عیسیٰ دوراں دیکھا

باتیں اس طرح کی کرتے ہو کہ گویا تم نے
شوق سے غور سے کچھ لطف کا دیواں دیکھا

رنج سا ہے رنج صبح و شام کا
مجھ کو نام آتا نہیں آرام کا

کس طرح تسکیں دلِ مضطر کو ہو
صبح کا وعدہ نہیں ہے شام کا

یوں نہ روتے دل کو ہم آغاز سے
کاش کرتے کچھ خیال انجام کا

بن گیا تیرِ نگہ کا خود سپر
مردمِ دیدہ بھی نکلا کام کا

ایک بوسہ تیرے دینے سے صنم
کام بن جائے گا اس ناکام کا

کج ادائی آپ کی اچھی نہیں
دیکھنا ہے لطف اپنے نام کا

ستم اٹھائے کا جب انکے حق ادا نہ ہوا
عجب نہیں کہ جو ہیں موردِ جفا نہ ہوا

جو بوئے کاکلِ مشکیں نہ تو ادھر لائی
نقاب اس کا الٹنا بھی اے صبا نہ ہوا

بلائے عشق مری جان سے لگی ہی رہی
یہ دردِ ہجر بھی دل سے کبھی جدا نہ ہوا

عدو کی یاد میں بےچین وہ رہے ہر دم
عذابِ روزِ جزا سہہ چکے ہیں ہم ناصح

شبِ وصال بھی حاصل ہمیں مزا نہ ہوا
شبِ وصالِ عدو حشر کیا بپا نہ ہوا

غمِ فراق بہت لطفؔ کو رہا لیکن
غمِ وصالِ عدو سے مگر سوا نہ ہوا

بیٹھے بٹھائے مجھے کیا ہو گیا
رحم ذرا ان کو نہ آیا کبھی
اک نگہِ گرم سے اس شوخ کی
چارہ گرو چارہ و تدبیر سے

دل مرے قابو ہی سے یارو گیا
غیر مرے حال پہ رو رو گیا
یہ دلِ سیماب ہوا ہو گیا
درد مرا اور سوا ہو گیا

صبر کہاں دم بھی گیا لطفؔ کا
یار جو گھر غیر کے شب کو گیا

میرے رہنے کیلئے آبادی و ویرانہ کیا
اسقدر بھولے ہیں وہ زلفیں سنواریں کیا بھلا
ہر زمیں مسجد ہے میرے حق میں سن لو زاہدو
خانہ خانہ در بدر صحرا بہ صحرا کو بکو

ہمد ہو ڈھونڈے مکاں کو عاشقِ دیوانہ کیا
ہیں مجھی سے پوچھتے آئینہ کیا ہے شانہ کیا
ہر جگہ سجدہ کروں گا کعبہ کیا بتخانہ کیا
یوں ہی بھٹکا تا رہیگا یہ دلِ دیوانہ کیا

کیوں سہا جاتا نہیں ہے ہجر کا غم لطفؔ سے
ہو گیا لبریز اس کے عمر کا پیمانہ کیا

کبھی تو دیکھ دردِ دل کسی کا
کبھی تو حال سن غافل کسی کا

صبا کر دے مری حاجت روائی
اٹھا دے پردۂ محمل کسی کا

رہے ناکام سب اے حضرتِ عشق
ہوا کب مدعا حاصل کسی کا

شکیب و صبر پھر جاتا رہا ہے
ہوا ہے پھر یہ دل مائل کسی کا

کمر باندھی ہے بیداد و ستم پر
تجھے کب پاس ہے قاتل کسی کا

زمانہ کیا بُرا آیا ہے یارب
کسی کے ہاتھ میں ہو دل کسی کا

ادا و ناز و شوخی سے شبِ وصل
بگڑنا یاد ہے اے دل کسی کا

تماشا دیکھ لو تم بھی تو آکر
تڑپتا ہے دلِ بسمل کسی کا

بندھا رہتا ہے تیرا ہی تصور
بہلتا ہے اسی میں دل کسی کا

پہنچ جاتا ہے وہ منزل کو اے لطف
اگر استاد ہو کامل کسی کا

تجھکو کچھ بھی ہے خیال اس عاشقِ دلگیر کا
ہر گھڑی جسکو تصور ہے تری تصویر کا

آنکھ کے دوچار ہوتے ہی گیا دل ہاتھ سے
اے صنم تیری نگہ میں ہے اثر تسخیر کا

یا الٰہی نامہ بر کو راہ میں کیا ہو گیا
کیوں نہیں آیا جواب اب تک مری تحریر کا

نیم بسمل چھوڑ کر مجھکو کہاں جاتے ہیں آپ
وار اک مجھ کشتۂ حسرت پہ ہو شمشیر کا

لے چلا ہے کھینچکر مجھکو خدا جانے کہاں
کیا ترا نقشِ کفِ پا نقش ہے تسخیر کا

لطف تونے رکھدیا جب راہِ الفت میں قدم
نام بھولے سے نہ لے پھر عزت و توقیر کا

مزہ ایسا ملا مجکو بتوں سے دل لگانیکا
زباں کاٹوں جو واعظ نام لے ایمان لانیکا

جو ملتا ہے وہ غیروں سے جو ہنستا ہے رقیبوں سے
نکالا ہے طریقہ یہ فقط میرے جلانیکا

نہ اُنکا کوئی مانع ہو نہ مجکو خوفِ ناصح ہو
مزہ تب ہی ملیگا کچھ ہمیں دل کے لگانیکا

انھیں دیکھا جو بزمِ غیر میں تو یاسِ حسرت ہے
نظر نے لے لیا ہے کام دل سے تلملانیکا

جلایا خرمنِ ہستی کو میری برقِ رخشاں نے
خیال آیا جو شب اس ماہرو کے مسکرانیکا

سوالِ وصل ایسے سے بھلا اے لطف ممکن ہے
نہ ہو مقدور جسکے سامنے لب تک ہلانیکا

یہ مرا دل مرا جگر تو ہوا
ہدفِ ناوکِ نظر تو ہوا

تم نے دل لیکے قدر کچھ بھی نہ کی
میرا برباد سارا گھر تو ہوا

میرے ہوتے رقیب کیوں آئے
فتنہ پیدا ہوا یہ شر تو ہوا

مول تم لیتے ہی رہے دل کو
زلف کا سودا میرے سر تو ہوا

عشق میں دل کے ساتھ خانہ خراب
اور کیا ہوتا عمر بھر تو ہوا

ٹکڑے ٹکڑے اگر ہوا نہ یہ دل
چھلنی چھلنی مرا جگر تو ہوا

کمسنی ہی میں تو ہوا کیا کیا
اور کیا ہوگا فتنہ گر تو ہوا

نہ سہی کچھ مجھے مرض نہ سہی
مجھ سے بیزار چارہ گر تو ہوا

عشق میں لطف اور کیا ہوتا
اپنا برباد دل جگر تو ہوا

جسے جانتے تھے مرنا وہ خیال و خواب نکلا
نہ کوئی عذاب دیکھا نہ کہیں ثواب نکلا

کدھر آج بندہ پرور مرے گھر یہ مہربانی
کدھر آج چاند نکلا کدھر آفتاب نکلا

ستم و وفا میں دیکھا یہ ہر اک نے آزما کر
نہ مرا جواب نکلا نہ ترا جواب نکلا

ہوئی مجھ سے ملتے جلتے انھیں گو کہ ایک مدت
ابھی دل سے شرم نکلی نہ ابھی حجاب نکلا

مری جان جذبِ دل ہی تجھے دیکھ کھینچ لایا
کہ تو آج اپنے گھر سے جو یوں بے نقاب نکلا

ہوئی راحتیں جو حاصل تو بڑی مصیبتوں سے
جسے عیش ہم نے جانا وہ بڑا عذاب نکلا

مجھے لطف بیخودی ہے جو ہر اک نفس سے حاصل
تو یہ دل بغل میں گویا قدح شراب نکلا

پاس ان کے شکوۂ پیکانِ مژگاں لے چلا
جان سے بیزار تھا مرنے کا ساماں لے چلا

دستِ وحشت کیلئے صحرا کو ساماں لے چلا
آستین و دامن و جیب و گریباں لے چلا

دل سے صبر و تاب و طاقت دین و ایماں لے چلا
لوٹ کر تو گھر ہمارا دشمنِ جاں لے چلا

میری آنکھوں نے تری تصویر دل میں کھینچ لی
یہ تماشہ دیکھئے حیراں کو حیراں لے چلا

دل سے چھینا تیرے ارماں نے مرا صبر و شکیب
لوٹ کر اب گھر کا گھر سارا یہ مہماں لے چلا

یہ دلِ مضطر کریگا ان کے آگے منفعل
گو ہیں سینے میں چھپا کر سارے ارماں لے چلا

مجھسے مجنوں کا ہوا ہے عشق میں دل راہبر
ایک دیوانے کو دیکھو ایک ناداں لے چلا

دلبری یہ تو نہیں کہتے ہیں اس کو کافری
ہاتھ سے دل دل ہی سے ہے دین و ایماں لے چلا

آفتابِ حشر کو اک داغ دینے کے لیے
میں لحد میں ساتھ اپنے داغِ ہجراں لے چلا

اب کہاں ہوش و خرد جو ہو دل و جاں میں تمیز
دل لیا تو نے مری جاں یا مری جاں لے چلا

تو اگر خوش ہے تو میں ہوں رونقِ بزمِ نشاط
تو اگر آزردہ ہے تو لے مری جاں لے چلا

آج لو محفل سے انکی دل شکستہ لطف پھر
ٹوٹی پھوٹی حسرتیں فرسودہ ارماں لے چلا

مزہ دیتا ہے کیا کیا آپ کا یہ مہرباں کہنا
ہمیں آتا نہیں اسطرح کی باتوں پہ ہاں کہنا

تمہی انصاف سے کہدو یہ آئین محبت ہے
کہ ہم سے رازِ دل سنکر یہاں کہنا وہاں کہنا

ستمگاری وہی ہے اور گردش کی وہی صورت
تمھاری چشمِ فتّاں کو بجا ہے آسماں کہنا

یہ کوئی آپکا سننا ہے میری داستانِ غم
کہ بس چپ چاپ بیٹھے ہو نہ ہوں کہنا نہ ہاں کہنا

الگ اٹھکر ذرا چلئے یہاں مجمع ہے غیروں کا
مجھے تنہائی میں کچھ آپ سے ہے میری جاں کہنا

جلانا اسکو کہتے ہیں ستانا اسکو کہتے ہیں
مجھے دیوانہ کہنا دشمنوں کو رازداں کہنا

جتائے دیتے ہیں تم کو کہ رسوائے جہاں ہوگے
اگر مانا کرو گے اپنے دل کا مہرباں کہنا

حکایت درد و غم کی آپ مجھ ہی سے کبھی سن لیں
کسی کو میرے دل کا حال آتا ہے کہاں کہنا

کبھی سر انکی چوکھٹ سے جدا ہوتے نہیں دیکھا
جبینِ لطف کو زیبا ہے سنگِ آستاں کہنا

لیکے دل کیا کہوں غمزے نے ترے کیا چھوڑا
کچھ نہ چھوڑا فقط اک داغِ تمنا چھوڑا

سیر چھوڑی نہ کوئی تم نے تماشا چھوڑا
جاؤ ہرجائی ہو میں نے تمھیں چھوڑا چھوڑا

ان کے آنے کی خبر غیر نے دی ہے دیکھو
بیٹھے بیٹھے یہ نیا آج شگوفا چھوڑا

دردِ ہجراں کی مصیبت نے غمِ جاناں نے
سخت حیرت ہے کہ کیونکر مجھے زندہ چھوڑا

صرصرِ آہ و فغاں کا مرے نقشہ دیکھا
نقشِ پا نے بھی ترے نقش جمانا چھوڑا

نام سے دل کے الجھتے ہو جو گیسو کی طرح
ہم نے بھی آج سے لو دل کا تقاضا چھوڑا

نہ رہی جب دلِ مضطر کو تسلی کی امید
دامنِ ضبط کا ہم نے بھی سہارا چھوڑا

دیکھ لی آج یہ کس کی نگہِ توبہ شکن
شیخ نے کس لیے تسبیح و مصلّا چھوڑا

لطفِ خلوت نہ رہا غیر کے آجانے سے
میں نے کل قصۂ غم اپنا ادھورا چھوڑا

ہاتھ دھو کر وہ مرے پیچھے پڑا تھا آخر
لگ گیا ہاتھ جو دل میرا تو پیچھا چھوڑا

زیست کو راحت و آرام کو اس دنیا کو
لطف نے تیرے لیے دیکھ تو کیا کیا چھوڑا

عشق میں چاہیئے یہ کر جانا
کل کے مرنے سے آج مر جانا

کیجیئے ذبح شوق سے مجکو
سر کا جانا ہے دردِ سر جانا

کچھ سمجھ کر نکالئے مجھکو
پہلے کہئیے کہ ہے کدہر جانا

دل کو سمجھے تو ہم یہی سمجھے
ایک دشمن کو اپنے گھر جانا

ابھی آئے ہو اور کہتے ہو
ہے مجھے تو ضرور گھر جانا

خوب کھلوائی ٹھوکریں دل نے
ہم نے گمرہ کو راہبر جانا

لے گیا شوق بزمِ دشمن میں
اسکو کیوں میں نے باخبر جانا

خوب آتا ہے آپکو صاحب
کبھی کہنا کبھی مکر جانا

وہ چلے آج بزمِ دشمن میں
جذبِ دل کچھ تو کام کر جانا

جاؤ جاؤ وہ لطفؔ کہتے ہیں
زیست سے چاہیے گزر جانا

کب خیالِ چشمِ جادو فن گیا
ساتھ یہ سودا تہ مدفن گیا

اضطرابی کا برا ہو۔ یار کا
ہاتھ میں آیا ہوا دامن گیا

جذبِ دل سو جان سے تجھ پر نثار
روٹھنے والا ہمارا من گیا

کھیلنے کے دن نہیں ہیں خیر سے
ہوش میں آؤ کہ اب بچپن گیا

کب رہا خالی مرا دستِ جنوں
آستیں ہاتھ آئی گردامن گیا

لطفؔ سے ٹہری ہے پھر اب صلح کی
کام سب بگڑا تھا لیکن بن گیا

لاکھ تھاما لاکھ روکا پر نہ دل روکا گیا
اچھی صورت جب نظر آئی یہ ظالم آ گیا

دوپہر کی دھوپ ہے جانان جوانی کی بہار
چار دن کی چاندنی پر کاہے کو اترا گیا

لا صراحی کھول شیشہ جام بھر بھر کر پلا
آسماں پر دیکھ ساقی ابر کیسا چھا گیا

دل کو کیا کوسوں کہ مجھ میں جان ہی باقی نہیں
اب میں کیا غم کھاؤں میرا غم مجھے خود کھا گیا

لاؤ صاحب ہم گیسو سے چھڑا لیتے ہیں دل
مفت کا تھا مال کیا جو ہو گیا آیا گیا

رازِ دل کب تک چھپائے کوئی آخر عشق میں
ضبط کرتے کرتے اب منہ کو کلیجہ آ گیا

لطفؔ کو اب تو ستاتے ہو کروگے یاد پھر
روؤگے کہہ کے میرا چاہنے والا گیا

ب

جلوہ گر لاکھ طرح سے ہو فلک پر مہتاب
میری نظروں میں کہاں تیرے برابر مہتاب

ہم نے مانا نہ گئے غیر کے گھر تم چھپ کر
پھر یہ نکلا شبِ دیجور میں کیونکر مہتاب

وصل کی رات بڑے لطف سے کاٹی ہم نے
میرے آگے تھے وہ اور انکے برابر مہتاب

روز روشن سے شبِ ہجر منور ہے مری
ایک دلمیں ہے مرے ایک ہے باہر مہتاب

تو دکھا پھر خدا عارضِ انور کی جھلک
ورنہ ہو جائیگا جامہ سے یہ باہر مہتاب

کون ان پر نہیں ہوتا ہے دل و جاں سے فدا
مہر دن بھر جو تصدق ہو تو شب بھر مہتاب

جلوہ گر چاند سی صورت قدحِ ناب میں ہے
آفتاب آج بنے کیوں نہ چمک کر مہتاب

ہے شبِ وصل مرے آئینہ رو کے آگے
اپنی تقدیر کا ہے آج سکندر مہتاب

کونسی آنکھ سے دیکھیں جو نہ دیکھیں انکو
وہ تو پہلو میں نہوں اور ہو فلک پر مہتاب

نہ تو جنت کی تمنا ہے نہ حوروں کی ہوس
لطف کو چاہیئے بس شیشۂ و ساغرِ مہتاب

پ

نعتِ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم

یا رسولِ عربی حاملِ قرآن ہیں آپ
بات ایمان کی یہ ہے مرا ایمان ہیں آپ

نورِ مطلق کی کوئی شان جو پوچھے مجھ سے
میں یہ بولونگا کہ آلان کما کان ہیں آپ

آپ فرمائیے اے برزخِ کبرا کیا ہے
یہ جو قرآن میں آیا ہے کہ انسان ہیں آپ

سچ اگر پوچھو تو ایمان سے کہتا ہوں یہ بات
میرے امید و تمنا مرے ارمان ہیں آپ

آپ کو دور میں کسطرح سمجھ سکتا ہوں
میرے دل میں مری آنکھوں میں تو ہر آن ہیں آپ

کون ہیں آپ یہ ہر ایک بشر جانتا ہے
خلق الآدم فی صورتِ رحمان ہیں آپ

مظہرِ ذاتِ احد نامِ مبارک احمدؐ
نقطہ اک میم کے آجانے سے انسان ہیں آپ

خوفِ ایماں یہ کہتا ہے رہے پاسِ ادب
عشق کہتا ہے پکارو کہ مری جان ہیں آپ

لطف کو فخرِ غلامی ہے بِاُمّی و اَبی
میرے آقا مرے مالک مرے سلطان ہیں آپ

بڑھ گیا کیا کششِ دل میں اثر آپ سے آپ
کہ وہ تھامے ہوئے آتے ہیں جگر آپ سے آپ

کیا تری تیغ کرے گی کوئی احسان مجھ پر
کیوں مرا آج جھکا جاتا ہے سر آپ سے آپ

کس طرح رازِ محبت کو چھپاؤں دل میں
بہنے لگتے ہیں مرے دیدۂ تر آپ سے آپ

دیکھ ہی لیتا ہوں گو دیکھنا مقصود نہ ہو
پڑ ہی جاتی ہے مری اُن پہ نظر آپ سے آپ

تم نہیں ہو مری بدنامی کا باعث سچ ہے
میں ہی رسوا ہوا اے دیدۂ تر آپ سے آپ

میٹھی میٹھی وہ شبِ وصل کی تیری باتیں
یاد آتی ہیں مجھے آٹھ پہر آپ سے آپ

پھر وہ رہنے لگے پہلو میں عدو کے شب و روز
پھر مجھے اُٹھنے لگا دردِ جگر آپ سے آپ

ضبط کس طرح سے ہو گا غمِ پنہاں مجھ سے
منہ کو جب آنے لگے لختِ جگر آپ سے آپ

شکر ہے مٹنے لگا داغِ جدائی دل سے
مُندمل ہونے لگا زخمِ جگر آپ سے آپ

کیا مرا انجمن آرا ہے وہاں بزم آرا
کیوں چلا جاتا ہوں میں غیر کے گھر آپ سے آپ

لطف میں اپنی طبیعت سے بہت عاجز ہوں
یہ پلٹتی نہیں آتی ہے جدھر آپ سے آپ

ت

نعت حضرت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم

جشنِ میلاد کا ہے آجکی رات
لب پہ صلِّ علیٰ ہے آجکی رات

شغلِ حمد و ثنا ہے آجکی رات
ذکرِ یا مصطفٰے ہے آجکی رات

حضرتِ آمنہ کی گودی میں
کیا ہے نورِ خدا ہے آجکی رات

نور سے جن کے کائناتِ بنی
خود وہ جلوہ فزا ہے آجکی رات

دیکھ لو جلوہ گر ہے مظہرِ ذات
پوچھتے کیا ہو کیا ہے آجکی رات

قابلِ حبّذا ہے آج کا دن
لایقِ مرحبا ہے آجکی رات

لطفِ دولہ غلامِ کمتر بھی
شہ کا مدحت سرا ہے آجکی رات

بیٹھ کر یوں چار میں کہتا ہے کوئی دل کی بات
اب تو بازار میں اُڑتی ہے تری محفل کی بات

کب مرا کسطرح تڑپا کس طرح گھایل ہوا
پوچھ تو ظالم کبھی اپنے کسی بسمل کی بات

ٹھوکریں کھائی ہیں راہِ عشق میں ہم نے بہت
یاد ہے ہر ہر قدم کی بات ہر منزل کی بات

میں نے دل اپنا اگر مانگا تو کیا تقصیر کی
سچ کہا ہے زہر لگتی ہے ہر اک سایل کی بات

تیشۂ فرہاد میں لطفِ شہادت یہ کہاں
کاہے کو آئے گی اسمیں خنجرِ قاتل کی بات

اور بولو دل کی باتیں اور کھولو دل کے بھید
غیر کے منہ سے نکلتی ہے تمہارے دل کی بات

لطف سے کیونکر چھپاؤ گے تم اپنے دل کے راز
دیکھکر صورت تمہاری جان لے جو دل کی بات

شکل سے پہچان لیں جب لوگ سارے دل کی بات
میں چھپاؤں کسطرح سے کوئی پیارے دل کی بات

کیا خبر مجھکو تمھارے دلمیں کیا ہے کیا نہیں
میں بھلا کسطرح پہچانوں تمھارے دل کی بات

تم مرے جاں بزم میں دیکھو نہ مجھکو پیار سے
کھول دیتے ہیں ان آنکھوں کے اشارے دل کی بات

تم چھپاؤ لاکھ یہ الفت ہے چھپنے کی نہیں
پیار کی نظریں بتا دیتی ہیں پیارے دل کی بات

پہلے زاری سے کرینگے موم ان کا سنگدل
پھر کہیں گے اپنی آنکھوں سے ہمارے دل کی بات

وہ عیادت کو نہ آئے نزع میں ہم چل بسے
رہگئی آخر کو دل ہی میں ہمارے دل کی بات

ہم سنائیں قصۂ غم کیا کسی کو اپنا لطف
منہ پہ رکھ سکتے نہیں ہیں غم کے مارے دل کی بات

ث

رنج سے اب فایدہ کیا ہے سرا ماتم عبث
جو نہ کرنا تھا کیا کرتے ہیں اب وہ غم عبث

میں مریضِ عشق ہوں ممکن نہیں میری شفا
فکر درماں لغو ہے غمخواری ہمدم عبث

کوئی تو پردہ نشیں سینے کے اندر ہے نہاں
آمد و شد سانس کی ہر گز نہیں ہر دم عبث

جھوٹے وعدے کرتے ہو کہتے ہو باتیں لغو سب
دیتے ہو دن رات اپنے عاشقوں کو دم عبث

گر نہیں آتے ہو باہر پردہ سے پھر فائدہ
کیوں دکھاتے ہو ہمیں پھر حسن کا عالم عبث

خشکیٔ لب ہے ثبوتِ وضع و شکلِ عاشقی
میری آنکھوں میں نہیں ہے اشک کا یہ نم عبث

اندمالِ زخمِ دل الفت میں کچھ آساں ہے
چارہ گر رکھتے ہیں میرے زخم پر مرہم عبث

کس لیے اٹھنے لگا میں غیر کی آواز پر
تم نہیں آکر مجھے کیا عیسیٔ مریم عبث

ادعائے عاشقی پر لطف الجھے سب سے وہ
بگڑے غیروں کی وفا کے ذکر پر کیوں ہم عبث

ج

دیکھا دیکھا آپ کا دیکھا مزاج
اچھا اچھا آپ کا اچھا مزاج

کب توقع آپ سے اتنی بھی تھی
شکر ہے جو آپ نے پوچھا مزاج

باتوں باتوں میں لڑا یا غیر سے
پا گئے ہم آپ کا منشا مزاج

کاہے کو پہلے کبھی ایسے تھے تم
کاہے کو ہونے لگا ایسا مزاج

اب طبیعت آپ کی ملتی نہیں
آپ کا اب تو نہیں ملتا مزاج

یا وفا میری ہے یا ہے انکا حسن
یا سلیقہ میرا یا ان کا مزاج

رات کو اے لطف پھر پی تھی شراب
اب طبیعت کیسی ہے کیسا مزاج

پھر داغ کی طلب ہے دلِ پُر محن کو آج
کیونکر بلاؤں اس بتِ بیداد فن کو آج

کچھ التجا تو عاشقِ دیرینہ کی سنو
بہرِ خدا نہ صرف کرو بانکپن کو آج

اے چرخ تو نہ جور و جفا اپنی صرف کر
مہماں کیا ہے اس بتِ بیداد فن کو آج

ملئے عدو سے روز مجھے واسطہ ہی کیا
دل رکھنے کو کہوں تو بھلا دلشکن کو آج

عاشق کے خاک کرنے کو بیٹھے ہیں غیر پاس
وہ کان میں لگائے گلِ یاسمن کو آج

طالب ہوا ہوں موت کا اندوہِ ہجر سے
کرتا نہیں ہوں یاد میں بیداد فن کو آج

مرگِ عدو نے لطف کیا اور بھی ستم
سر پیٹتا ہوں یار کے رنج و محن کو آج

شمعِ روشن کریگا غیر کا کاشانہ آج
اور ادھر میں جل مرونگا صورتِ پروانہ آج

جلوہ افگن غیر پر ہے عارضِ جانانہ آج
بن گیا عشرتکدہ دشمن کا ماتم خانہ آج

پاس قاتل کے چلا ہوں سر ہتھیلی پر لیے
ہاں مدد وقت مدد ہے ہمتِ مردانہ آج

بزم سے رندوں کی کیوں زاہد چلا دیوانہ آج
کعبہ جائیگا خدا جانے کہ وہ بتخانہ آج

کل کوئی خواہاں نہ تھا میرے سوا ہے کل کی بات
ایک زمانہ ہے ترا وارفتہ و دیوانہ آج

کیا پلایا ہے عدو کو دستِ نازک سے کوئی
کیوں نہیں اٹھتا ہے میرے ہاتھ سے پیمانہ آج

ناامیدی سے ہوا ہے شیفتہ خواہانِ مرگ
رشکِ عیسیٰ پرسشِ احوال کو تو آنہ آج

ہرزہ گردی سے کیا ہے دشت میں محشر بپا
سیکھتا ہے چال تیری کچھ ترا دیوانہ آج

وہ اگر جاتے ہیں تو جائیں عدو کے گھر کو لطف
غم غلط کرنے کو تو بھی جا سوئے میخانہ آج

چ

روز ہوتی اک قیامت روزِ محشر چار پانچ
تجھ سے دنیا میں اگر ہوتے ستمگر چار پانچ

چشم و ابرو کے اشاروں سے ہوا ہے سامنا
چلتی ہیں دو چار تلواریں تو خنجر چار پانچ

جبتلک اس کو کچھ نہ تھا معلوم تربت کا پتہ
تھے نشانی کو مری مرقد پہ پتھر چار پانچ

کیا خبر کیا بات ہے آتا نہیں کوئی جواب
نامہ بر دس بیس بھیجے اور کبوتر چار پانچ

کیا بتاؤں تیر کتنے کھائے تیرے عشق میں
ٹوٹے پھوٹے اب بھی ہونگے دل کے اندر چار پانچ

ایک دو خط میں کہاں ہوتا ہے دردِ دل رقم
حالِ دل لکھوں تو ہوں تیار دفتر چار پانچ

اچھی ہے پردہ نشینی ملنے والے رات دن
ایک دو ہیں گھر کے اندر اور باہر چار پانچ

ایک دو تو آج تک تم نے نہیں پورے کیے
کسطرح اقرار ہونگے دل کو باور چار پانچ

عشق نے تیرے اٹھایا ہے کسے آرام سے
چین سے اک آدھ ہوگا اور مضطر چار پانچ

عاشقوں کا مال ہے اُس کی گرہ میں جمع سب
رکھتی ہے دل پھانس کر زلفِ معنبر چار پانچ

لطفؔ کبتک آپ کا منہ دیکھکر جایا کرے
ہو چکے وعدے تو اب تک بندہ پرور چار پانچ

ح

کب نظر آئی شبِ ہجراں مجھے تصویرِ صبح
رات بھر کرتا رہا لاکھوں طرح تدبیرِ صبح

شام کا وعدہ تھا اُن کا اور وہ آئے صبح کو
وصل کی شب سے ہماری بڑھ گئی توقیرِ صبح

انتظارِ شب عدو کو ہیں طلبگارِ سحر
اک جگہ تدبیرِ شب ہے اک جگہ تدبیرِ صبح

باغ میں عارض سے بس غنچے مقابل ہو چکے
شمعیں ہو جاتی ہیں گل ہوتی ہے جب تنویرِ صبح

صبح کو جیسے نہیں ہے یاد وعدہ شام کا
شام تک تم بھول جاؤگے یونہی تقریرِ صبح

وصل کی شب کیوں نہ ہو عشاق کو بیم دہراس
شام کے پہلو میں آتی ہے نظر تصویرِ صبح

کیوں نہ عاشق کو پیامِ موت ہو روزِ فراق
ریشِ عزرائیل کی صورت ہے ریشِ پیرِ صبح

روزِ محشر اور شبِ فرقت برابر ہو گئے
ایک میں تاخیرِ شام اور ایک میں تاخیرِ صبح

قطعہ
شاہِ آصفجاہ سے پُر نور ہو مُلکِ دکن
یا الٰہی صبح میں جب تک رہے تنویرِ صبح

اُن کے عہدِ معدلت کا تذکرہ ہوتا رہے
دہر میں گھر گھر ہو جب تک ہر سحر توقیرِ صبح

لطفؔ کی ہر دم خدا سے یہ دُعا ہے صبح و شام
ظلِّ سبحانی کے پرتو سے رہے تنویرِ صبح

خ

زلف ہٹنے کو ہے آئیگا نظر یار کا رُخ
جانبِ صبحِ قیامت ہے شبِ تار کا رُخ

چار دن دیکھنے سے آپ کے بیمار کا رُخ
غم کا آئینہ بنا مونس و غمخوار کا رُخ

سخت جانی نے بنایا مجھے بسملِ قاتل
مڑ گیا جانبِ دشمن تری تلوار کا رُخ

امتحانِ کششِ دل سرِ محفل ہو جائے
پھیر لوں اپنی طرف مجمعِ اغیار کا رُخ

گردشِ چشمِ فسوں ساز میں کیا جانے ہے کیا
پھر گیا راہ سے ہر کافر و دیندار کا رُخ

ضعف کہتا ہے کہ مشکل ہے جگہ سے ہلنا
شوق کہتا ہے کہ لے کوچۂ دلدار کا رُخ

دیکھ لے تو بھی ذرا آ کے تماشا اِس کا
قابلِ دید بنا ہے ترے بیمار کا رُخ

فتنۂ حشر بھی محبوسِ خمِ کاکل ہے
صورتِ روزِ قیامت ہے شبِ تار کا رُخ

تم حسین ہو ہیں مگر اور بھی دنیا میں حسین
میرے گھر آؤ دکھا دوں تمھیں دو چار کا رُخ

دل میں ہے جمع کروں کعبہ کے لوگوں کو تمام
اور دکھا دوں کہ اِدھر ہے تری دیوار کا رُخ

بادہ خواری نہ سہی بادہ پرستی ہے وہی
مے سے پلٹا ہے کہیں لطفِ قدح خوار کا رُخ

ملنے کی آتی گھڑی آتی وہ کیونکر تاریخ
تو نے ٹھہرائی بھی تھی کوئی ستم گر تاریخ

شکر صد شکر ملی آج مرے دل کی مراد
ہو گئی وصل کی لڑ بھڑ کے مقرر تاریخ

وہ یہ کہتے ہیں اُسی دن ہو اُسی شب ہے وصال
اِس مہینے میں جو آجائے مکرر تاریخ

بھول کر وعدے کے دِن پُوچھتے ہیں وہ مجھ سے
اُنگلیوں پر میں بتا دیتا ہوں گن کر تاریخ

آج کا وعدہ غلط کل کا ہے اِرشاد درُست
کھول کر دیکھئے خط دیکھئے پڑھکر تاریخ

فاتحہ کا مری دِن بھُول گیا قتل کے بعد
میرے مَرنے کی رہی یاد نہ کافر تاریخ

لطفؔ کو آپ بھُلائیں گے تو وہ بھُولیگا
آپکے وعدہ کی رکھتا ہے وہ لکھ کر تاریخ

د

بر سرِ بام اگر رشکِ قمر می آید
سر بسر مِہر پُر از عیب نظر می آید

در شبِ ہجر و فراقت نگذارد ما را
بہر غمازی دل دیدۂ تر می آید

چہ کنم چارہ کہ آن طبع تلون دارد
منعِ بیداد کند رحم اگر می آید

گریۂ و آہ و فغاں نالۂ دِل بے سود ست
سہل دشوار شود وقت اگر می آید

جانم از دست فلک تاب نگیرد یکدم
آفتِ تازہ بہر لحظہ بسر می آید

غیر آن ہیچ نظارہ نہ توانم کردن
غیرِ آں صورتِ دیگر نہ نظر می آید

ایں چنیں یافت ولم لذتِ ہجر و فرقت
از خیالِ تو وصالِ تو خطر می آید

اثرِ نالۂ شبگیر چہ اِظہار کنم
کہ ستمگر دمِ آغازِ سحر می آید

فارسی شعر دریں حال نوشتم اے لطف
نظم آید نہ مرا لفظِ نثر می آید

ذ

کام آیا نہ کسی کا تعویذ — لائے اُس کے لیئے صد ہا تعویذ
وہ پری اُتری نہ شیشے میں کبھی — آیا کچھ کام نہ گنڈا تعویذ
کیمیا سے ہے سوا ہم کو تلاش — ڈھونڈتے پھرتے ہیں حُب کا تعویذ
وہ بُت آجاتا میرے قابو میں — نہ ملا آج تک ایسا تعویذ
دل پہ کافی ہوا اسی کا اک نقش — ہم نہیں باندھتے گنڈا تعویذ
اس کے دل پر نہ ہوا کچھ بھی اثر — لاکھ دھو دھو کے پلایا تعویذ
نہ چلا میرے کہے پر وہ بُت — کاش ملتا کوئی چلتا تعویذ
سامنے تک کبھی آنے نہ دیا — لاکھ بدوح کا باندھا تعویذ

جھوٹی باتیں ہیں جو مشہور ہیں لطف
نہ عمل سچا نہ سچا تعویذ

ر

جو گزرے گا کبھی کوچہ سے تیرے دلربا ہو کر — وہیں کا ہو رہیگا دل ہمارا نقش پا ہو کر

ہمیں کیا غم چلے جائیں یہاں سے وہ خفا ہو کر ۔۔۔ انھیں کھینچے گا جذبِ دل ہمارا کہربا ہو کر

نہ مجھکو وصل کی خواہش نہ مجھکو ہجر کا ارماں ۔۔۔ ہوا آزاد میں اک بُت کا پابندِ رضا ہو کر

غضب ہے قہر ہے بس آنکھ کے دوچار ہوتے ہی ۔۔۔ نگاہِ یار دل میں گڑ گئی تیرِ قضا ہو کر

لگائیں گے دل اپنا ہم کسی اور ایک رو سے ۔۔۔ ہمارا کر سکو گے کیا بھلا تم بیوفا ہو کر

بغیر اس بت کے کیسی بادہ خواری بلکہ اے ہمدم ۔۔۔ گلے سے آبِ کوثر بھی مرے اُترے دوا ہو کر

تغافل پیشگی منظور تم نے کس طرح کر لی ۔۔۔ ستم ایجاد ہو کر بانیٔ جور و جفا ہو کر

بھلایا پھر جفا و جور و بیداد و ستم اس کا ۔۔۔ پھنسا پھندے میں پھر دل مائلِ زلفِ دوتا ہو کر

بچائیگا تمھیں اے زاہدو پرسش کی آفت سے ۔۔۔ ہمارا دفترِ عصیاں بروزِ حشر وا ہو کر

مقابل ہوتے ہی اس شعلہ رو کے کیا کہیں اے لطف
ہمارا اڑ گیا دل دفعتاً سیماب سا ہو کر

قرار و صبرِ دل سے ہو گئے رخصت خفا ہو کر ۔۔۔ نکما ہو گیا ہے دل کسی کا مبتلا ہو کر

رہیں اغیار سب کے سب تمہارے دلربا ہو کر ۔۔۔ رہوں تو میں رہوں اک درد و غم میں مبتلا ہو کر

عدو کے گھر کو لیجا کر ذلیل و خوار کرتا ہے ۔۔۔ کسی کا نقشِ پا ہر روز میرا رہنما ہو کر

حصارِ فوجِ غم سے تو رہائی سخت مشکل تھی ۔۔۔ مگر آئی شبِ فرقت قضا مشکل کشا ہو کر

فلک نے دی کہاں ہم کو کبھی دم لینے کی فرصت ۔۔۔ رہے ہم مبتلائے آفتِ ارض و سما ہو کر

برا کیوں مانتے ہو سن تو لو بہرِ خدا مجھ سے ۔۔۔ نکلتی ہیں زباں سے حسرتیں میری گلا ہو کر

غضب ہے اور ستم ہے یہ وہ سنکر کچھ نہیں کہتا
ہوا ہے نارسا نالہ ہمارا کیا رسا ہو کر

تجھے لانا پڑیگا جذبِ دل اُس کو بہر صورت
گیا ہے وہ ستمگر چھپ یہاں سے کچھ خفا ہو کر

ہمارے عیش کو عشرت کو فرحت کو مسرت کو
ملایا خاک میں بس درد و غم نے آشنا ہو کر

مجھے پرسش کا عصیاں کی قیامت میں خطر کیا ہے
رہونگا میں تمہارے زیرِ دامانِ قبا ہو کر

وہ ساری عمر والفت دختِ رز کی بھول کر دل سے
پھرا کرتے ہیں لطف الدین اب تو پارسا ہو کر

چرخ کرتا ہے ستم اہلِ قوی کو دیکھکر
تم تو کرتے ہو ستم بے دست و پا کو دیکھکر

یاد آتی ہے وفا اس بیوفا کو دیکھکر
بھول جاتا ہوں جفا عذرِ جفا کو دیکھکر

یا کہوں اس کو شرارت یا کہوں اسکو ادا
پوچھتے ہیں حالِ دل زلفِ دوتا کو دیکھکر

رشک سے دل پس گیا خوں ہوگیا میرا جگر
دستِ نازک پر ترے رنگِ حنا کو دیکھکر

کب کیا شکوہ عدو کا کیوں ہے مجھ سے خشمگیں
کچھ تو کہہ بہرِ خدا ظالم خدا کو دیکھکر

کیا کہوں کس آرزو سے ہمنشیں اس شوخ کو
دیکھتا ہوں اس دلِ حسرت فزا کو دیکھکر

یاد دلواتی ہے ہر شب گیسوئے دلدار کی
اک بلا پیچھے پڑی ہے اک بلا کو دیکھکر

لب پہ حرفِ مدعا تک بھی نہیں آتا مرے
اس بتِ بے رحم کی شرم و حیا کو دیکھکر

ٹکڑے ٹکڑے دل ہمارا کیوں نہ ہو شل کتاں
واترے اے ماہ وش بندِ قبا کو دیکھکر

اسقدر عادی ہوا ہوں اُن کے جور و ظلم کا
بھاگتا ہوں سایہ بالِ ہما کو دیکھکر

میں وہی ہوں لطفؔ جس سے تم کو کچھ پردہ نہ تھا
اب تو شرماتے ہو اپنے مبتلا کو دیکھ کر

بڑی آفت مچائی ہے مقامِ دل ستاں ہو کر
بہت فتنے اُٹھائے ہیں زمیں نے آسماں ہو کر

نظر آتی نہیں ہے خیر قاتل کچھ قیامت میں
گواہی دینگے اہلِ حشر کس کے ہمزباں ہو کر

جفا و جور اُس بت کے وفا و صبر اس دل کے
بیاں ہونگے پسِ مردن یہ میری داستاں ہو کر

بھلا اُس شوخ سے بوسہ میں کسطرح طلب کرتا
غضب میں جان ڈالی اُس نے میری بے دہاں ہو کر

رضا جوئی نبھے یارب ہماری اُس جفا جو سے
نہ نکلے حرف کوئی روزِ محشر وا زباں ہو کر

نہ ہوتا یہ جو مضطر تو بھلا کچھ حال کُھلتا بھی
کیا رسوا مجھے اس دل نے ہائے رازداں ہو کر

بس اتنی آرزو پر میں جفا و جور سہتا ہوں
وفا دل میں ہو تیرے حسابِ دوستاں ہو کر

یقیں ہے جان پھر آئیگی تن میں یہ پا بوسی
کبھی گزرو گے تربت سے جو میری مہرباں ہو کر

مرا ہی ساختہ دیکھو مجھی پر ظلم کرتا ہے
دھواں آہِ دلِ محزوں کا میری آسماں ہو کر

نہ نکلے گا کبھی کانوں سے اُن کے پنبۂ غفلت
یونہی رہجائیگی جانِ حزیں صرفِ فغاں ہو کر

چھپا کر آج دامن میں کسی جا شیشۂ مے کو
لئے جاتے تھے میخانہ سے لطفؔ الدین خاں ہو کر

میرے مونس مرے غمخوار دل و جاں ہو کر
مجھکو دیوانہ بناتے ہیں پریشاں ہو کر

اسقدر دے مجھے اے پیرِ مغاں بادۂ ناب
محتسب سے میں رہوں دست و گریباں ہو کر

خاک دیوانے کی تقریر کو سمجھے وہ شوخ
حرف مطلب بھی جو نکلا ہے تو ہذیاں ہو کر

دل آشفتہ سنبھالے سے سنبھل سکتا ہے
زلف تیری نہیں سلجھے جو پریشاں ہو کر

لطف جو گلشنِ جنت کے سنے ہیں واعظ
ایک دن دیکھ لے ہم صحبتِ رنداں ہو کر

اے خدا اُن کے ستم کی تو نہیں ہوں تصویر
غیر تک دیکھتے ہیں مجکو جو حیراں ہو کر

رُک گئے آج وہ گھر غیر کے جاتے جاتے
رہ گئے آج مری موت کے ساماں ہو کر

در بدر کوچہ بکوچہ دلِ صد چاک کا حال
دستِ وحشت سے ہوا چاک گریباں ہو کر

رازہائے دلِ عشاق بیاں کرتا ہوں
شرم آتی ہے مجھے لطف غزل خواں ہو کر

دعویٰ نہیں درم کا مجھے روزگار پر
کچھ داغ چاہتا ہوں دلِ داغدار پر

پھر کیا ہے سیرِ کوچۂ دلدار مفت ہے
تیرے نکل تو آئیں دلِ بیقرار پر

پروردۂ کنارِ اَلم ہوں میں ہم نفس
جاں کو کروں نثار لحد کے فشار پر

دم بھر بھی چین سے نہ رکھا جان کو مری
اک دن پڑے گا صبر دلِ بیقرار پر

مجھ تفتہ جاں کو چادرِ گل سے ہے کیا غرض
جھڑتے ہیں پھول شمع سے لوحِ مزار پر

صیاد دے چکے ہیں مجھے بال و پر جواب
کھول کر تو دیکھ مرے ایک بار پر

تم سے ملیں گے لاکھ نہ ملنا کسی سے تم
ورنہ کھلے گا رازِ محبت ہزار پر

کچھ آرزو نکالیئے اُمیدوار کی
کچھ رحم کیجئے مرے اَحوالِ زار پر

اے لطفؔ اُس کے لطف سے ہوتے ہیں صبح و شام
پیرِ مغاں کا لطف ہو جس بادہ خوار پر

ذبح بھی کرتا ہے اور کہتا ہے فریاد نہ کر
دِل کو اِتنا تو مرے قتل پہ فولاد نہ کر

بزمِ اغیار میں رہتے ہو شب و روز مدام
مجھ کو کہتے ہو خبردار تو فریاد نہ کر

زندگی میں تو نہ کی قدر وفاداری کی
بعد مرنے کے بھی تو مجھکو کبھی یاد نہ کر

کونسا پورا کیا اُس نے کبھی قول اے دِل
ناحق اُمید میں عمر اپنی تو برباد نہ کر

بے خطا لطفؔ پہ کیوں ظلم کیا کرتا ہے
کوئی تقصیر بتا اِتنا تو بیداد نہ کر

ہیں جان کے درپے دِل دیوانہ جلا کر
ان کا تو کلیجہ ہوا ٹھنڈا نہ، جلا کر

ہم جل کے ہوئے خاک پر اس شوخ ادا نے
جلنے کا سبب بھی کبھی پوچھا نہ جلا کر

اب نالۂ سوزاں سے بچاؤ چمن اپنا
صحرا تو گیا آپ کا دیوانہ جلا کر

جلتے کو بھری بزم میں تم یوں نہ جلاؤ
مجکو نہ دِکھاؤ پرِ پروانہ جلا کر

برباد کیا چرخ نے جب چین اسے آیا
ٹھنڈی ہوئی بجلی مرا کاشانہ جلا کر

آہوں سے بچیگا نہ دِل نالہ کش اپنا
گھر پھونک ہی ڈالے گا یہ دیوانہ جلا کر

مخمور نگاہوں نے کیا ہے تری بیخود
صحرا کو چلا ہوں خم و خمخانہ جلا کر

اے آہ شرربار تو ہی خاک بنا دے
اِترائے نہ بجلی مرا کاشانہ جلا کر

اب لطف کی باتوں سے یہ کیوں آگ لگی ہے
ہم کہتے نہ تھے آپ کو دیکھا نہ، جلا کر

کبھی مجنوں کبھی قاصد کبھی شیدا بنکر
کیا کہیں ان کی گلی میں گئے کیا کیا بنکر

ان کے بدلے تو ہی تصویر خیالی آجا
چشم وا کب سے ہیں آغوشِ تمنا بنکر

کل تو چالاکی سے کی غیر کی پیغام بری
آج یہ فکر ہے جاؤں میں وہاں کیا بنکر

اُن کو بے پردہ کبھی دیکھنے بھی دیتی ہے
تابشِ حسن نقابِ رُخِ زیبا بنکر

درد و غم سے مجھے ملجائے کسی طرح نجات
ملک الموت ہی آجائیں مسیحا بنکر

محتسب آج کی شب تو مجھے پی لینے دے
ابھی آئے ہیں نئے ساغر و مینا بنکر

درد الفت ہے مجھے جان سے سو طرح عزیز
آپ اچھا نہ کریں مجکو مسیحا بنکر

محفلِ غیر سے آتے شبِ وعدہ کیا خاک
وہ جمے بیٹھے ہیں عاشق کی تمنا بنکر

کوئی باقی ہے تو اب ہے یہی ارماں باقی
لطف کے تم رہو اور لطف تمہارا بنکر

ز

غمزے ترے ستم کے ہیں اور ہیں بلا کے ناز
اور اس پہ ہیں سوا تری شرم و حیا کے ناز

پہلو میں دل ہے مثلِ کتاں ہمنشیں مرا
کیسے اُٹھا سکوں گا بھلا مہ لقا کے ناز

پہلے تو رشک غیر کا نام و نشاں نہ تھا
بس میں نہ تھا اور تجھے تری شرم و حیا کے ناز

اُلجھے ہوئے ہیں آفتِ رنج و فراق میں
پیشِ نظر ہیں آپ کی زلفِ دوتا کے ناز

عاشق سے صبر ہوگا بھلا کیا شبِ وصال
اچھے نہیں یہ آپ کی بندِ قبا کے ناز

خوف و خطر نہیں مجھے جورِ فلک سے کچھ
عادی ہوا ہوں اُن کے اُٹھا کر بلا کے ناز

آنکھوں کے سامنے مرے دل کو چُرا لیا
معلوم ہیں مجھے ترے دزدِ حنا کے ناز

وعدہ وفا کیا تو بھلا ایک بات ہے
بے فائدہ اُٹھائیں گے کیوں بیوفا کے ناز

آنے دو آتی ہے جو قیامت نہیں ہے حرج
محشر پہ تم کہیں نہ دکھانا چلا کے ناز

انداز آپ کا ہے مجھے ہر طرح پسند
چاہو بگڑ کے عشوہ کرو یا بنا کے ناز

ظلم و ستم زمانے کے سہنے پڑے ہیں
اِک ہم نے کیا سہے ہیں ستم آشنا کے ناز

کیا دیکھیں لطف عشوہ و غمزہ کو حور کے
بیٹھے ہوئے ہیں وہ تو تمہارے اُٹھا کے ناز

منظور ہے کہ دہر میں رکھوں اماں ہنوز
کرتا نہیں ہوں نالۂ آتش فشاں ہنوز

دیکھا نہیں عدو پہ اُسے مہرباں ہنوز
معلوم ہی نہیں مجھے جورِ بتاں ہنوز

فرقت کا رنج آپ کے دُشمن کو ہو نصیب
دیکھی نہیں ہیں آپ نے بیتابیاں ہنوز

بیداد و جور و ظلم کا جاری ہے سلسلہ
اُلفت کو جانتا نہیں جانِ جہاں ہنوز

افسوس بے نیاز اجل نے بنا دیا
سہنے تھے جور خواہ کو نازِ بتاں ہنوز

اخفائے ربطِ غیر ہے مقصودِ بے وفا — مجھ پر ہوا نہیں جو وہ نامہرباں ہنوز

آسودہ ایک دم نہ رہے گا جفا پسند — ظالم تری تلاش میں دل ہے تپاں ہنوز

محشر میں اور فتنۂ محشر بپا کرو — بیداد کا جناب کی ہے امتحاں ہنوز

ہوں سوردِ بلا مجھے کیا خوف برق کا — رکھتا ہوں بادِ تند میں میں آشیاں ہنوز

یہ اختلاطِ غیر بگاڑے نہ بزمِ عیش — نالوں نے تو کیا نہیں محشر عیاں ہنوز

اس کی وفا کبھی نہ کبھی رنگ لائے گی
بیداد گر تو لطف پہ ہے مہرباں ہنوز

س

کیسے ممکن ہو رسائی مری اب یار کے پاس — فتنہ پرداز ہیں سب جمع ستمگار کے پاس

آپ واعظ ہیں ہم اور آپ ہی ناصح اپنے — کون جاتا ہے بھلا زاہدِ مکار کے پاس

بس سرکنا ہی تھا اس ہوش ربا کا ہمدم — گر پڑا سایہ سا ہیں روزنِ دیوار کے پاس

ایک محروم فقط رہتے ہیں ہم جانِ جہاں — خط پہ خط روز چلے آتے ہیں اغیار کے پاس

حیف ہی سن کے بھی پوچھا نہیں تم نے اتنا — کون روتا تھا یہاں رات کو دیوار کے پاس

بے نقاب آئے وہ لیکن نہ ہوئی دید نصیب — تاب و طاقت ہی نہ تھی طالبِ دیدار کے پاس

لطف کیا تم سے کہیں روزِ وصالِ دشمن
حسرت و یاس کا مجمع تھا دلِ زار کے پاس

ش

دیکھئے چشمِ فتنہ گر کی تلاش	آج دل کی ہے کل جگر کی تلاش
روزِ فرقت تلاشِ شب ہے مجھے	اور فرقت کی شب سحر کی تلاش
عمرِ رفتہ کا کچھ پتہ نہ چلا	رات دن ہم نے عمر بھر کی تلاش
آگئی جان جب لبوں پہ مری	اب وہ کرتے ہیں چارہ گر کی تلاش
دل ہی جاتا ہے کچھ نہ کچھ آخر	کام آجاتی ہے بشر کی تلاش
روز چلتا ہوں میں نیا رستہ	روز رہتی ہے نامہ بر کی تلاش
چھپ رہو شوق سے مرے دل میں	آپ ہی کی قسم اگر کی تلاش
نہ ملا ایک کو بھی تم سا حسیں	میں نے دیکھی ہر اک بشر کی تلاش
لٹ گئے سینکڑوں ہزاروں دل	پھر بھی باقی ہے اس نظر کی تلاش
وہ ہے بے چین غیر بے آرام	پھر بھی نالے کو ہے اثر کی تلاش

نظرِ لطف ڈھونڈتا ہے لطفؔ
اس کو ہے آپ کی نظر کی تلاش

ص

دل میں ہے مرے تری بھری حرص	شیشے میں ہے گویا اک پری حرص

کون ایسا بشر جہان میں ہے — جس میں نہیں نام کو ذری حرص
دنیا کی ہوس سے بھر گیا جی — دیکھیں گے اب اور دوسری حرص
یہ کہتے ہی کہتے عمر گذری — اب یہ ہے ہماری آخری حرص

کیا کہیئے غنا کا لطف کے حال
منہ پہ نہیں دل میں ہے بھری حرص

ض

دہانِ مہر و لبِ قمر سے سناؤنگا داستانِ عارض — لکھونگا خطِ شعاعِ خورسے ثنائے رخ اور بیانِ عارض
نشانِ بوسہ نہ مٹ سکیگا لبِ تمنا کا نقش ہے یہ — جما ہی مہر و وفا کی صورت بڑہائیگا اور شانِ عارض
کبھی بناتے ہیں لالہ گوں یہ کبھی بناتے ہیں نیلگوں یہ — لبوں سے بیرے خدا ہی سمجھے یہی تو ہیں دشمنانِ عارض
چڑہی ہیں تیور شکن جبین پہ قمر سے نظریں لٹی ہوئی ہیں — نقاب پہ ہاتھ بھی رکھا ہی کروگے کیا امتحانِ عارض
ہمارا دل ہی مقامِ اُلفت ہمارا سر ہے مقامِ سودا — ہماری آنکھیں تمہارا مسکن ہمارے لب ہیں مکانِ عارض
لیئے جو شب بیشمار بوسے سحر یہ آفت اُٹھا رہے ہیں — نہ دم ہی باقی ہمارے لب میں نہ اُنکے عارض میں جانِ عارض
نشانِ بوسے سے شرم کیوں ہے اُسے تو تم نے ہی منہ لگایا — یہ رات یاری یوں ہی رہیگا بنا ہوا میہمانِ عارض
کبھی ہیں چہرے پہ انکی نظریں کبھی فلک پر ہیں میری آنکھیں — کبھی ہے رخ پہ یقین قمر کا کبھی قمر پہ گمانِ عارض

تمہارا عاشق تمہارا شیدا کہ نام جسکا ہے لطفِ دیخان
دہی تو ہے زلف کا ثنا گر وہی تو ہے مدح خوانِ عارض

حال بُرا ہوا کرے جان سے جی سے کیا غرض
دل کی لگی بجھائے وہ اُسکو لگی سے کیا غرض

تیرا زمانہ مبتلا تو بھی ہوا کسی کا کیا
تو ہے غرض کا آشنا تجھکو کسی سے کیا غرض

دل کوئی دے تو آپ دے جان کوئی دے تو آپ دے
اس سے غرض ہزار کو اس کو کسی سے کیا غرض

تو نے نکالا در سے جب کاہے کو آؤنگا میں اب
تجھ سے ہی جب رہا نہ کام تیری گلی سے کیا غرض

بزم عدو میں آپ سے مِل ہی لیا ہوں چال سے
نشہ کا بھید تھا یہی بادہ کشی سے کیا غرض

تم دئے جاؤ رنج و غم سہنے کو مستعد ہیں ہم
تم کو زیادتی سے کیا تم کو کمی سے کیا غرض

آج نہیں تو کل سہی کل نہیں پھر کبھی سہی
وعدہ وصل ہو وفا مجھکو ابھی سے کیا غرض

چھیڑتے ہو کہ کچھ کہوں بزم میں گدگدا کے کیوں
اوپری چھیڑ چھاڑ یوں ایسی ہنسی سے کیا غرض

جانکے ہم نے دل دیا رنج و عذاب سب لیا
آج ہنسی سے کیا غرض آج خوشی سے کیا غرض

کوئی برا کہے کہے کوئی بھلا کہے کہے
جس سے غرض ہو اُس سے ہے ہم کو کسی سے کیا غرض

اب کوئی خوش ہو یا خفا اُسکی خوشی نہ اُسکا غم
آپکے ہو گئے ہیں ہم ہمکو کسی سے کیا غرض

وعدہ تو ہو گیا ہے لطف آج وہ آئینگے ضرور
میری دعائے وصل کو بے اثری سے کیا غرض

ط

جی بہلتا ہے محبت میں کہیں ہمدم غلط
کہنے سننے سے بھی ہوتا ہے کسی کا غم غلط

اسی باتوں کی توقع رکھیئے گا اغیار سے ۔ جھوٹ ہم کہتے ہیں تم سی بات کوئی ہم غلط

اس نے میرا قصۂ غم جھوٹ جانا کس طرح ۔ نامہ بر مضموں خط میں تھا بہت ہی کم غلط

ہیں ہوائی تیری باتیں تیرا سب کہنا ہے جھوٹ ۔ اے صبا ثابت ہوئی تیری خبر ہر دم غلط

اُنکے اب قول و قسم ہونے لگے کچھ کچھ صحیح ۔ اُنکے وعدے اب تو کچھ ہونے لگے کم کم غلط

کونسے وعدے کو اُنکے جانئے دل میں صحیح ۔ قول دیتے ہیں وہ جھوٹا دیتے ہیں وہ دم غلط

لطفؔ سے جو کچھ کہا اب تک ہوا وہ سب صحیح
سارے وعدے آپنے جھوٹے کیئے پیہم غلط

ظ

اچھا کیا نہ تم نے کیا پیار کا لحاظ ۔ کرتے تو اپنی بات کا اقرار کا لحاظ

آنکھوں سے اشک بہ گئے دیکھا جو حال دل ۔ بیمار کو بھی ہوتا ہے بیمار کا لحاظ

جو نشہ میں ہوئی تھی خطا ہو گئی معاف ۔ کیا بیخودی نے رکھ لیا میخوار کا لحاظ

خلوت ہے رات وصل کی ہے پھر حجاب کیوں ۔ کبتک کرے گا بندہ یہ سرکار کا لحاظ

قامت پہ یار کے ہے قیامت مٹی ہوئی ۔ ہے حشر کو بھی یار کی رفتار کا لحاظ

چلتے ہیں کام لطفؔ جہاں کے ملاپ سے
انساں وہ کیا ہے جس کو نہ ہو پیار کا لحاظ

ع

دیتا ہے مشک زلفِ معنبر کی اطلاع
کرتا ہے مہر عارضِ انور کی اطلاع

میں کون ہوں کہاں ہوں جنوں تو ہی کچھ بتا
اپنی مجھے خبر ہے نہ کچھ گھر کی اطلاع

اپنے ستم پہ اتنا نہ اترائے آسمان
اس کو اگر ہو تجھ سے ستمگر کی اطلاع

آنکھیں لڑا رہا ہوں جو ابروئے یار سے
قاتل کو کر رہا ہوں میں خنجر کی اطلاع

دشمن کی بیوفائی کا ہم سے ہو ذکر کیوں
اس کی تو ہم نے آپ کو اکثر کی اطلاع

وہ ہیں عدو ہے محفلِ عیش و نشاط ہے
اب ہو چکی انھیں دلِ مضطر کی اطلاع

آیا سمجھ میں دل کے نہ کاکل کا پیچ و خم
اپنا سمجھ کے ہم نے تو اکثر کی اطلاع

پہلو سے لے لیا کسی نیچی نگاہ نے
دل کو بھی ہونے پائی نہ دلبر کی اطلاع

چوری کا بھید زلفِ پریشاں سے کھل گیا
آخر کو ہو گئی دلِ مضطر کی اطلاع

دل کہہ رہا ہے غیر سے کل تم نے بات کی
اس کو نہ جانئے کوئی باہر کی اطلاع

بیٹھے ہیں لطف وعظ کی محفل میں کیا کروں
دیتی ہے مجھ کو شیشہ و ساغر کی اطلاع

غ

داغِ فرقت کا ہی روشن رہا مرے دل پر چراغ
رات دن جلتا ہوا رہتا ہے میرے گھر چراغ

شمع رو کے ایک ہی جلوے نے بسمل کر دیا
بن گیا عاشق کے حق میں دشنہ و خنجر چراغ

ان کے عارض کا نہیں تو آفتابِ حشر کا
دے مرے ظلمت کدہ کو داورِ محشر چراغ

صبح و شامِ ہجر کو میرے نہ ہرگز پا سکیں
مہر کا لیکر بھی گو ڈھونڈیں مہ و اختر چراغ

ان کے زلفوں کے مقابل داغِ دل کرنیکو ہوں
دیکھنا کالے کے آگے جل سکے کیونکر چراغ

کوئی دل ایسا بھی ہے جسمیں نہیں ہے داغِ عشق
سوزِ فرقت نے مرے روشن کئے گھر گھر چراغ

آفتابِ حشر کو غرقابِ خجلت کر دیا
ہم نے داغِ دل کا چمکا کر سرِ محشر چراغ

چار دن کے واسطے بھی غیر مر جائے اگر
اس خوشی میں میں جلاؤں ایک کیا ستر چراغ

ہم بغل ہے شعلہ رو دل میں ہے عکسِ شعلہ رو
ایک روشن دل کے اندر ایک ہے باہر چراغ

دستِ رنگیں میں مرے ساقی کے ہے جام دیکھنا
ہے لبالب مے سے ساغر یا سرِ ساغر چراغ

شعلۂ برقِ جمال اس بت کا کہتے ہیں جسے
لطف کا ہے دشمنِ ایمان یہی کافر چراغ

ف

نہ دیکھے حور کو دیکھے نہ وہ پری کی طرف
تمھیں جو دیکھے نہ دیکھے وہ پھر کسی کیطرف

کسی کو کر دیا بیخود کسی کو دیوانہ
اگرچہ بزم میں دیکھا نہیں کسی کیطرف

دیئے ہیں رنج وہ ہم کو خوشی کے خوابوں نے
خیال اب نہیں جاتا کبھی خوشی کیطرف

سایہ بھی آپ کا مری نظروں میں غیر ہے
وہ بدگماں ہوں مجھ سا کوئی بدگماں نہیں

اب تو ٹھنی ہے دل میں چلے آہ شعلہ بار
ہم ہی نہیں جہان میں یا آسماں نہیں

دل کی ہوس نکال دے اے چارہ گر مگر
قابل علاج کے مرا درد نہاں نہیں

خود رفتگی بھی ہو گئی اب شاملِ جنوں
دامن کے ٹکڑے جیب کی اب دھجیاں نہیں

صرصر سے برق سے مجھے خوف و خطر ہو کیا
جب گلشن جہاں میں مرا آشیاں نہیں

پھر میرے آنے جانے کی کیوں روک ٹوک ہے
کیا سجدہ گاہ خلق ترا آستاں نہیں

غیروں سے پوچھتے ہو مرا حالِ زار کیوں
سمجھے ہیں آپ کیا مرے منہ میں زباں نہیں

مقصود ہے مجھے کہ نہ جاگیں عدو کے بخت
اے غمگسار اس لئے لب پر فغاں نہیں

آئے نہ نیند تم کو تو مجھ کو بلائیے
مجھ سے زیادہ اور کوئی قصہ خواں نہیں

بیداد جس قدر تجھے کرنی ہو کر فلک
اس لطف کو تو طاقتِ آہ و فغاں نہیں

ہم انھیں رشکِ حور کہتے ہیں
وہ ہمیں بے شعور کہتے ہیں

اشک تو کر رہا ہے راز افشا
اور وہ میرا قصور کہتے ہیں

صبر کر ماجرا ترا اُن سے
اے دلِ ناصبور، کہتے ہیں

جائیں کس طرح بزم میں ان کی
دُور سے دُور دُور کہتے ہیں

ہم تو اس بت کے نورِ عارض کو
جلوۂ کوہ طور کہتے ہیں

وہ جلانے کو میرے غیروں سے — آپ آئیں ضرور کہتے ہیں
دیکھ کر اضطراب کو میرے — وہ مجھے ناصبور کہتے ہیں

راز کی بات لطفؔ وہ میری
غیر سے بالضرور کہتے ہیں

تو نہ کہہ بہرِ خدا ناخنِ تدبیر نہیں — غیر کا عقدہ کشا زلفِ گرہ گیر نہیں
کیا عیاں ناصحِ مشفق خطِ تقدیر نہیں — کیا مرے پاس ستم پیشہ کی تحریر نہیں
دل ہے میرا خمِ گیسوئے ستمگر کا اسیر — میں وہ مجنوں ہوں مجھے حاجتِ زنجیر نہیں
تا تصور میں نہ جائیں وہ عدو کے شب بھر — اس لئے لب پہ مرے نالۂ شبگیر نہیں
دلِ شیدا تو ہے حسرت کشِ آزارِ خلش — ناوک افگن مرے سینے میں کوئی تیر نہیں
ڈھیر کو میری اُڑا کر تو نہ لیجا صرصر — خاک ہے عاشقِ کشتہ کی کچھ اکسیر نہیں
ہے غلط عذرِ جفا سے ہو بنائے اُلفت — دل شکستہ یہ مرا قابلِ تعمیر نہیں
خاتمہ کو مرے کافی ہے اشارہ تیرا — سرِ تسلیم تو منت کشِ شمشیر نہیں
چاہنا وصل کو تیرے تجھے رکھ کر دلمیں — یہ تقاضائے ہوس ہے مری تقصیر نہیں
اپنی آرایش خانہ ہی سمجھ کر رکھ لے — پیکرِ شیفتہ کیا صورتِ تصویر نہیں
ہے تری انجمنِ عیش انہی سے خالی — میری توقیر نہیں غیر کی تحقیر نہیں

عرضِ مطلب سے نہ ڈر لطفؔ بقولِ سالک
پاؤں کی طرح زبان بستۂ زنجیر نہیں

ستمگر سے طلب ہم رخصتِ بیداد کرتے ہیں — خرابی کی ترے چرخِ کہن بنیاد کرتے ہیں

ترے کب دل گرفتہ شکوۂ بیداد کرتے ہیں — ترے کب ظلم دیدہ نالہ و فریاد کرتے ہیں

غضب ہے۔ کیا ستم ہے لطف میں بیداد کرتے ہیں — مری آغوش میں رہکر عدو کو یاد کرتے ہیں

جنوں میں خوش ہوں میں اے چارہ گر صحرا نوردی سے — کہ خارِ دشت کارِ نشترِ فصاد کرتے ہیں

امید و ناامیدی کی کشاکش میں ہیں وارفتہ — کبھی خاموش رہتے ہیں کبھی فریاد کرتے ہیں

توقع دائمی خدمتگزاری کی میں کیا رکھوں — کہ وہ ہر روز اک بندہ نیا آزاد کرتے ہیں

ہمارے گلبدن کی آج کیا گلشن میں آمد ہے — عنادل کس لئے شورِ مبارکباد کرتے ہیں

بلا و آفت و رنج و محن کے شیفتہ ظالم — تجھے کب یاد کرتے ہیں ستم کو یاد کرتے ہیں

جہاں کے بادہ کش مے نوش میخانوں میں جاجاکر
جواں مرگی کو لطفِ الدینخاں کی یاد کرتے ہیں

خوگرِ جور ہوں میں رنج سے بیزار نہیں — تا دمِ مرگ نہ بولوں گا ستمگار نہیں

خواب آنکھوں میں کہاں ہجر میں تیرے ظالم — بختِ خفتہ کو ملا دیدۂ بیدار نہیں

کیوں نہ پہنچوں گا ترے کوچہ میں میں بے کھٹکے — چشمِ درباں میں جو کھٹکے وہ تنِ زار نہیں

ہے فقط الفتِ دشمن مری رنجش کا سبب — میں ستمکش نہیں اور وہ بھی ستمگار نہیں

کثرتِ رنج و غم و گریہ پہ یہ حجت ہے — کہ مرے گھر کو حصارِ در و دیوار نہیں

دل نشین ہے تری تصویر اب اک پردہ نشین — چشمِ وارفتہ تمناکشِ دیدار نہیں

لطفِ مشتاق ہیں اشعار کے سب اہلِ ہنر
اک غزل اور سنا دے بھلا دو چار نہیں

دل میں رہتا ہے مرے وہ مہِ کنعاں برسوں
خانہ ویران نہیں خانۂ ویراں برسوں

نہ رکھا پر نہ رکھا خاک پہ شیدا کے قدم
توسنِ یار رہا دہر میں جولاں برسوں

یاد آئے گا مرے بعد مرا گریہ اسے
روئے گی مجھ پہ بہت خاکِ گلستاں برسوں

لاغری بزم میں تیری مجھے لائیگی ضرور
دیکھتا ہی تو رہے گا ترا درباں برسوں

نظر آئے گا نہ جلوہ ترا اے پردہ نشین
لاکھ حیران رہے دیدۂ حیراں برسوں

شعلۂ آہِ جگر تفتہ سے بعدِ مردن
میری تربت پہ رہی شمع فروزاں برسوں

گیسوؤں کا نہیں کچھ آپ کے آساں سودا
کیوں نہ حیران رکھیں زلف پریشاں برسوں

لطف بھولے سے دل اپنا تو ستمگر کو نہ دے
ورنہ ہونگی نہ تری مشکلیں آساں برسوں

کیونکر کہوں کہ کوئی مرا دل ربا نہیں
کیا ہاتھ میں جناب کے دزدِ حنا نہیں

جنت میں زاہدوں کو نہ چھوڑے وہ ہی بلا
کہتے ہیں سچ کہ بنتِ عنب پارسا نہیں

نکلے گی جان تن سے مری مدعا کیساتھ
معلوم ہے مجھے ابھی میری قضا نہیں

آساں نہیں ہے بزم سے مجھ کو نکالنا
میں ہوں جناب غیر کا کچھ مدعا نہیں

روزِ ازل سے مسکنِ دل زلف ہو چکی
تم لاکھ دل ربا ہو مگر دل ربا نہیں

میں نے کی کوشش بہت جاتا نہیں
آپ ہی آئیں تو جلائے دردِ دل

نام سن کر لطف کا کہتے ہیں وہ
ہاں وہی نا، مبتلائے دردِ دل

میری شبِ فراق تو کر گئی کارہائے دل
پائے عدو نہ جم سکے ایسی بنی ہو ہائے دل

اب نہیں تابِ اضطراب ایک گھڑی نہیں ہے چین
جان کے سر گر پڑے ٹال ہی دوں بلائے دل

عشق کی ساری آفتیں میرے لیے ہیں آفتیں
کیوں نہ سہے ترے الم کیوں نہ ستم اٹھائے دل

تم ہی تو ہو قرارِ دل تم ہی تو ہو سکونِ جان
تم ہی پہ کیوں نہ جائے جان تم ہی پہ کیوں نہ آئے دل

دیدۂ فتنہ آفریں زلفِ سیاہ خم بہ خم
بن گئے ہیں مرے لیے آفتِ جاں بلائے دل

شربتِ وصل نے تو اور تشنہ لبی زیادہ کی
سچ تو یہ ہے کہ اس سے بھی ہو نہ سکی دوائے دل

لطفِ ستم نہ سہہ سکے جس کے کوئی زمانے میں
اس کو دیا ہے میں نے دل میرا سا کوئی لائے دل

م

کچھ دلِ ناداں کو بہلائیں گے ہم
حضرتِ ناصح کو بلوائیں گے ہم

پھر کسی کافر پہ مرجائیں گے ہم
پھر شہیدِ ناز کہلائیں گے ہم

اس بتِ بیداد گر کے پاس آج
دیکھئے اچھی نہیں حسرت کُشی

بوالہوس کا ہم پہ ہنسنا ہے عبث
امتحانِ آفتابِ حشر ہے

اک نگاہِ لطفِ ساقی سے ابھی
گو کرے گمراہ اُلفت غیر کی

وہ شبِ وعدہ اگر آئیں تو کیا
ناامیدی سے ہوئی ہے یہ امید

سہر ہتھیلی پر لئے جائیں گے ہم
اور ہی کچھ رنگ پھر لائیں گے ہم

چشم تر سے آبرو پائیں گے ہم
داغِ فرقت ساتھ لیجائیں گے ہم

بیخودی سے آپ میں آئیں گے ہم
راستے پر ان کو پھر لائیں گے ہم

ایک ہی غمزہ میں مرجائیں گے ہم
موت سے اپنی شفا پائیں گے ہم

لے کے تیغِ ناز فرماتے ہیں وہ
لطف پہ کچھ لطف فرمائیں گے ہم

کج ادائی سے تری اے جانِ جاں سمجھے تھے ہم
دل بہل جاتا نہ کیوں کر تذکرہ تھا یار کا

آمد و رفتِ عدو نے راہ کردی خارزار
حسرتیں سب رفتہ رفتہ بنگئی ہیں میزباں

غیر پر مہر و وفا دیکھا تو کچھ آنکھیں کھلیں
ہم وصالِ یار میں بھولے تھے ایسا رنجِ ہجر

بوالہوس اغیار پر نامہرباں سمجھے تھے ہم
پندِ ناصح شامِ ہجر اک داستاں سمجھے تھے ہم

کوچۂ دلدار کو رشکِ جناں سمجھے تھے ہم
خانۂ دل کے انھیں تو میہماں سمجھے تھے ہم

ظلم و بیداد و ستم نازِ بتاں سمجھے تھے ہم
خاتمہ گردش کا میری آسماں سمجھے تھے ہم

لطفؔ واعظ کہہ رہا ہے اور حلیہ حور کا
دخترِ رز کو آج تک حورِ جناں سمجھے تھے ہم

دل کو لگا کے اک بتِ نا آشنا سے ہم
ماتم کدے میں آئے ہیں عشرت سرا سے ہم

ہر گز رہا ہے وہ نہ رہے گا لئے بغیر
دل کو بچا سکیں گے نہ دزدِ حنا سے ہم

ہو کر کہاں کہاں سے تجسس میں یار کی
دار الفنا میں آئے ہیں دار البقا سے ہم

ناصح خدا کے سامنے روزِ مواخذہ
اچھے رہیں برے رہیں تیری بلا سے ہم

بسمل ہوئے ہیں جب سے سمجھنے لگے سوا
تیر نگہ کو یار کے تیرِ قضا سے ہم

عذرِ جفا سے ہوتے ہیں مجبور ہر گھڑی
باز آئیں کس طرح سے الٰہی وفا سے ہم

کس ڈھب سے ہم نکالتے ہیں لطفؔ کام دل
لیتے ہیں ان کے ہاتھ کے بوسے حنا سے ہم

ن

کونسا دل ہے کہ جو تیرا طلبگار نہیں
کونسا دیدہ ہے جو طالبِ دیدار نہیں

سامنے میرے تو کرتے ہیں اشارے ہر دم
اس پہ دعویٰ ہے کہ غیروں سے سروکار نہیں

اب کروں انکی عیادت کا میں کیا شکر بھلا
تابِ نظارہ نہیں طاقتِ گفتار نہیں

غمگسار و مرے کیا پوچھتے ہو تم مجھ سے
حالِ بیتابیٔ دل قابلِ اظہار نہیں

جور پر تو بھی تو مایل ہے بہت اے اعدا — کون ایسا ہے جسے عشق کا آزار نہیں
ان کے دیدار پہ موقوف ہے میری صحت — چارہ گر سے ہو تدارک یہ وہ آزار نہیں
اور بھی سینکڑوں آزار رساں ہیں مجھے — پئے بیداد فقط چرخِ ستمگار نہیں
ہیں ہمارے ہی لیے حیلے بہانے لاکھوں — وصل دشمن کے لیے حجت و تکرار نہیں

جور و بیداد شب و روز ہے مجھ پر اے لطف
پھر یہ کہتے ہیں کہ کچھ تجھ سے سروکار نہیں

وہ برہمن ہوں مرے دوش پہ زنار نہیں — وہ مسلمان ہوں سب کہتے ہیں دیندار نہیں
ہمنشیں مونس و ہمدم مرے سب نام کو ہیں — میں وہ غمخوار ہوں میرا کوئی غمخوار نہیں
ان کے آتے ہی چلے آتے ہیں بس شرم و حیا — لاکھ کہتا ہوں کہ خلوت ہے یہ بازار نہیں
کس قدر ان کو ہے منظور رہنا جوئی غیر — اس کی ہر بات پہ اقرار ہے انکار نہیں
دل میں ہیں میرے کسی ہوشربا کی باتیں — اس لیے کوئی مرا محرمِ اسرار نہیں
کیا نہیں قیس کی فرہاد کی صحبت منظور — کیوں مرا جوششِ جنوں عازمِ کہسار نہیں

بیخودی کا مری کچھ اور ہی باعث سمجھو
بادۂ ناب سے اے لطف میں سرشار نہیں

شہرت تمہارے ظلم و ستم کی کہاں نہیں — مشہور خلق کیا مری بیتابیاں نہیں

ہزاروں مرتے ہیں نیچی نگاہ پر ان کی — وہ آنکھ اٹھا کے نہیں دیکھتے کسی کیطرف

نہ پوچھنے کا تمھارے گلہ نہیں ہم کو — ہوا ہے بیکسی میں کب کوئی کسی کیطرف

جناب لطف کچھ انجام سے بھی ہیں واقف
جھکے ہیں آپ بہت عشق و عاشقی کیطرف

ق

کیا کہے کس سے کہے حال اپنا ناکام فراق — ہجر کی راتیں قیامت حشر ایامِ فراق

بے خبر ہے یہ نہ سمجھیں آپ ناکام فراق — سوچ رکھا ہے سمجھ رکھا ہے انجامِ فراق

میں تو میں تھا اس دلِ مضطر کو آجاتا سکوں — وہ تو وہ ان کا خیال آیا نہ ہنگامِ فراق

سامنے دشمن کے ان سے عرض مطلب کر دیا — بات کرنی بھی نہ آئی تجھ کو ناکامِ فراق

تیری صورت دیکھکر میں بھول جاتا ہوں تمام — درد و غم رنج و قلق تکلیف و آلامِ فراق

ان سے میں حالِ غمِ فرقت بیاں کیونکر کروں — خوف آتا ہے مجھے لیتے ہوئے نامِ فراق

آنسوؤں کے گھونٹ ہیں یا زہر جو پیتا ہوں میں — چشم تر ہے یا کہ سم آلودہ اک جامِ فراق

ان کے آنے کی خبر لایا ہے میرا نامہ بر — آج ناصح کو دکھاؤں گا میں انجامِ فراق

عارضِ انور ہیں انکے یا مری صبحِ وصال — گیسوئے شبگوں ہیں انکے یا مری شامِ فراق

یاد آجاتے ہیں سب بھولے ہوئے رنج والم — کوئی لیتا ہے مرے آگے اگر نامِ فراق

کم نہیں کچھ آفتابِ حشر سے داغِ جگر
دم شماری دن کو ہے اختر شماری رات کو

کم نہیں کچھ صبحِ محشر سے مری شامِ فراق
ہے یہی شغلِ جدائی ہے یہی کامِ فراق

وصل میں تم سے کہے کیا لطفؔ گزری کس طرح
روز و شب ماہ و سن و ساعات و ایامِ فراق

ک

نہیں ہے میری آہ کو نہیں دھواں تک
پہنچتی ہیں مگر یہ آسماں تک

گیا دل مٹ رہی ہے میری جاں تک
کہاں تک جور اے ظالم کہاں تک

کرے گا اے فلک اب کس کو برباد
نہ رکھا میری تربت کا نشاں تک

قفس کی یاد تھی کیا برقِ جاں سوز
کہ جس نے پھونک ڈالا آشیاں تک

غمِ الفت ہے کیا رازِ الٰہی
نہیں آتا ہے جو دل سے زباں تک

نگہ وہ پھیر لیں تو کیا عجب ہے
نہیں ہے بات پر قایم زباں تک

خدنگِ ناز دل کے ہو گیا پار
نظر آتا نہیں کوئی نشاں تک

زمینِ کوئے جاناں کے ستم دیکھ
کہ پھٹ پڑتا ہے مجھ پر آسماں تک

ہوا ہے پیر تیرے عشق میں لطفؔ
یہ پہنچا دے کوئی اس نوجواں تک

گ

الٰہی کب کی میرے دل میں تھی آگ
جو اک دم تن بدن میں پُھک گئی آگ

بہا کر آنکھ سے طوفان دیکھا
مرے دل کی نہیں بجھتی کبھی آگ

نہ سمجھو نار مجھ کو نور ہوں میں
میں بنتا ہوں کبھی بجلی کبھی آگ

بھڑک اُٹھے کبھی تو شعلۂ عشق
جلا دے شمع کو پروانے کی آگ

جو کہتے ہو نہیں غیروں کو کینہ
جلاتی ہے انھیں پھر کونسی آگ

بدن میں روح میں آنکھوں میں دل میں
ہے خاکی بادی آبی آتشی آگ

طبیعت میں نہیں وہ جوش اے لطفؔ
بنی ہے خاک اب پہلے جو تھی آگ

ل

مرا تو آپ تھا ظلم آشنا دل
گلہ کس کا کرے روزِ جزا دل

ہے تجھ پر آفریں سیلابِ گریہ
بہت اچھا ہوا جو بہ گیا دل

کبھی جو دیکھتا ہے اُن کو تنہا
نہیں قابو میں رہ سکتا مرا دل

بیاں کر کے مجھے بہلا رہا تھا
شبِ غم مجھ سے میرا ماجرا دل

اجل بھی آئی تو اس بُت کی خاطر — گئی جان پر یہ میرا رہ گیا دل
وہ سرکش نہ آگیا قابو میں لیکن — نہ آیا میرے بس میں یہ مرا دل
نگہ اس دل ربا کی دل ربا ہے — کہاں سے اور کا لاؤں نیا دل
شبِ وعدہ نہ آیا وہ نہ آیا — ترستا تلملاتا ہی رہا دل
نگہ سے گر بچا بھی تو بچا کیا — اسیرِ زلف و کاکل ہوگیا دل

چلی اس پر نہ ان کی دلفریبی
زمانے سے نیا ہے لطفؔ کا دل

چل رہی ہے وہ ہوائے دردِ دل — چار سو ہے ہائے ہائے دردِ دل
عشق کا سودا ہوا بے دام کب — جان اگر جائے تو آئے دردِ دل
اُس نگاہِ ناز کو کیا نذر دوں — اب رہا کیا ہے سوائے دردِ دل
چین دم بھر بھی کسی پہلو نہیں — بس یہی ہے ماجرائے دردِ دل
گو شبِ فرقت ہے اک کالی بلا — کم نہیں اس سے بلائے دردِ دل
ہاں چلیں مجھ پر ابھی کچھ تیرِ ناز — دیکھنا ہے انتہائے دردِ دل
چارہ گر ہے موت ہی میرا علاج — جان اگر جائے تو جائے دردِ دل
مار ڈالا شربتِ دیدار سے — خوب کی تم نے دوائے دردِ دل
انتہا کیا ہو سکے معلوم ہے — ہے ابھی تو ابتدائے دردِ دل

فریاد سے غرض ہے کہ ہو تلخ عیشِ غیر
کیا داد چاہنی مجھے روزِ جزا نہیں

ہے لاکھ تیری باتوں کا بس ایک ہی جواب
ناصح تو سن سکے وہ مرا ماجرا نہیں

تابِ جمالِ خیرہ کنِ چشمِ دہر ہے
آجاؤ میرے پاس کوئی دیکھتا نہیں

ساری جہاں کی چھان چکے خاک لطف ہم
وہ کام کونسا ہے جو ہم نے کیا نہیں

مانند میرے اہلِ زمین اور بھی تو ہیں
صرفِ جفا کو چرخِ بریں اور بھی تو ہیں

حسرت کُشی تو شیوۂ نازِ بتاں سہی
اعدا کے جور جانِ حزیں اور بھی تو ہیں

بے مہریِ عدو کا نہ شکوہ سنائیے
دنیا میں رازدار وامیں اور بھی تو ہیں

مرکر بھی رنجِ رشک سے حاصل نہیں نجات
میرے رقیب زیرِ زمیں اور بھی تو ہیں

زیرِ نقاب تم سا تو دیکھا نہ بے حجاب
نظروں میں میرے پردہ نشیں اور بھی تو ہیں

دشمن کی شادمانی کو روؤں میں لطف کیا
حالت پہ میری خندہ جبیں اور بھی تو ہیں

عیش و راحت طلبی اس دلِ نالاں میں نہیں
رنج و غم کچھ مرے احوالِ پریشاں میں نہیں

تن بدن پھونک دیا آتشِ فرقت نے مرا
ایک قطرہ بھی مرے دیدۂ گریاں میں نہیں

کثرتِ رنج ہوئی مانعِ اظہارِ الم
اب تو رونے کی بھی طاقت دلِ نالاں میں نہیں

تنگ ہے سارا جہاں جوشِ جنوں سے میرے
پاؤں رکھنے کی جگہ سارے بیاباں میں نہیں

بدگمانی نہ کروں کونسے دل سے ظالم
نیند کیوں میری طرح چشمِ نگہباں میں نہیں

بیقراری کا بھلا حال کہوں کیا تم سے
دلِ مضطر ہی مرا زلفِ پریشاں میں نہیں

وہ ہوئی جاتی ہے گفتار عدو سے پوری
فتنہ خیزی جو تیرے دیدۂ فتاں میں نہیں

ضبطِ بیداد و ستم لایق تحسیں ہے مرا
دل ہے صد چاک مگر چاک گریباں میں نہیں

ہوں وہ مجنوں کہ ہے گریہ مری تسکیں کا سبب
مجھ کو سمجھے ہیں یہ احباب کہ زنداں میں نہیں

ہو گئی کیا کسی عاشق کی تمنا اے لطف
کیوں نکل جانیکی طاقت بھی مری جاں میں نہیں

افلاک نصیبوں سے مرے برسرِ کیں ہیں
اب مجھ کو طبقہائے زمیں چرخ بریں ہیں

اس بھول سے دربان کی مرا ناک میں دم ہے
گھر میں بھی جو ہوں آپ تو کہتا ہی نہیں ہیں

یہ حسنِ طبیعت ہے نہ آئی جو کسی پر
یوں دہر میں تم سے بھی سوا اور حسین ہیں

سمجھائیں گے وہ خود ہی عدو مجھ کو نہ تھا علم
سمجھے ہوئے تھا نامہ بروں کو کہ امیں ہیں

وارفتہ کو نظارے کی بھی انکے نہیں تاب
بے پردہ بھی دیکھے تو کہے پردہ نشیں ہیں

روشن ہے جہاں جلوۂ عارض کی چمک سے
یوں لاکھ کہے کوئی کہ وہ پردہ نشیں ہیں

کس طرح نہ ہوں وصل سے مایوس میں اے لطف
اندوہ غم و رنج مرے راس وہیں ہیں

جلادیں عشق کے اخگر گریباں آستین دامن — بجھائے تو نہ چشمِ تر گریباں آستیں دامن

مری چشموں کے اشکِ خوں کی ہے ساری گلکاری — ہوئے ہیں اس لئے احمر گریباں آستیں دامن

جنوں احسان ہے تیرا کیا مجھ کو سبک ایسا — نہ رکھا نام کو تن پر گریباں آستیں دامن

ہوا ہوں ناتواں اتنا تری فرقت میں اے ظالم — گراں ہے اب مرے تن پر گریباں آستیں دامن

ہوا کرتے ہیں سارے ٹکڑے ٹکڑے دستِ وحشت سے — سیا کرتا ہوں میں دن بھر گریباں آستیں دامن

نہ کر تکلیف وحشت لطفؔ کی اک آہ کافی ہے
ابھی رہجائیں گے جل کر گریباں آستیں دامن

مجھے اُس بت نے بت ہی کر دیا باتوں ہی باتوں میں — میں ہکّا بکّا آخر ہو گیا باتوں ہی باتوں میں

عجب کچھ سحر اس نے کر دیا باتوں ہی باتوں میں — میں بے سمجھے اسے دل دیدیا باتوں ہی باتوں میں

غضب کا طاق نکلا وہ ستمگر اپنی گھاتوں میں — مجھے چُپ لگ گئی بت بن گیا باتوں ہی باتوں میں

ذرا سی بات سمجھے تھے رقیبوں کی شکایت ہم — بگڑ بیٹھے ہوئے آخر خفا باتوں ہی باتوں میں

نہ بگڑو تم وفا کے تذکرہ پر اب خدا شاہد — مرے منہ سے نکل آیا گلا باتوں ہی باتوں میں

نہ سوجھی کچھ مجھے دیتے ہی بن آئی دل و دیں سب — خدا جانے مجھے کیا کر دیا باتوں ہی باتوں میں

دلوں میں چٹکیاں لیتا ہے وہ کافر قیامت کی — ادا کرتا ہے سب طرزِ جفا باتوں ہی باتوں میں

کسی کی کب وہ سنتا ہی لگا کر اسکو باتوں میں — کہا میں نے بھی دل کا مدعا باتوں ہی باتوں میں

بگڑنا پوچھتے کیا ہو تم اس کا وصل میں اے لطفؔ
کوئی طعنہ جو میں نے دھر دیا باتوں ہی باتوں میں

کہا تو نے مجھے باور ہوا باتیں ہی باتیں ہیں
ترا وعدہ تو بس اے دلربا باتیں ہی باتیں ہیں

مری خاطر سے چھوڑو گے رقیبوں کو نہیں ممکن
اجی تم نے کہا میں نے سنا باتیں ہی باتیں ہیں

زباں سے ہم جو کہتے ہیں وہی کر کے دکھاتے ہیں
ذرا پھر تو کہو یہ کیا کہا باتیں ہی باتیں ہیں

بس اب چپ بھی رہو جانے دو میرا منہ نہ کھلواؤ
خبر ہے سب بڑے تم پارسا باتیں ہی باتیں ہیں

کبھی ہو گی کہیں دنیا میں لوگوں میں حسینوں میں
کہاں ہے اب زمانے میں وفا باتیں ہی باتیں ہیں

بھلا اے ہمنوا چاہیں گے وہ مجھ سے معافی کیوں
کریں گے وہ بھلا عذرِ جفا باتیں ہی باتیں ہیں

تم ان کی جھوٹ سچ کو آزما کر دیکھ لو اے لطف
جو وعدے کر رہے ہیں وہ تو کیا باتیں ہی باتیں ہیں

ادا و غمزے تیرے تیر و خنجر ہوتے رہتے ہیں
مری جاں لینے کو تیار اکثر ہوتے رہتے ہیں

زمانہ کیوں ستمگر ان کو کہتا ہے خدا جانے
ستم جو ہوتے رہتے ہیں وہ مجھ پر ہوتے رہتے ہیں

یہی پردہ نشینی ہے اسی کو کہتے ہیں چھپنا
تمہارے حسن کے چرچے تو گھر گھر ہوتے رہتے ہیں

مری رنگینی ہوئی آہیں مرے تھمتے ہوئے نالے
مری رسوائی کا باعث یہ اکثر ہوتے رہتے ہیں

یہ کیا لکھتے ہو کیسے خط ہیں کس کے نام کے صاحب
سحر سے شام تک تیار دفتر ہوتے رہتے ہیں

رقیبوں سے ہزاروں فتنہ و شر ہوتے رہتے ہیں
خفا وہ بے سبب دن رات مجھ پر ہوتے رہتے ہیں

یہ آخر بات کیا ہے کیوں شریکِ محفلِ رنداں
جنابِ لطف اکثر چھپ چھپا کر ہوتے رہتے ہیں

شبِ فراق ہی میں دل کو اضطراب نہیں
وہ دن ہے کونسا جو اک نہ اک عذاب نہیں

شبِ وصال بھی ہر بات کا جواب نہیں
تم آج رہنے دو مجھ میں نہیں کی تاب نہیں

مریضِ عشق کے بچنے کی اب نہیں امید
قرار دن کو نہیں اور شب کو خواب نہیں

شباب آئے جوان کا تو پھر بتاؤں میں
یہ انقلاب زمانے کا انقلاب نہیں

کسی کے طالعِ بیدار نے جگایا ہے
یہ بے سبب تری آنکھوں میں آج خواب نہیں

قرار لے دلِ مضطر ابھی وہ آتے ہیں
تجھے تو چین ذرا خانماں خراب نہیں

وفا میں کوئی مقابل مرا نہ نکلے گا
جفا میں کوئی اگر آپ کا جواب نہیں

کسی کے خاطرِ مضطر پہ جال ڈالا ہے
تمھاری زلف کو بے وجہ پیچ و تاب نہیں

عبث ہے رشک تجھے غیر کا دلِ ناداں
یہ جانتا ہے کوئی ان سے کامیاب نہیں

یہ کیا کیا تری آنکھوں نے سحر اے ساقی
پیالہ ہاتھ میں ہے شیشہ میں شراب نہیں

لگا کے لائے تو ہیں رند شیخ صاحب کو
مرے پیالے میں افسوس ہی شراب نہیں

ہمیں سے شرم ہمیں سے لحاظ ہی سارا
حیا نہیں تمھیں غیروں سے کچھ حجاب نہیں

الٰہی وسعتِ رحمت کو دیکھ کر تیری
گناہ اتنے کئے ہیں کہ کچھ حساب نہیں

جواب صاف کہیں نامہ بر نہ لے آئے
یہ بے سبب دلِ محزوں کا اضطراب نہیں

ہلالِ عید نظر آ گیا گیا رمضان
اگر میں توڑ دوں توبہ تو کیا ثواب نہیں

جو زیرِ بام نہ دیکھا تو لطف کو بولے
کہ اور سب ہیں وہی خانماں خراب نہیں

یہ کوئی رنگ ہے بیٹھے ہو منہ بنائے لطف
یہ کوئی بزم ہے ساغر نہیں شراب نہیں

دلبری کا نقش ہے ظالم تری تصویر میں
ہے خموشی میں وہی جو سحر ہے تقریر میں

اب تو کافر بن گیا عشقِ بتِ بے پیر میں
اور کیا کیا ہے خدا جانے مری تقدیر میں

میں تو میں ہوں بحث اُن سے غیر کر سکتے نہیں
وہ کسی سے دبنے والے ہی نہیں تقریر میں

دیدیا ہے ایسے اچھے وقت طاقت نے جواب
کچھ اثر اب دیکھتا تھا نالۂ شبگیر میں

زندگی سے ہاتھ دھونا تھا کسی صورت ضرور
ڈوب مرنا تھا تجھے فرہاد جوئے شیر میں

عمر بھر کی یہ خلش ہم نے سُنی دیکھی نہیں
غیر کا دل ہے کہ پیکاں ہے تمھارے تیر میں

یہ دلِ مضطر کریگا اب کہاں تک انتظار
تم کو آنا ہے تو پھر کیا فائدہ تاخیر میں

ہو گیا کیا آپ کے سودائی کا دنیا سے کوچ
خانہ ویرانی کا غل ہے خانۂ زنجیر میں

سب خدا کے دن ہیں تم آجاؤ بے کھٹکے یہاں
جمعہ میں رکھا ہے کیا اور کیا دھرا ہے پیر میں

ایک بھی باقی نہیں ظالم ترے ترکش میں تیر
اب بھی کچھ شک ہے تجھے جذبِ دلِ نخچیر میں

کیا جوابِ نامہ آیا کھل گیا قسمت کا راز
میری قسمت کا لکھا تھا آپ کی تحریر میں

وہ سنیں تو میں سناؤں داستانِ عشق لطفؔ
قصۂ فرہاد میں کچھ ہے نہ جوئے شیر میں

ان بتوں میں جو ہے خدا میں نہیں
یہ ذرا میں ہیں اور ذرا میں نہیں

دل کو پھانسا جو زلف میں تو پھنسا
آپ پھنستا کوئی بلا میں نہیں

بیوفائی کریں گے اب اُن سے
ہمیں لینا ہی جب وفا میں نہیں

پیار میں جور تھے ترستے تھے
پیار اب آپ کی جفا میں نہیں

سادگی ہے تو اک قیامت ہے
اور شوخی کوئی ادا میں نہیں

دیکھو تم آخر آ گئے مرے گھر
یہ غلط ہے اثر دعا میں نہیں

بات جو ہے وہ ہے خموشی میں
وہ خوشامد میں التجا میں نہیں

لطف دیکھا یہ ہم نے خوفِ خدا
رند میں جو ہے پارسا میں نہیں

خلوتیں غیر سے ہوئیں تو نہیں
میری باتیں کہیں کہیں تو نہیں

مجھ کو منظور ہے تمہاری خوشی
دل نہیں پھیرتے نہیں تو نہیں

گردشیں دے رہی ہے لاکھوں ہی
آسماں بن گئی زمیں تو نہیں

غیر سے کیا سُنا کہو تو سہی
ہو گئی بات دلنشیں تو نہیں

لطف یہ بعدِ وصل کیا ہے خلش
حسرتیں دل میں رہ گئیں تو نہیں

ہوئی بت پرستی میں نادانیاں
خدا سے ہیں کیا کیا پشیمانیاں

وہ کرتے ہیں غیروں کی دلداریاں
نہ ہوں کس طرح مجھ کو حیرانیاں

کھلا راز بزمِ عدو میں یہ ہم پر
کہ ہیں اُن کو بھی کچھ پریشانیاں

شبِ وصل کی یاد ہیں اب بھی ہم کو
وہ حیرانیاں وہ پریشانیاں

حسینوں کی زلفوں نے دل کو پھنسا کر
اُٹھائی ہیں کیا کیا پریشانیاں

اُٹھائی ہیں زلفوں کی اُلجھن سے ہم نے
پریشانیوں پر پریشانیاں

کرو مجھ کو قرباں تو کچھ لطف آئے
بہت دے چکے آپ قربانیاں

ہوئی ہیں زمانے پہ آئینہ کیا کیا
مرے دیدۂ دل کی حیرانیاں

کچھ آہ و فغاں اور کچھ اشک حسرت
مرے درد کی ہیں یہ درمانیاں

ہوئی ہیں جو الفت میں نادانیاں
ابھی تک ہیں اُس کی پشیمانیاں

بنا سنگ در تیرا کن کن کا کعبہ
گھسیں ہائے کن کن کی پیشانیاں

وہ اندازِ عشوہ گری جانتے ہو
ادا کو سکھاؤ اداوانیاں

مرا دل ہو یا میں ہوں یا غیر ہوں
تری زلف کے سب ہیں زندانیاں

جو ہو بیوفائی تو کیسا غضب
وفا پر مری یہ ستم رانیاں

جو قسمت میں لکھا ہے ہوتا ہے پورا
وہ پیش آتی ہیں جو ہوں پیش آنیاں

مجھے رات دن لطفؔ نامی سے اپنے
سخن سنجیاں ہیں سخندانیاں

گلۂ جور نہ کچھ شکوۂ بیداد کروں
لذتِ بوسہ کو مُہرِ لب فریاد کروں

ضبط و بیتابی کا اسطرح سے دلشاد کروں
کبھی خاموش رہوں اور کبھی فریاد کروں

تھام کر دل کو اگر نالہ و فریاد کروں
تجھ کو بیتاب ابھی غیر کو شاد کروں

خارِ حسرت نہیں کیا دل کی خلش کو کافی
کیوں عبث میں طلبِ نشترِ فصاد کروں

خود طلبگارِ ستم ہے دلِ آزار پسند
کونسے منہ سے ترا شکوۂ بیداد کروں

ان کی تصویر تو سینہ سے لگا رکھی ہے
شاد پھر کس طرح تجھ کو دلِ ناشاد کروں

حفظ و نسیاں مرے قابو میں الٰہی کر دے
بھول جاؤں میں انھیں اور کبھی یاد کروں

جب سے دیکھے ہیں نئے میری وفا کے انداز
فکر میں ہیں کوئی تازہ ستم ایجاد کروں

آپ خود دیکھ لیں چھپ کر کہیں آکر اے لطفؔ
میں بیان کیا صفتِ حسنِ خداداد کروں

ٹھوکر سے تیری کیا تہ و بالا جہاں نہیں
محشر خرام فتنۂ محشر کہاں نہیں

ظالم ترے ستم سے کہیں بھی اماں نہیں
اب وہ زمین ہی نہیں وہ آسماں نہیں

کیوں منہ چھپا رہے ہو یہ پردہ ہے کس لئے
نورِ جمال تو کوئی رازِ نہاں نہیں

تم پاکباز ہی سہی لیکن میں کیا کہوں
کیا کیا نہیں ہیں شک مجھے کیا کیا گماں نہیں

آ جاؤ دل میں تم مری آنکھوں کی راہ سے
یہ وہ جگہ ہے دوسرا کوئی جہاں نہیں

اغیار کو بھی تیری وفا پر ہے کب یقین
میرا ہی شک نہیں ہے مرا ہی گماں نہیں

تم پاس ہو تو ہے مجھے حاصل جہانِ عیش
جب تم نہیں تو میری نظر میں جہاں نہیں

بھرتا ہے اُن کے عشق کا دم اک جہاں مگر
یہ طرفہ ماجرا ہے کوئی بد گماں نہیں

زاہد قدم قدم پہ یہاں ہیں مصیبتیں
اس کی گلی ہے یہ کوئی باغِ جناں نہیں

وہ اور عہدِ مہر و وفا نامہ بر غلط
اس کا مجھے ذرا بھی تو وہم و گماں نہیں

زخموں کا تیغِ ناز کے کیا پوچھتے ہو حال
میں کیا بتاؤں تم کو کہاں ہیں کہاں نہیں

تنگ آ گیا ہوں وعدۂ فردا سے آپ کے
جھگڑا چکے بس آج ہی ہو جائے ہاں نہیں

طفلی سے بامراد ہوں فضلِ خدا سے میں
پیری میں مجھ کو حسرتِ بختِ جواں نہیں

پہلے تو سن لیں آپ مرے دردِ دل کا حال
کہئے گا پھر کہ لطف کی یہ داستاں نہیں

اِدھر احباب ہیں دم میں اُدھر اغیار باتوں میں
غضب کا طاق نکلا وہ بتِ عیار باتوں میں

صفائی غیر سے دیکھونگا کب تک اُن سی رہتی ہے
لڑا دوں گا اُنھیں میں ایکدن دو چار باتوں میں

جواب خط کے بدلے آپ ہی آ جائیں وہ قاصد
جبھی ہم تجھ کو سمجھیں گے کہ ہے ہشیار باتوں میں

ذرا چھیڑوں اگر خود رفتگی کی داستاں اپنی
ابھی ہو جاؤ گے تم بیخود و سرشار باتوں میں

مجھے محفل میں دشمن کی تمھیں رسوا ہی کرنا ہے
جبھی لیتے ہو میرا نام تم ہر بار باتوں میں

اگر تشریف لائیں دوپہر دن سے تو بہتر ہے
گذر جائے گی آدھی رات تو سرکار باتوں میں

کرم فرمائی کا ممنون ہوں اے حضرتِ ناصح
قسم ہے دل تو بہلا آپ کی بیکار باتوں میں

دلوں کے چور ہو ایماں کے دشمن جان کے قاتل
بہانہ کرتے ہیں ہشیار ہو مکار باتوں میں

اثر ہو ہی گیا اے مغبچو واعظ کے کہنے کا
اجی آ ہی گیا نا لطف سا میخوار باتوں میں

نعتِ حضرتِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

۱۵

ظہورِ نورِ مطلق مظہرِ ذاتِ خدا تم ہو — خدا کے بعد جو کچھ ہو محمد مصطفےٰ تم ہو

گنہگارانِ امت ڈرتے ہیں کب روزِ محشر سے — انھیں پورا یقین ہے شافعِ روزِ جزا تم ہو

جو تم سے ہے خدا کو عشق وہ ہے کس پیمبر سے — حبیبِ کبریا ہو اور محبوبِ خدا تم ہو

سمجھ کر دل کو کعبہ میں نے پہلو میں جگہ دی تھی — خدا کی شان ہے اس میں تو اب نامِ خدا تم ہو

تمھارے روئے روشن سے ظہورِ نورِ خالق ہے — خدائی شان سے کونین میں جلوہ نما تم ہو

گنہگارانِ امت کو بچاؤ بحرِ عصیاں سے — یہ کشتی ڈوبنے والی ہے اس کے ناخدا تم ہو

نہ ترساؤ خدا کے واسطے اے برزخِ کبرا — اٹھا دو پردۂ وحدت دکھا دو مجھ کو کیا تم ہو

نظرِ الطاف کی اب لطف پر ہو یا رسول اللہ
کوئی ہے رحمۃ للعالمین عالم میں یا تم ہو

نالہ نہ ہو فغاں نہ ہو اور چشمِ تر نہ ہو — اے ضبط میرے غم کی کسی کو خبر نہ ہو

رسوائیوں کی میرے مچی ہے جہاں میں دھوم — چرچا تمھارے حسن کا کیوں دربدر نہ ہو

ہوتی نہیں ہے مجھ سے جو اعدا کی چار آنکھ — پنہاں مری نظر میں تمھاری نظر نہ ہو

تھامے ہوئے وہ دل کو چلے آئے صبح دم — میری دعائے نیم شبی کا اثر نہ ہو

ہیں لختِ خوں جمے ہوئے کچھ تیغِ ناز پر
میرا ہی دل نہو یہ مرا ہی جگر نہ ہو

ہیں اور ضبط و صبر یہ بالکل محال ہے
دل میں بھڑکتی آگ ہو اور چشم تر نہ ہو

چھپ چھپ کے بیوفائیاں کرنے لگے ہیں وہ
دشمن بھی میری طرح کہیں بے خبر نہ ہو

ملحوظ ہے نزاکتِ ناز آفریں مجھے
ورنہ مری فغاں ہو اور اسمیں اثر نہ ہو

وہ دل مرا ہے جس کو تمنائے شب نہیں
وہ شب مری ہے جس کو امیدِ سحر نہ ہو

نام اس کا لطف اور تخلص بھی لطف ہے
کیونکر نگاہِ لطف تری لطف پر نہ ہو

اُن کی یہ تیغِ ادا تیرِ نظر دیکھیں تو
کون کرتا ہے بھلا سینہ سپر دیکھیں تو

بیقراری دلِ مضطر کی سمجھی جائے گی
روئے روشن کو ترے آٹھ پہر دیکھیں تو

بزمِ اعدا میں رہے راز کے افشا کا خیال
تاڑ جائیں نہ عدو آپ اُدھر دیکھیں تو

رحم کیونکر نہیں آتا انھیں میں بھی دیکھوں
اضطرابی وہ مری ایک نظر دیکھیں تو

خود ہی ہو جائے گا معلوم جمالِ دلکش
آئینہ آپ کبھی ایک نظر دیکھیں تو

کیوں نہ ہم اپنے مقدر پہ تصدق ہونگے
جلوہ آرا تجھے گر شام و سحر دیکھیں تو

چارہ گر پھر مری وحشت کا کریں کچھ نہ علاج
اپنے دل میں مری حسرت کا گذر دیکھیں تو

لطف ہم اپنا اگر دیدۂ بینا کھولیں
جلوہ گر صاف وہی آئے نظر دیکھیں تو

اس بیوفا کا وصل میسر کبھی تو ہو
دشمن بھی میری طرح سے مضطر کبھی تو ہو

ارمانِ دل ہمارے بھی نکلیں خدا کرے
فریاد یہ ہماری موثر کبھی تو ہو

گو چین مجھ کو لینے نہ دے اضطرابِ شوق
روزِ وصالِ یار مقرر کبھی تو ہو

مجھ پر یقین ہے انھیں رحم آئیگا مگر
یہ اضطراب دل مرا باور کبھی تو ہو

میری وفا کی دھوم مچی ہے جو چار سو
شہرت تمھارے ظلم کی گھر گھر کبھی تو ہو

فرقت میں کچھ تو ہو مدد اے گریہ و بکا
ٹھنڈا ہمارا سینۂ مجمر کبھی تو ہو

اس شوخ بے خبر کو خبر کچھ تو ہو بھلا
نالوں سے شورِ فتنۂ محشر کبھی تو ہو

غیروں سے رات دن تو تجھے اختلاط ہے
مجھ پر نگاہِ رحم ستمگر کبھی تو ہو

کرنے تو دے تدارکِ فرقت مجھے ذرا
قابو میں میرے اے دلِ مضطر کبھی تو ہو

اچھا ہو یا برا ہو مگر ہو تو فیصلہ
پیشِ عدو ہی قتل کا محضر کبھی تو ہو

اے لطف تجھ سے پوچھیں گے کچھ حال زہد کا
آگے رکھا ہوا ترے ساغر کبھی تو ہو

اس مچلنے سے تو حاصل نہیں اے حضرتِ دل
بر سرِ رحم وہ خود کام نہیں تم جانو

کیا تسلی ہو کہے لاکھ وہ ظالم ہم سے
مجھ کو اغیار سے کچھ کام نہیں تم جانو

رازداری کا تمھاری ہے بہت مجھ کو لحاظ
میرے تابع دلِ ناکام نہیں تم جانو

اتفاقی یہ ملاقات ہے کھل کر ملئے
راہ پر گردشِ ایام نہیں تم جانو

تم ہو اغیار سے بدنام کہے دیتے ہیں
اور اس بات سے کچھ کام نہیں تم جانو

ہم جتاتے ہیں نہیں مانتے ہو تم اے لطف
نیک اس عشق کا انجام نہیں تم جانو

عیاں کرتا ہے عالم میں مرا آہ و فغاں مجھ کو
رکھا تھا ناتوانی نے جہاں سے گو نہاں مجھکو

ابھی نالوں سے اپنے فتنۂ محشر بپا کر دوں
فقط ہے پاسِ خاطر آپ کا جانِ جہاں مجھکو

حقیقت کیا ہے میرے سامنے کوہ و بیاباں کی
نہ کافی جبہ سائی کو ہے سنگِ آستاں مجھکو

نہیں ہے اب جفا و جور سہنے کی مجھے طاقت
بہت خوش ہوں کریں وہ قتل قبلِ امتحاں مجھکو

بنی ہے جان پر لیکن جفائیں تیری سہتا ہوں
کہ ہے ظالم ذرا امید بعدِ امتحاں مجھکو

مجھے امید ہے دودِ فغانِ سوختہ دل سے
نہ دیکھے گا نہ دیکھے گا تمھارا پاسباں مجھکو

سحر کرنا شبِ غم کا نہیں آساں تھا اے لطف
تسلی بخش تھا فرقت میں دردِ جانستاں مجھکو

امیدِ وصل وجہ زیست تھی غم کھانیوالے کو
تمنا باعثِ تسکین ہوئی گھبرانیوالے کو

وہ آنے کو تھے میت پر مگر دشمن یہ کہہ آیا
ابھی پہنچا کے آئے ہیں ترے پہنچانیوالے کو

گھڑی بھر کے لیے پیکاں دلِ بسمل میں رہنے دے
تڑپتا چھوڑ دے ظالم مجھے تڑپانیوالے کو

شبِ وعدہ عبث بندِ قبا کے ناز سہتے ہو
بلا باندھے تمھاری دم بدم کھل جانیوالے کو

کوئی خوش باش کیا جانے ترے رنج و قلق اے لطف
سنا کچھ قصۂ اندوہ غم غم کھانیوالے کو

دنیا میں کوئی مائلِ زلفِ دوتا نہ ہو
دم جائے تو بلا سے اسیرِ بلا نہ ہو

مطلب کی ہے جناب کی رفتارِ حشر خیز
جائیں عدو کے گھر تو قیامت بپا نہ ہو

ڈرتا نہیں ہوں جور سے مرتا ہوں رشک سے
ظالم وہ ظلم کر جو کسی پر کیا نہ ہو

اچھا نہیں عدو سے ذرا سا لگاؤ بھی
اس سے تو دشمنی کا بھی کچھ واسطہ نہ ہو

تجھ سے ہے کام دیر و حرم سے ہے کیا غرض
سر ہو ہمارا اور ترا آستانہ ہو

ہو جائے چاک چاک اگر دل تو غم نہیں
لیکن کسی کی زلفِ مسلسل کا شانہ ہو

راضی تھے شام وعدہ مگر خوف سے وہ لطف
کہتے تھے بار بار کوئی دیکھتا نہ ہو

وعدۂ وصلِ عدو آج وفا ہو کہ نہ ہو
نالہ کرتا تو ہوں میں حشر بپا ہو کہ نہ ہو

حوصلہ آپ کا گو صرفِ جفا ہو کہ نہ ہو
میں کئے جاؤں وفا تجھ سے وفا ہو کہ نہ ہو

دلِ مضطر کو تم انشا کی ملامت نہ کرو
دلربا ہو تو سہی ہوش ربا ہو کہ نہ ہو

زندگی کا نہ ملا لطف تری فرقت میں
اب تو مر جائیں گے مرنے میں مزہ ہو کہ نہ ہو

مائلِ ترکِ ستم تیری ادا ہو کہ نہ ہو
مثل میرے کوئی پابندِ رضا ہو کہ نہ ہو

آج تو کھولنے دو تا نہ رہے شک باقی
آپ کا بندِ قبا عقدہ کشا ہو کہ نہ ہو

ربط مقصود ہے آرام و مصیبت کیسی — میں تو کرتا ہوں وفا مجھ پہ جفا ہو کہ نہ ہو
ہم تو مے پیتے ہیں فرقت کے مزے لیتے ہیں — مرضِ ہجر کی دنیا میں دوا ہو کہ نہ ہو
عمر میں مجھ سے تجھے عہد کا کرنا ہے ضرور — عمر میں تجھ سے کوئی عہد وفا ہو کہ نہ ہو

کل شبِ وصلِ عدو لطف تو آیا ہو گا
رشک سے آپ سے شاید کہ ملا ہو کہ نہ ہو

کچھ تو ٹھہرو ابھی آئے ہو تو جاتے کیوں ہو — ایسے آنے سے نہ آیا کرو آتے کیوں ہو
وعدۂ وصل کا گر ہے تمھیں ایفا منظور — منہ سے کچھ بولو ذرا سر کہلاتے کیوں ہو
غیر سے ملنے کا انکار جو سچا ہے تو پھر — جھینپتے کیوں ہو بھلا آنکھ چراتے کیوں ہو

میں نے جب قصۂ غم اُن سے بیاں لطف کیا
کیا ہی جھنجھلا کے کہا مغز کو کھاتے کیوں ہو

تمھارا خطِ الفت غیر کے ہاتھوں سے پہنچا ہو — لگائے اس کو آنکھوں سے وہی شاید جو تم سا ہو
نہ چاہو میں نہیں کہتا مجھے چاہو مجھے چاہو — کرو ایسا نہ کوئی کام جس میں کوئی چرچا ہو
دکھائیں گے فراق و وصل عاشق ہو کے ہم تم پر — بتائیں گے تماشا وہ کسی نے جو نہ دیکھا ہو
تمھارے ہجر و فرقت میں تمھارے وصل و صحبت میں — خدا جانے ہوا کیا کیا خدا ہی جانے کیا کیا ہو

ہوئی ہے چاہ اُن کی منع نظارہ مجھے اے لطف
ابھی حورو نہیں جا پہنچوں جو کوئی اُن سے جھگڑا ہو

حال اس دل کا کیوں کہیں سے سنو — تم کو سننا ہو تو ہمیں سے سنو

بزمِ اغیار کا جو چرچا ہے	آپ ہی اپنے ہمنشیں سے سنو
قصۂ قیس سُن لیا تم سے	اب مری داستاں کہیں سے سنو
تم کو سننا ہو حالِ سوز دروں	تو مری آہ آتشیں سے سنو
میری وحشت کا حال تھوڑا سا	میرے دامن سے آستیں سے سنو
خوب کہتی ہے حالِ دل میرا	تم کبھی زلف عنبریں سے سنو
کون کہتا ہے تم پہ مرتا ہوں	ہم ہی کہتے ہیں یہ ہمیں سے سنو
داستانِ الم بہت ہے دراز	تھوڑی تھوڑی کہیں کہیں سے سنو

زلف و گیسو کا سارا افسانہ
لطفؔ کے مارِ آستیں سے سنو

اذیتیں کتنی سب سے پہنچیں بتوں سے کیا اک جہاں سے ہم کو
شکایت اپنے نصیب کی ہے گلا نہیں آسماں سے ہم کو

نہ قول و عہد و قسم سے مطلب غرض نہیں سے نہ ہاں سے ہم کو
کلام سُننا ہے آج کوئی زبانِ معجز بیاں سے ہم کو

یہ صاف معلوم ہو رہا ہے عدو سے ملنا غلط نہیں ہے
تمھارے اندازِ گفتگو سے تمھاری طرزِ بیاں سے ہم کو

ٹھنی ہے دل میں کریں گے سودا کسی کی زلفوں سے دل کو دیکر
نہ فائدہ سے کوئی غرض ہے نہ کوئی مطلب زیاں سے ہم کو

سنائیں کیا حالِ دل انھیں ہم چھپائیں کیا حال دل کو اُن سے
سکوت سے فائدہ نہ کوئی نہ کچھ ہے حاصل بیاں سے ہم کو

کبھی ہے کل اور کبھی ہے پرسوں کروگے حیلے بہانے کب تک
تمھارے دل میں نہیں جو آنا تو صاف کہدو زباں سے ہم کو

کسی سے شاید ہوئی ہے اَن بَن بتا رہی ہے یہ اُن کی چتون
خلافِ عادت دکھائی دیتے ہیں آج وہ مہرباں سے ہم کو

وفاشعاری و جاں نثاری یہی ہے طرز و روش ہماری
تمھاری چالیں عدو کی گھاتیں بھلا یہ آئیں کہاں سے ہم کو

ازل سے ہے سجدہ گہہ ہمارا یہیں گذاریں گے عمر ساری
مٹاؤ خطِ جبیں کو پہلے اُٹھاؤ پھر آستاں سے ہم کو

وہ جانے والے ہیں غیر کے گھر مدد کرائے شورِ نالۂ دل
جگانا ہے فتنۂ قیامت کو آج خوابِ گراں سے ہم کو

بھلے سہی غیر ہم نے مانا بھلا کہو تم بلا سے اُن کو
بُرے سہی ہم مگر نہ بولو بُرا تم اپنی زباں سے ہم کو

انھی کا ہے نام حضرتِ لطفؔ یہی تو مشہور پارسا ہیں
دکھائی دیتے ہیں میکدے میں خموش کچھ درمیاں سے ہم کو



دیکھا ہے یہ جذبِ دلِ نخچیر ہمیشہ
خالی نہ گیا کوئی ترا تیر ہمیشہ

تم بھولے ہو نازک بھی ہو ہیں ظالم و خونخوار
پھرتا ہوں لئے ہاتھ میں شمشیر ہمیشہ

دیکھا نہ کبھی وصل جوانوں کا خوشی سے
جلتا ہی رہا یہ فلکِ پیر ہمیشہ

نکلا ہے یہ خود رفتگیٔ غم میں ستمگر
کرتا نہیں میں نالۂ شبگیر ہمیشہ

تاریک نہیں ماہوشونکی شبِ فرقت
ہر آہ میں ہے مہر کی تنویر ہمیشہ

مجھ سا نہ ملے گا کوئی نخچیر ہمیشہ
جوڑے ہی رہو شست میں تم تیر ہمیشہ

یوں خاطرِ ناشاد کو ہم شاد کریں گے
آنکھوں میں رکھیں گے تری تصویر ہمیشہ

افسردہ ہے کیوں خاطرِ نازک مرے مانند
کیوں آپ بھی رہنے لگے دلگیر ہمیشہ

دیکھا نہ کرو مجھ کو محبت کی نظر سے
مارا نہ کرو دل پہ مرے تیر ہمیشہ

بوسہ نہ لیا غیر نے صاحب کا یہ سچ ہے
بندے ہی سے ہوتی رہی تقصیر ہمیشہ

دل زلف گرہ گیر میں رکھنے کی سزا دوں
آئینہ میں رکھوں تری تصویر ہمیشہ

رسوا نہ کریں گے تجھے اے پردہ نشیں ہم
آنکھوں میں رکھیں گے تری تصویر ہمیشہ

ترکش کا عدو کی تو نہیں ہے یہ ستمگر
کانٹا سا کھٹکتا ہے ترا تیر ہمیشہ

کرتے ہی رہے وہ مری توقیر کے ساماں
ہوتی ہی رہی غیر کی تحقیر ہمیشہ

تم بہرِ خدا غیر کے تو جیب میں دیکھو
رکھتا ہے کوئی پاس وہ تصویر ہمیشہ

نالوں سے تو سو بار اُٹھا فتنۂ محشر
سوتی ہی رہی لطفؔ کی تقدیر ہمیشہ

ی

نعتِ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

ارم میں بھی یہ جلسہ اور ایسی ہی خوشی ہوگی
وہاں بھی آج کی شب عیدِ میلادِ نبی ہوگی

تکلف دید کے قابل تو ہوگا باغِ جنت میں
یہاں کیا ہے وہاں اس سے زیادہ روشنی ہوگی

ہر اک عاصی کو روزِ حشر میدانِ قیامت میں
شفاعت رحمۃ للعالمین کی ڈھونڈھتی ہوگی

نہ کر تعریف اتنی خلد کی رضواں مرے آگے
بہت ہوگا تو یہ ہوگا مدینے کی گلی ہوگی

جبھی تو آسماں سے ہو رہی ہے نور کی بارش
یقیناً قدر کی شب یہ شبِ میلاد ہی ہوگی

مجھے دیدارِ حق کا حشر میں اُس دم یقیں ہوگا
میسر خواب میں جس شب زیارت آپ کی ہوگی

عیاں ہے مستیٔ عشقِ نبیؐ جو میری آنکھوں سے
ہر اک کہتا ہے یہ میخانۂ وحدت سے پی ہوگی

تماشا گاہِ عالم لطف ہو جاؤنگا جنت میں
مرے آئینۂ دل میں جو تصویر نبی ہوگی

منظور نہیں رنج کو راحت مرے دلکی
کیا پوچھتے ہو چارہ گرو درد والم کو
ہر وقت مصیبت میں ہے ہر وقت بلا میں
باور نہیں آتا ہے تو اے جان تم آکر
وعدہ تو کیا ہی شبِ فرقت میں اجل نے
وہ غیر کی الفت سے اگر باز بھی آئیں

فرقت کو گوارا نہیں فرقت مرے دلکی
صورت سے عیاں ہوتی ہے حالت مرے دلکی
کیا درد والم سے ہوئی خلقت مرے دلکی
خود دیکھ لو حالت شبِ فرقت مرے دلکی
شاید کہ ٹھکانے لگی محنت مرے دلکی
جائیگی نہ تا زیست کدورت مرے دلکی

کیا لطف ملا ہجر کا اس کو بھی کہیں لطف
کیوں غیر کو منظور ہے راحت مرے دلکی

اب تو وحشی کر دیا فرقت نے مجھ کو یار کی
صرف ہمت ہو چکی گو دیدۂ خونبار کی
دیکھنا آئیگی کب ساعت ترے دیدار کی

دشت گردی چاہئے حاجت نہیں گلزار کی
پھر بھی حسرت ہے مجھے ظالم تری دیدار کی
منتظر رہتی ہیں آنکھیں کافرِ دیندار کی

میں مسلماں ہوں نہ کافر عاشق و مستانہ ہوں
آبرو کہوؤں میں کیوں تسبیح کی زنار کی

قتل کرکے مجھ سے خستہ تسکیں و بے سر کو آج
آرزو نکلی تری شمشیر جوہر دار کی

کیا غلط ہے چھپ کے جانا آپکا دشمن کے گھر
پیش کرد ونگا گواہی ایک کیا دو چار کی

سیرِ نرگس سے ہوئی کچھ اور ہی حالت ری
دیکھتے ہی پھر گئیں آنکھوں میں آنکھیں یار کی

کون شنوا ہے مری بیداد کی فریاد کا
کیجئے کس سے شکایت چرخ ناہنجار کی

موت ہی آئے تو کچھ ہو درد فرقت کا علاج
حضرتِ عیسیٰ کریں گے کیا دوا بیمار کی

اس لئے تیرِ نگاہِ یار سینہ میں رہا
تھی خلش کی آرزو حسرت نہ تھی سوفار کی

بادیہ گردی میں نکلے گی تمنائے خلش
دیکھ کر کہتے ہیں میرے پاؤں نوکیں خار کی

کون میکش ہے جہانمیں لطف سا میکش بھلا
پیکرِ شیشہ کو سمجھا ہو جو صورت یار کی

رشکِ گل کر لے ذرا تو سیر اس گلزار کی
کہہ رہی ہیں یہ بہاریں زخمِ دامندار کی

دو نہ بعدِ مرگ مجھ کو تم کفن لے دوستو
بس مجھے کافی ہے چادر زخمِ دامندار کی

کوچۂ قاتل میں جاتا ہوں نہیں اس زینت کیساتھ
دھجیاں زیبِ گلو ہیں زخمِ دامندار کی

جب دلِ رنجور کی وحشت گریباں گیر ہو
کیوں بری حالت نہو اس زخمِ دامندار کی

پاس رسوائی سے قاتل کے نہ اٹھی حشر میں
ہو نجائے ڈر ہے شہرت زخمِ دامندار کی

دشت وحشت نے نہ رکھا یادگارِ تیغِ یار
دھجیاں تک بھی نہیں ہیں زخمِ دامندار کی

روزِ محشر دعویٰ ناحق کشی پر آپ کے
پیش کردوں گا شہادت زخمِ دامندار کی

تیزیِ تیغِ نگاہِ یار جب آتی ہے یاد
دیکھ لیتا ہوں میں صورت زخمِ دامندار کی

مطلع کرتا ہوں یوں حالِ زبوں اُس شوخ کو
بھیجدیتا ہوں میں وہ بھی زخمِ دامندار کی

آئے تھے دنیا میں خالی ہاتھ لیکن لیچلے
جھولیاں بھر بھر کے ہم تو زخمِ دامندار کی

چارہ گر چارہ سے عاجز بخیہ گر بخیہ سے تنگ
اب یہ صورت ہے ہمارے زخمِ دامندار کی

خواہشِ سیم و زر و گوہر نہیں ہرگز مجھے
ہے میسر مجھ کو دولت زخمِ دامندار کی

اک بتِ سفاک کے تیرِ نگاہِ ناز سے
معرکہ آرا ہے خواہش زخمِ دامندار کی

گر اُنہیں ہے شوق بیحد امتحان تیغ کا
مجھ کو بھی حسرت بہت ہے زخمِ دامندار کی

دیکھتا ہی رہ گیا منہ محتسب لے لطف ہے آج
آڑ میں لایا ہوں شیشہ زخمِ دامندار کی

تری صورت کی یہ صورت کبھی پہلے تو نہ تھی
تری حالت مری حالت کبھی پہلے تو نہ تھی

کیسے سمجھوں کہ نہیں غیر سے اُلفت تمکو
اس طرح مجھ سے عداوت کبھی پہلے تو نہ تھی

نازبرداری سے اُس شوخ ستم آرا کی
ایکدم کی مجھے فرصت کبھی پہلے تو نہ تھی

رشک نے غیر کے آخر مجھے مجبور کیا
آپ کی مجھ کو شکایت کبھی پہلے تو نہ تھی

اب وہ دن ہے کہ نہیں یاد بھی لفظ آرام
عشرت و عیش سے فرصت کبھی پہلے تو نہ تھی

ہوگئی آہِ رسا تیری رسائی معلوم
نالہ کرنے کی اجازت کبھی پہلے تو نہ تھی

عشق نے میرے کیا آپ کو محبوبِ جہاں
آپ کے حسن کی شہرت کبھی پہلے تو نہ تھی

مہرباں ہو جو مرے حال پہ یہ بات ہے کیا
نظرِ لطف و عنایت کبھی پہلے تو نہ تھی

صرفِ ناسورِ جگر تو نہیں اشکِ پرخوں
گریہ میں ضبط کی قدرت کبھی پہلے تو نہ تھی

لطف کو داغ کے دیواں نے بنایا شاعر
شعر گوئی میں مہارت کبھی پہلے تو نہ تھی

کھل گیا راز ترا ہو گئی شہرت تیری
بن گئی عشقِ عدو میں مری حالت تیری

تجھ پہ مر مر کے بہت دیکھ لی عادت تیری
نفرتِ غیر ہوئی باعثِ رغبت تیری

مانعِ وصل ہوئی شرم و حیا وصل کی شب
کھل گئی وصل کے پردہ میں شرارت تیری

چشمِ نمناک ہماری ہے نہ دامن میں اشک
آتشِ ہجر کی اُف اُف رے حرارت تیری

رنج کی درد و الم کی شبِ تنہائی کی
اے غمِ ہجر نہ بھولوں گا شرارت تیری

ترے بیدادِ جفا کا ہوں سراپا مفتوں
کونسے منہ سے کرونگا میں شکایت تیری

ہجر میں درد و الم کی شبِ تنہائی میں
یاد آتی ہے کسی وقت کی صحبت تیری

لاکھ پردے میں چھپے تُو تو نہیں کچھ پروا
جانشینِ دلِ عشاق ہے صورت تیری

زلفِ شبرنگ کی الفت سے حذر لازم ہے
دلِ ناداں کہیں آجائے نہ شامت تیری

مٹ گیا نقشِ وفا کیا ترے دل سے اے لطف
دخترِ رز پہ نظر آتی نہیں رغبت تیری

پوچھا کبھی نہ تو نے نہ تجھ تک خبر گئی — مجھ پر ترے فراق میں کیا کیا گذر گئی

اُس شوخ کی ادا بھی عجب کام کر گئی — بن بن کے اضطراب جگر میں اُتر گئی

تھی کس کی جستجو تجھے بزمِ نشاط میں — کیوں بار بار تیری نظر سوئے در گئی

یاد آ گئی وصال میں جو کاوشِ فراق — ساغر وہ بھر رہے تھے مری چشم بھر گئی

مارے خوشی کے غیر نے سب حال کہدیا — یوں اُن تک اپنی شہرتِ دردِ جگر گئی

اب کیوں نگاہِ جور و جفا غیر پر نہیں — وہ خوئے ظلم کیا تری بیداد گر گئی

اُلفت کا راز تھا کہ جو دل میں چھپا رہا — اُس کی نہ تھی یہ زلف کہ دم میں بکھر گئی

سب کچھ علاجِ دردِ جگر تو تو کر چکا — لے چارہ ساز اب تو اُمید اثر گئی

گن گن کے تارے صبح ہوئی دن کی ہے نمود — دیکھو شبِ فراق ہماری گذر گئی

وعدے پہ میرے کلبۂ احزاں میں رہ گئی — قسمت عدو کی آج الٰہی کدھر گئی

بے فائدہ تجھے غمِ فرقت ہے لطف کا — کرنا تھا جو اجل کو شبِ ہجر کر گئی

شبِ وصل دشمن نزاکت کسی کی — ہوئی باعثِ صبر و راحت کسی کی

نہ آ جائے تم پر طبیعت کسی کی — مبدل نہ ہو غم سے راحت کسی کی

ستم خواہ یہ دل بگاڑے نہ عادت — جفا پر نہ آئے طبیعت کسی کی

بہت عہد میں تیرے آفت زدہ ہیں — نہیں پوچھتا کوئی حالت کسی کی

شبِ ہجر بھی دردِ ہجراں نہ بھولوں — گوارا نہیں مجھ کو فرقت کسی کی
کوئی با وفا ہے کوئی بے وفا ہے — وہ عادت کسی کی یہ خصلت کسی کی
نہیں کوئی شوہر جو حوروں کا زاہد — تو کب دخترِ رز ہے عورت کسی کی
بہت کام چرخِ ستمگر سے نکلے — نکالی ہے تم نے بھی حسرت کسی کی
کوئی خاک میں مل کے پاتا ہے راحت — کسی کے ہے دل میں کدورت کسی کی
کبھی زیست چاہی کبھی موت چاہی — ترے ہجر میں ہے یہ حالت کسی کی
ستم کب ہوئے کم تعلق ہی ٹوٹا — غضب ہے قیامت ہے غفلت کسی کی
بجا ہے یہ سب وصف حوروں کا واعظ — بھلا تم نے دیکھی ہے صورت کسی کی
الٰہی اجل ہی کی صورت دکھاوے — دکھانا نہیں ہے جو صورت کسی کی

اُسے لطفؔ انسانِ کامل سمجھنا
بُرے وقت جو دے رفاقت کسی کی

زلفِ مشکیں و رسا اور مرا کیا لے گی — دلِ مضطر کو کسی پیچ میں لٹکا لے گی
غیر کے گھر کا پتہ طبع رسا پا لے گی — ایک دن تو وہ رہِ نقشِ کفِ پا لے گی
دل جو نچ جائے نگاہوں سے تو ہوتا کیا ہے — پھانسی دینے کو گلا زلفِ چلیپا لے گی
دیکھو ہشیار رہو غیر سے دو چار نہ ہو — ورنہ دزدیدہ نگہ طبع رسا پا لے گی
کر چکے نذر دل و جان و جگر ہم اُن کے — شبِ فرقت جو یہاں آئے تو اب کیا لے گی

تجھے ہو گی دلِ وارفتہ حقیقت معلوم
رفتہ رفتہ انہیں جب طرزِ جفا آئے گی
قتل کرنا کسی شیدا کا برا ہوتا ہے
میں نہ لوں گا تو ترا نام نہ دنیا لے گی

دل لگاتے تو ہو تم لطف مگر اُن کی نگہ
دل کے لینے کے عوض جان ہی ہتیا لیگی

چھپ سکے گی بھلا لگی دل کی
جان ہی جائے گی کبھی دل کی

لاکھ میں اپنے منہ کو بند کروں
اُن پہ کھل جائے گی ابھی دل کی

وصل کی شب بھی ہو گئی آخر
سب مرے دل میں رہ گئی دل کی

چھیڑ ہوتی رہے کوئی نہ کوئی
دل لگی ہے تو بس یہی دل کی

قدر کرنے کو دل دیا تھا تمھیں
کبھی تم نے نہ قدر کی دل کی

بخدا تم کو غیر سے ہے لگاؤ
تم نے سن لی مری لگی دل کی

رہنے دو پند ناصح مشفق
تم کو معلوم کیا لگی دل کی

جان پر میں تو اپنی کھیل گیا
اور حسرت رہی بھری دل کی

یہ تو روتا ہے آپ ہنستے ہیں
اچھی باتیں ہیں آپ کی دل کی

دل کی دل میں رہی ہے دل دیکر
کیا کہوں ہائے بیکسی دل کی

خوب تم نے مری سنی وہ بات
خوب تم نے کہی مری دل کی

میرے پردہ نشین کے عشق کا راز
کھول دے گی یہ آشتی دل کی

کاش آجائیں وہ دمِ آخر
کچھ تو سن لیں بھلی بری دل کی

ترے دشمن ہوں غیر پر مائل
کیوں لگی دل کو کیوں کہی دل کی

لوگ کہتے ہیں لطفِ مجنوں ہے
وہ تو کرتا ہے دل لگی دل کی

شامِ ہجراں جو کٹی صبحِ قیامت آئی
اک بلا سر سے ٹلی ایک مصیبت آئی

لب پہ شکوہ ترا آیا نہ شکایت آئی
جب کبھی دل میں کچھ آیا کہ محبت آئی

مجھ پہ راحت طلبی سے ہی مصیبت آئی
اونسے فریاد جو کی اور قیامت آئی

ترے آگے تری بیداد کی شہرت آئی
غیر کو بھی تو تری چاہ سے نفرت آئی

الاماں کہتے ہیں سب رکھتے ہیں کانوں پہ ہاتھ
میری فریاد سے محشر میں قیامت آئی

وصل کی شب دلِ خود کام کی ناکامی کو
آپ میں شرم و حیا اور شرارت آئی

میں نہ کہتا تھا بُرا مجھ کو نہ دیکھیں گے وہ
چشمِ فتاں میں پھر آخر کو مروت آئی

کون ہے مونس و غمخوار شبِ غم میرا
پاس آیا کبھی کوئی تو کدورت آئی

جان کر تجھ کو ستمگر بھی بھلا دل دیتا
مرے آگے یہ مری شومیٔ قسمت آئی

آج کہتے ہیں کہ دیکھیں گے ترا شور و فغاں
اپنے ہاتھوں سے مرے سر پہ قیامت آئی

پوچھتے کیا ہو ترے ہوش کہاں عقل کہاں
جب تغافل نہیں آیا مجھے غفلت آئی

ترے کشتے تری بیداد کے عاشق تو نہیں
عید آئی انہیں جب سر پہ قیامت آئی

اک سوا موت کے آفت نہیں باقی کوئی
تم ہو دلبیں تو بھلا غیر کوئی کیوں آئے

اب مصیبت مجھے کہتی ہو کہ راحت آئی
غیر کی یاد جو آئی مجھے غیرت آئی

غیر کو دیکھیں گے آتا درِ جاناں پہ جو لطف
اس گلی سے بھی تو چلدیں گے جو وحشت آئی

حسن والا ہوا کرے کوئی — مجھے چاہے خدا کرے کوئی
پاؤں پر سر رکھے کہ جوڑے ہاتھ — وہ نہ مانے تو کیا کرے کوئی
اُس کو پرواہی کچھ نہیں اِس کی — جان اپنی فدا کرے کوئی
دل لگانا نہیں ہے کچھ آساں — دل لگی تو ذرا کرے کوئی
جس نے لوٹا مجھے ملا کر آنکھ — اُس کو لوٹے خدا کرے کوئی
کیا یہی لطف ہے محبت کا — کوئی ترسے، مزا کرے کوئی
وہ ہنسیں گے ضرور دشمن سے — جی میں اپنے جلا کرے کوئی
وہ نہیں دیکھتا اُٹھا کر آنکھ — لاکھ بیٹھا تکا کرے کوئی
جس نے مجھ کو جدا کیا ان سے — اُس کو ان سے جدا کرے کوئی
وہ نہ آیا نہ راہ پر آئے — لائے اُس کو خدا کرے کوئی
وہ نہیں مانتا نہیں سنتا — لاکھ اپنی کہا کرے کوئی
لطف سی لطفِ زندگی سب ہے — تم کو ضد ہو تو کیا کرے کوئی

کبھی تو وصل کی حسرت جہاں سے نکلیگی
بہت ہوگا تو یہ ہوگا کہ کچھ مشکل سے نکلیگی

اسی امید پر ہر روز رہیں ہم بزمِ اعدا میں
ہماری بات مطلب کی اسی محفل سے نکلیگی

کسی ابرو کے تیور ہیں اشارہ کرنے پر مائل
مری حسرت متقررِ خنجرِ قاتل سے نکلیگی

ہمارا نالۂ شبگیر کیونکر بے اثر ٹہیرے
بھلا بیکار جائے گی دعا جو دل سے نکلیگی

تو اپنے چُلبلے ہاتھوں سے قاتل ذبح کر تو دے
تڑپنے کی تمنا ہر رگِ بسمل سے نکلیگی

وہی لائینگی رنگ آنکھیں بہے خونِ جگر جن سے
اُسی سے کام نکلیگا دعا جو دل سے نکلیگی

نہ ہونا منفعل بزمِ عدو میں روز جانیسے
تری حسرت دلِ ناداں اسی محفل سے نکلیگی

وہ میری آرزو دلمیں چھپا کر اپنے رکھتے ہیں
نہ اُنکے لب پہ آئیگی نہ میرے دل سے نکلیگی

میرے صبر و تحمل کو نہ پوچھو بزمِ اعدا میں
صدائے آفرین و مرحبا محفل سے نکلیگی

کوئی تصویر پیاری لطفِ آنکھوں کی راہ سے
اُتر آئی ہے اب دلمیں، بڑی مشکل سے نکلیگی

ملی اتنے سے دل کو کیسی سمائی
کہ اسمیں ہے ساری خدا کی خدائی

اگر کفر ہے یا ہے اسلام سچ ہے
کہ اِنّیِ اَنَا اللہ لَیس سِوَائِیِ

پھری ملک دلمیں الٰہی یہ کیونکر
بتوں کی ڈھنڈوری تو نکی دوہائی

وہ اب پوچھتے بھی نہیں مجھ کو برسوں
گوارا نہ تھی جن کو دم بھر جدائی

بھٹکنے لگا دو ہی ساغر میں ساقی
پرانی کہاں کی یہ ایسی پلائی

قیامت کی ہے ہے غضب کا نشہ ہے — یہ کب کی نکالی کہاں کی یہ لائی
تمنا ہے اس کو بھی دیکھوں کسی دن — مجھے جس نے صورت تمہاری دکھائی

نہیں مانتا لطفؔ کہنا کسی کا
خدا جانے کیا اس کے جی میں سمائی

جھوٹا نہیں ہے قصۂ غم اک سر مو بھی — سن لے جو مرے منہ سے تو رونے لگے تو بھی
ممکن نہیں سی دے مرے دلکو کوئی ٹانکے — باقی نہیں زخموں میں کہیں جائے رفو بھی
یاد آتے ہیں اب بھی جو کبھی ہجر کے صدمے — اللہ بھی کہتا ہوں کبھی ہائے بھی ہو بھی
معلوم زمانے کو ہے انجامِ محبت — بگڑے گی جو قسمت تو بگڑ جائے گا تو بھی
جلتوں کو جلانے کا مزہ ہے تو یہی ہے — جس بزم میں اغیار ہوں میں بھی رہوں تو بھی
اس ضبط سے کیا فائدہ حاصل ہوا مجھ کو — پیتا ہوں اگر اشک تو روتا ہوں لہو بھی

اے لطفؔ مئی ناب مرے حق میں ہے پانی
اس آب سے میں غسل بھی کرتا ہوں وضو بھی

آج جھگڑا ہو چکا ختم ان سے الفت ہو چکی — طاقتِ صبر و سکوں بس ہم سے رخصت ہو چکی
کچھ تدارک وہ دلِ بیتاب کا کرتے مگر — اب تو ان سے غیر کے باعث عداوت ہو چکی
چارہ گر بیفائدہ ہے چارہ جوئی اب تری — درد سہنے کی تو میرے دل کو عادت ہو چکی

پاس کتنا غیر کا تھا راز میرا کہہ دیا
وصل کی شب جانے دو تیرے پردے پردے کے ستم
بس کرو اے جان اب مشقِ خرامِ ناز کو

آپ کی مجھ پر عیاں بس بس محبت ہو چکی
بس کرو اغیار کی صاحب شکایت ہو چکی
آپ کے جانباز کی پامال تربت ہو چکی

قصۂ فرہاد و شیریں اب کوئی سنتا نہیں
لطف تیرے عشق کی دنیا میں شہرت ہو چکی

شکایت کے لئے جور و جفا کی
کیا عادی اُنہیں ظلم و ستم کا
تمنّائیں تغافل سے تمہارے
شبِ وصلِ عدو ہرگز نہ آئی
پھنسا ہوگا دلِ مضطر کسی کا
پتہ دل نے بتایا ہے تمہارا
وہ مضطر ہوں کروں پیشِ عدو بھی

تمنّا ہے مجھے روزِ جزا کی
رسائی ہے یہ بختِ نارسا کی
نہ نکلیں آرزو مندِ جفا کی
ہماری موت نے ہم سے دغا کی
اُلجھتی ہے جو زلف اس بیوفا کی
یہ غمازی نہیں ہے نقشِ پا کی
شکایت اس دلِ رشک آشنا کی

وہ دل میں لطف کے رہتے ہیں ہر دم
تقید ہو چکی بس اقربا کی

نعت حضرت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ہے نورِ الٰہی کی جلوہ فگنی تم سے
کونین منور ہیں ماہ مدنی تم سے

ہے باغِ دو عالم کی تم سے چمن آرائی
پہونچی ہے گلوں کو بھی گل پیرہنی تم سے

ہر شئے سے ہویدا ہے ہو وجہ وجودِ کل
ہے گلشنِ عالم ہے سرو چمنی تم سے

لولاک لما والے جو کچھ ہو تمہی تم ہو
اعیان ہوئے ثابت سب خلق بنی تم سے

مقبول کلام ایسا ہو طائرِ سدرہ کا
سیکھی ہے مگر اُس نے شیریں سخنی تم سے

کہتا ہوں غنی کر دو دیدار کی دولت سے
کس چیز کا طالب ہوں اللہ غنی تم سے

جو نسبتِ روحانی شیخ قرنی کو تھی
طالب ہے اسی کا یہ لطفِ قرنی تم سے

۱۴

اب غرض مے سے نہ مینا سے نہ پیمانے سے
ساقیا ہو گئی نفرت ترے میخانے سے

دل کو ہے عشق میں پہلے ہی سے اُلجھن کافر
اور اُلجھے نہ تری زلف کے سُلجھانے سے

میرا ایمان گیا دل بھی گیا جاں بھی گئی
یہ سب آفت ہوئی اس آنکھ کے لڑ جانے سے

رنج ہجراں غمِ فرقت المِ وصلِ عدو
دم کے ہیں ساتھ مرے جائینگے دم جانے سے

ناصحا میں بھی کچھ ایسا نہیں نادان کہ بس
چھوڑ دوں راہ محبت تری بہکانے سے

ساتھ جاتی دلِ محزوں کے جو یہ جانِ حزیں
چھوٹ جاتا میں شب و روز کے غم کھانے سے

لطفؔ کس طرح کرے فکر وصالِ جاناں
ایکدم کی نہیں فرصت اُسے غم کھانے سے

ساجد بنائے کیوں نہ ترا نقشِ پا مجھے
اُس بوالہوس کے گھر کا بتایا پتا مجھے

وعدے سے کیا حصول ہے مجھ بدنصیب کو
محروم اُس کی رکھتی ہے شرم و حیا مجھے

وحشت کا اک ہجوم ہے اور ہے جہان تنگ
دشتِ عدم میں چھوڑ دے اب اے قضا مجھے

اے عشقِ یار تیری بدولت ہوا نصیب
فرقت میں اضطراب کا کیا کیا مزا مجھے

لیتے ہیں امتحانِ وفا مجھ میں دم نہیں
اس عشق نے رکھا نہ کسی کام کا مجھے

معلوم شوخیاں ہیں ترے دست بُرد کی
واپس نہ دے گا دل کبھی دزدِ حنا مجھے

ایسے ستم سہے کہ ہوا ہوں جفا پسند
اپنی فنا سے ہو گئی حاصل بقا مجھے

اے لطفؔ کھل گیا مرے دل کا تمام حال
اس شاعری نے خوب ہی رسوا کیا مجھے

کچھ دعائیں اب میری شاید اثر آنیکو ہے
خود بخود جو میرے گھر رشکِ قمر آنیکو ہے

یہ مکاں خالی ہے دل کا اپنے بیگانے سے اب
اے پریوش بے دھڑک تو اگر آنیکو ہے

ضعف و گریہ سے ہوا یہ حال میرا چارہ گر
سینے میں رکتا ہی دم منہ تک جگر آنیکو ہے

اس لیے کرتا ہوں فرشِ خشت زیر تا شاہرا
پھر شبِ غم نالۂ بیفائدہ کرنے کو ہوں

آج شب کو میرے گھر وہ سیمبر آنیکو ہے
پھر مرے لب تک دعائے بے اثر آنیکو ہے

جب مسلّم ہے علاجِ دردِ فرقت وصلِ یار
لطفؔ پھر کیا فائدہ جو چارہ گر آنیکو ہے

تم اگر چاہو تو مشکل مری آسان ہوجائے
جلد لیچل مجھے اے جوشِ جنوں صحرا کو
تری صورت میں وہ جادو ہے کہ اے آئینہ رو
ڈال رکھا ہے نقابِ رخِ زیبا بیکار

قتل کردو تو مری جان پہ احساں ہوجائے
میری وحشت سے کہیں گھر نہ بیاباں ہوجائے
میں تو میں تو بھی اگر دیکھے تو حیراں ہوجائے
یہ وہ صورت نہیں پردہ میں جو پنہاں ہوجائے

غیر ممکن ہے چھپے رازِ محبت اے لطفؔ
لب کروں بند تو آنکھوں سے نمایاں ہوجائے

دشمن کا بن گیا ہے گھر آنکھوں کے سامنے
بیفائدہ ہے یار ترا حسن پر غرور
دل کھول کے بھی میں نے نہ کی اوس سے شکوہ بات
دیکھا نہ بیوفا نے اُٹھا کر کبھی نظر
میں اپنی سوزشِ تپِ فرقت کو کیا کروں

اب صبح و شام ہے سقر آنکھوں کے سامنے
گھٹتا نہیں ہے کیا قمر آنکھوں کے سامنے
کیا دفعتاً ہوئی سحر آنکھوں کے سامنے
مدت سے ہوں میں دربدر آنکھوں کے سامنے
کس طرح جل گیا جگر آنکھوں کے سامنے

تو دیکھتے ہی دیکھتے جادو نگاہ کا
کیا دل پہ کر گیا اثر آنکھوں کے سامنے

آنکھیں ترس رہی ہیں تو دل بھی ہے بیقرار
ہو جائے انکا اب گذر آنکھوں کے سامنے

میں نے کہا کہ مرتا ہوں لے جان آپ پے
تو ہنس کے یہ کہا کہ مر آنکھوں کے سامنے

تسکین ہوتی ہے دلِ پُر اضطرار کو
آجاتے ہیں وہ جب نظر آنکھوں کے سامنے

بدنامیوں کا کہتے ہیں لے لوں ذرا عوض
آجائے لطفؔ اب اگر آنکھوں کے سامنے

قتلِ عشاق مقرر ہے خدا خیر کرے
یار کے ہاتھ میں خنجر ہے خدا خیر کرے

دشمنِ دین وہ کافر ہے خدا خیر کرے
گبر و مومن کی زباں پر ہے خدا خیر کرے

جان دینے پہ مہیا ہیں یہ مشتاقِ جمال
ایک مجمع ترے در پر ہے خدا خیر کرے

حالتِ نزع میں کہتے ہیں وہ شوخی سے مجھے
یہ میرا عاشقِ مضطر ہے خدا خیر کرے

نہیں سنتا نہیں سنتا نہیں سنتا میری
مجھ کو ناصح بھی ملا کر ہے خدا خیر کرے

آجکل آپ کی غصہ میں بھری ہے چتون
طبع نازک بھی مکدر ہے خدا خیر کرے

پھر وہ پہلی سی حیا آئی ہے ایجان جہاں
پھر نقاب آپکے رخ پر ہے خدا خیر کرے

جان لینے کے لئے آپکا ہر اک غمزہ
تیر ہے تیغ ہے خنجر ہے خدا خیر کرے

آجکل ہجر سے اے لطفؔ بقولِ آصفؔ
سخت صدمہ مرے دل پر ہے خدا خیر کرے

نکل جائے گا غم قلبِ حزیں سے
ذرا تم ہاں بھی کر لینا نہیں سے

دعا دیتے ہیں ہم تم کو یہیں سے
کریں گے خیر خواہی ہر کہیں سے

بتوں کے عشق میں کافر بنا ہوں
مجھے مطلب ہی کیا ہے اہلِ دیں سے

کیا کچھ ساتھ اوروں کے بھی صاحب
کہ ہیں ظلم و ستم سارے ہمیں سے

بہت بیچین رکھتا ہے مجھے دل
میں تنگ آیا ہوں اپنے ہمنشیں سے

کہے دیتے ہیں بشرے کے یہ آثار
کہ شب کو رہ کے آئے ہو کہیں سے

لبِ نازک کا ظالم تیرے بوسہ
زیادہ تر ہے شیریں انگبیں سے

کسی کے گھر میں گر شب کو نہ تھے تم
چھپاتے کیوں ہو پھر منہ آستیں سے

مجھے اُستادی کا دعویٰ نہیں ہے
تو پھر کیا لطف ڈر ہو نکتہ چیں سے

صرف وعدہ نہ ہو سکا تم سے
رکھوں اُمید اور کیا تم سے

حیلۂ دردِ سر سے کیا حاصل
میں کہوں گا نہ ماجرا تم سے

ہاتھ دھوتا نہ زندگانی سے
جو نہ رکھتا میں رابطہ تم سے

کیا دل آزاری کی توقع پر
عمر بھر میں نے کی وفا تم سے

کب جدا درد میرے دل سے ہوا
کب ہوئی ہے جدا جفا تم سے

آگ اس عشق کو لگائیں گے
اب تو دل سرد ہو گیا تم سے

تم نہ آؤ گے وعدہ پر ہرگز
وہ سراپا ہو ناز تم اے جان

جلد آ جائیگی قضا تم سے
سیکھتی ہے ادا ادا تم سے

لطفؔ مرتا رہا شبِ فرقت
چارۂ دردِ دل ہوا تم سے

اُس بتِ بدمست کا عہدِ شباب آنیکو ہے
طور پھر بدلا ہے عالم کا الٰہی خیر کر
ضعف نے تو کھو دیا اب ضبط کی برداشت کو
کس طرح پوشیدہ رکھوں میں دلِ سوزاں کا حال
کلبۂ تاریک میرا کیوں منور ہو گیا
چشمِ اہلِ بزم کیوں نیچی ہوئی جاتی ہے آج

مژدہ باد اے دل تجھے لطفِ شراب آنیکو ہے
شانے سے زلفوں میں اُنکی پیچ و تاب آنیکو ہے
صبرِ دل جانیکو ہے اور اضطراب آنیکو ہے
تن سے باہر خودبخود بوئے کباب آنیکو ہے
کیا مرے گھر میں وہ رشکِ آفتاب آنیکو ہے
کیا وہ محفل میں ستمگر بے نقاب آنیکو ہے

دوست مجھ سے کہتے ہیں تا کہ نہ دوں کچھ سکریں
لطفؔ اُٹھ جا بزم سے دیکھ اب شراب آنیکو ہے

اور کیا صبر و وفا تجھ کو ستمگر چاہیے
جل رہا ہے سینہ و دل آتشِ فرقت سے اب
ہے مقدر میں بھٹکنا ہی ہمارے عمر بھر

اور کیا اس سے مرا ابحال ابتر چاہیے
رحم میرے حال پر اے دیدۂ تر چاہیے
ہم کو رہزن چاہیے کوئی نہ رہبر چاہیے

تا کبھی ہو بے خبر کو حال مضطر کی خبر
اس رکاوٹ سے رکاوٹ کا گماں ظالم نہو
اسلئے ہم قبل تیرے قتل کرنے کے مرے

نالہ و آہ و فغاں ہر وقت لب پر چاہیے
حلق پر میرے رواں جلاد خنجر چاہیے
کچھ تو کچھ احسان تجھ پر بھی ستمگر چاہیے

ایک مدت سے تمھارا عاشقِ دل دادہ ہے
لطف پر کچھ تو عنایت بندہ پرور چاہیے

اُس ستمگر سے دلِ اغیار بھی کب شاد ہے
تو ستم کش ہے وہ ظالم بانیٔ بیداد ہے
کس طرح سر کٹتے جاتے ہیں ترے عشاق کے
کیوں نہو شوقِ اسیری خاطرِ ناشاد کو
جب نہ سوزِ ہجر سے سوکھا ہی خوں آ چارہ گر
سیرِ گلشن کے لئے آتا ہے کیا وہ گلبدن
ہے مجھے زنجیرِ آہن مثلِ تارِ عنکبوت
سب بھلا دونگا جفا و جور کو اک آن میں

ایکساں سب کی زباں پر نالۂ فریاد ہے
پھر عبث فریاد میری لے دلِ ناشاد ہے
جنبش ابرو نہیں ہے خنجرِ جلاد ہے
طائرِ جاں کو ہمارے اُلفتِ صیاد ہے
پھر یہ کیسی خشک نوکِ نشترِ فصاد ہے
بلبلوں کی کیوں زبانوں پر مبارکباد ہے
تنگ کیا کیا جوشِ وحشت سے مری حداد ہے
کیا مرے نالوں کے آگے چرخ کی بنیاد ہے

پھر خدا جانے ستم صیاد کا کیا لطف ہو
برق سے صرصر سے اپنا آشیاں برباد ہے

اس صبر و تحمل سے یہ آیا مرے آگے
وہ غیر کا کرنے لگے شکوا مرے آگے

دریا مرے آگے ہے نہ صحرا مرے آگے
کیا قیس بہلا بادیہ پیما مرے آگے

کیونکر نہ پریشان رہوں میں شبِ فرقت
رہتا ہے شبِ وصل کا نقشا مرے آگے

صد شکر کہ ہونے لگی میری بھی یہ عظمت
کرتے ہیں وہ اب راز کو اخفا مرے آگے

کیا دیدہ دلیری سے کیا گریہ نے گمراہ
نقشِ کفِ پا انکا مٹایا مرے آگے

افسوس ہے اس وعدہ خلافی پہ انہوں نے
قرآن بھی سو بار اُٹھایا مرے آگے

کس شان سے میں کوچۂ دلبر کو چلا ہوں
حسرت مرے پیچھے ہے تمنا مرے آگے

میں ترکِ تعلق پہ بھی راضی ہوں خوشی سے
کر دیجیے انکار ہی اچھا مرے آگے

اس عشق نے کیا کیا مرا خاکہ نہ اُڑایا
رہتا ہے مگر آپکا نقشا مرے آگے

مرغوب مجھے رنج ہے مطلوب مجھے درد
دشمن ہو نہ کیوں دوست سے اچھا مرے آگے

کیونکر کوئی اے لطف انہیں میری خبر دے
تاکید ہے اس کا نہ ہو قصہ مرے آگے

محفلِ اغیار میں جو جامِ زر گردش میں ہے
میری قسمت کا اشارہ اسکی ہر گردش میں ہے

فکرِ زلف و عارض و خال و کمر گردش میں ہے
مثلِ خورشیدِ فلک داغِ جگر گردش میں ہے

گردشِ قسمت اُسی اک حال پر گردش میں ہے
میرا سیارہ تو ثابت ہے مگر گردش میں ہے

بادیہ گردی پہ میری ہو رہا ہے معترض
کچھ نہ کچھ اب تو دماغِ چارہ گر گردش میں ہے

کیوں نہ تیغِ رشک سے شیدا ترا مقتول ہو
مجمع اغیار میں تیری نظر گردش میں ہے

غیر کی رغبت سے یا میری کشش کا ہے اثر
آسمانِ حسن و خوبی کا قمر گردش میں ہے

ضعف سے ہونا ہی کیا صحرا نوردی ہیں سکون
پاؤں کا چکر بھی اب شام و سحر گردش میں ہے

کس طرح ہو عرضِ مطلب اُنسے دلمیں جانشین
میری عرضِ مدعا سے اُنکا سر گردش میں ہے

وائے قسمت کچھ لکھا تھا بختِ برگشتہ کا حال
گردشِ قسمت سے میری نامہ بر گردش میں ہے

کر سکا ہر گز نہ ہم سے خانہ بر دوشوں پہ ظلم
تاک میں مدت سے چرخ کینہ ور گردش میں ہے

اُسکو دشمن کی تجسس مجھ کو ہے اُسکی تلاش
میں اِدھر گردش میں ہوں اور وہ اُدھر گردش میں ہے

کلبۂ احزاں میں میرے لطف اب آئیگا کیا
بزم ہائے غیر میں وہ سیمبر گردش میں ہے

ستم کے آشنا دوست دشمن مری لحد پر نہ دیکھ لینگے
اُڑی اُڑائی سی خاکِ مدفن سب اہلِ محشر نہ دیکھ لینگے

نہ چھپ سکو گے نہ چھپ سکو گے ہماری نظروں سے اکدم بھی
چھپو گے گھر میں عدو کے کیا تم عدو کے گھر پر نہ دیکھ لینگے

وصال کی شب مجال کیا ہے ہماری شرکت کے ہو جو مانع
مؤذن و مرغِ صبح دونوں گلے پہ خنجر نہ دیکھ لینگے

نہیں ہے آسان قتل کرنا پھر اُسپہ تم جیسے نازکوں سے
نہ ہوگا باور ہمیں تو جبتک گلے پہ خنجر نہ دیکھ لینگے

شبِ فراق و ہجومِ غم میں کرینگے کیوں یاد اُنکی شوخی
ہم اپنے پہلو میں آپ اپنا ہی قلبِ مضطر نہ دیکھ لینگے

ہماری آہیں رسا نہیں ہیں مگر ہے شور و بکا کی طاقت
ترے ستم کو ہمارے نالوں کو چرخِ اخضر نہ دیکھ لینگے

خدا ہی حافظ ہماری جاں کا ہوئے ہیں اب وہ ستم کے عادی
نہ چین آئیگا اُنکو جبتک وہ ہمکو مضطر نہ دیکھ لینگے

کہانکی جنت کہانکی دوزخ جدا ہی کن ہی عاشقونکا
جو درد مندونکی قدر ہوگی سب اہلِ محشر نہ دیکھ لینگے

نہ کیجئے وعدۂ قیامت کہ ایسے وعدونکا کیا بھروسہ
کرینگے جو آپ لطفؔ سے وہ سب اہلِ محشر نہ دیکھ لینگے

تھی بہت دن سے تلاشِ دلِ بیمار مجھے
جستجو لائی تری بزم میں دلدار مجھے

دیکھ کر تیری جفاؤں کا طلبگار مجھے
اب ہوس کار بھی کہتے ہیں ہوس کار مجھے

ناز ہے تجھ پہ نیازیتِ عیار مجھے
جنتی کہتے ہیں سب کافر دیندار مجھے

ہو ہم آغوشِ عدو وہ و دیکھتا کیا غم
کیا خدا نے نہیں دی چشمِ گہربار مجھے

مجھ کو وہ شوقِ شہادت ہی کہ کہتا ہوں اُنہیں
بس دکھانے ہی کو ہے خنجرِ خونخوار مجھے

ہوں وہ خود رفتہ نہ پائیں خرد و ہوش کبھی
ڈہونڈتے لاکھ پھریں کوچہ و بازار مجھے

حالتِ ضعف میں ہے طوق و سلاسل سے سوا
دامن و جیب و گریباں کا ہر اک تار مجھے

دانش و عقل سپردم بسرِ اُلفتِ یار
ہوں تو دیوانہ مگر کہتے ہیں ہوشیار مجھے

طالبِ روزِ جزا اس لئے میں ہوں واعظ
دیکھنا ہے کسی دن مجمعِ اغیار مجھے

کونسی آنکھ سے دیکھوں تجھے ہم بزمِ عدو
ڈھانک لوں منہ جو ملے دامنِ کہسار مجھے

سخت جانی مری وہ پنجۂ نازک تیرا
قتل بس کر چکی قاتل تری تلوار مجھے

وصل کی شب وہ یہ کہتے ہیں مبارک اے لطفؔ
بختِ بیدار تجھے دیدۂ بیدار مجھے

تمھارے شکوۂ بیداد کو چھپا نہ سکے
قضا کو عرصۂ محشر میں ہم بلا نہ سکے

وہ یہہ غلط نہیں کہتے کہ تم چھپا نہ سکے
یہہ سچ ہے جوشِ محبت کو ہم دبا نہ سکے

وہ ایک آپ کہ ہیں دلنشیں زمانے کے
وہ ایک ہم ہیں کہ جو آپ میں بھی آ نہ سکے

ملا وہ درد کہ جس درد کو چھپا نہ سکے
ملا وہ دیدہ کہ آنسو بھی ہم بہا نہ سکے

اوٹھایا فتنۂ محشر کو اُنکی آمد نے
وہ قتل گاہ میں تلوار بھی چلا نہ سکے

اُنہیں تو شرم و حیا اور ہمکو پاسِ وضع
وہ آپ آ نہ سکے اور ہم بھی جا نہ سکے

عدو کی مرگ پہ دار و مدارِ عشرت تھا
ہم اُنکے رنج سے مطلب زبانپہ لا نہ سکے

وہ بے نقاب ہی رکھتے ہیں خود رخِ انور
کہ کوئی عارضِ تاباں پہ آنکھ اُٹھا نہ سکے

اجل کو خلوت و جلوت میں کھینچ لاؤں گا
یہہ میں نہیں ہوں کہ محفل میں تم بلا نہ سکے

کیا یہہ ضعف نے احساں شبِ فراق اے لطفؔ
دعا کے واسطے ہم ہاتھ تک اُٹھا نہ سکے

وہ جو کمبخت درِ یار کے درباں ہونگے
کیا تصور کے بھی عاشق کے نگہباں ہونگے

آج وہ شب ہے کہ حیرت مجھے حیراں ہیں آپ
کل وہ دن ہے ہیں خجل آپ پشیماں ہونگے

موت بہتر ہے ستمگر تری فرقت سی مجھے
اور ہوں گے کہ جنھیں زیست کے ارماں ہونگے

فتنہ انگیز قیامت مرے گھر آئے گا
اے اجل آج تو تجھ پر مرے احساں ہونگے

جو نزاکت سے تصور میں نہ آئیں اے دل
وصل کے اُن سے شکستہ کہیں پیماں ہونگے

در و دیوار کو ڈھانکے گا مرا سیلِ سرشک
تیرے دیوانے بھلا قیدیٔ زنداں ہوں گے

دل کے جانے سے نہ ہوگا مرا سینہ خالی
حسرتیں سیکڑوں ہوں گی کئی ارماں ہوں گے

خبر بالیں پہ بلا لیں گے اجل کو ہم بھی
آج سنتے ہیں کہ وہ غیر کے مہماں ہوں گے

محفلِ یار میں جانے سے نہ خائف ہونا
تجھ کو چھاتی سے لگائے دلِ ناداں ہوں گے

کیا نہیں آپ کو معلوم مرا جوشِ جنوں
میرے گریہ سے بپا نوح کے طوفاں ہوں گے

بوالہوس سے نہ نبھے گی کبھی اُلفت اے لطف
غیر سے مل کے وہ خود دل میں پشیماں ہوں گے

ادھر ہیں بتکدے والے ادھر اہلِ حرم تیرے
سراسر بت بنے بیٹھے ہیں کوچے میں صنم تیرے

کریں گے عیش جنت میں قتیلِ درد و غم تیرے
اوٹھائیں گے خوشی سے جو زمانہ میں ستم تیرے

بلا گرداں ہیں سب شیخ و برہمن اے صنم تیرے
قیامت ہیں نہ کہدے داورِ محشر کہ ہم تیرے

خرامِ ناز کے فتنوں سے کم آشوبِ محشر ہے
جفائے چرخ سے بڑھ کر ہیں بیداد و ستم تیرے

ستم کے ظلم کے لائق جفا کے جور کے قابل
نہ نکلا ہے نہ نکلے گا جو بس نکلیں گے ہم تیرے

رضا جو ہیں ترے ہم ظلم کی پروا نہیں رکھتے
ستم سے دست کش ہو تو ہیں لطف و کرم تیرے

ہزاروں آفتیں شوقِ طلب میں سر پہ گذری ہیں
کھلاتے ہیں کروڑوں ٹھوکریں نقشِ قدم تیرے

نہیں گو مجھ میں دم باقی مگر بھرتا ہوں دم تیرا
نکلنے کو مرے دم کے بہت کام آئے دم تیرے

حجاب و پردہ داری کا اٹھا جاتا ہے اب پردہ
بہت غمازیاں کرنے لگے نقشِ قدم تیرے

دل آزاری دلِ برہم کی اِک دن رنگ لائیگی
نکل جائینگے دم میں گیسوئے کج پیچ و خم تیرے

ادا سے وصل میں مارا تغافل سے جدائی میں
ملے ہیں عیش و غم میں لطفؔ کے جور و ستم تیرے

وا ماندگی کا وصف تو میری نظر میں ہے
سوراخ کیوں نہیں ترے دیوار و در میں ہے

اندازِ قتل جو فقرۂ رخنہ گر میں ہے
تیغِ ادا میں اور نہ تیرِ نظر میں ہے

اے چارہ ساز مجھ کو تڑپنے ہی دے مدام
شہرت کسی کی شہرتِ دردِ جگر میں ہے

میری وفا سے گرم ہے بازارِ حسن و عشق
تیری خبر ملی ہوئی میری خبر میں ہے

رفتار سے تو آپ کی محشر بپا نہیں
طوفانِ حشر خیز مری چشمِ تر میں ہے

وہ ظلم کیجئے جو کسی نے کیا نہ ہو
جو تیغ میں اثر ہے وہ تیرِ نظر میں ہے

کیا ہو بیان کوچۂ بیدادگر کا حال
آشوب رستخیز ہماری نظر میں ہے

وہ کونسا ہے دل جو تمھاری ہو زلف میں
وہ کونسی نظر ہے جو میری نظر میں ہے

بسمل ہوا جو دیکھتے ہی چارہ ساز لطفؔ
وہ بات کونسی مرے زخمِ جگر میں ہے

خوب ہی خوب اُڑائے شبِ فرقت کے مزے
لطف ہر حال میں دیتے ہیں محبت کے مزے

غیر کیا جانے بھلا عیش کے عشرت کے مزے
ہاں مصیبت سے ہوا کرتے ہیں راحت کے مزے

عیش کرتے ہیں جدائی میں بھی ہجراں دیدہ ۔۔۔ رات دن لوٹتے ہیں آپ کی حسرت کے مزے
آپ کیا پوچھتے ہیں حالِ دلِ زار مرا ۔۔۔ تلخ کرتے ہیں شکایت کو مروت کے مزے
جمع رکھتا ہوں ہزاروں ورمِ داغِ جگر ۔۔۔ یہ بدولت تری غربت میں ہیں دولت کے مزے
عیش و آرام طلب لوگ انہیں کیا جانیں ۔۔۔ ہم سے پوچھے کوئی آفت کے مصیبت کے مزے
منہ سے انکار ہے آنکھوں سے ہے اقرارِ وصال ۔۔۔ دل سے پوچھیں تری شوخی و شرارت کے مزے

یا شبِ وصل میں لوٹے ہیں مزے خجلت کے
یا ملے لطفؔ کو دیدار میں غیرت کے مزے

اچھی ہو یا بری ہو تمہاری خبر ملے ۔۔۔ مردہ ملے کہ زندہ ملے نامہ بر ملے
دشوار تھا کہ وصل میں نازک کمر ملے ۔۔۔ بندِ کمر ملے کہ مجھے راہ بر ملے
اے دل خیالِ وصلِ ستمگار چھوڑ دے ۔۔۔ وارفتگانِ عشق مجھے در بدر ملے
وہ نارسا اگر ہے تو یہ نا قبول ہے ۔۔۔ کیا آہِ نیم شب سے دعائے اثر ملے
تصویر اُنکی اور ہو ہمراہ غیر کے ۔۔۔ میری دعائے بد کو الٰہی اثر ملے
وہ شوخیوں سے تنگ تھے میں اضطراب سے ۔۔۔ ہر راہ میں گلی میں مجھے رات بھر ملے
کمبخت بوالہوس نے پلائی تھی اُنکو خوب ۔۔۔ کوچہ میں آج رات کو وہ بیخبر ملے
رازِ دروں کا بزمِ عدو میں کھلے نہ حال ۔۔۔ سوزِ جگر سے آج مری چشمِ تر ملے
اُٹھ آئے وہ جلانیکو بزمِ عدو سے لطفؔ ۔۔۔ تا اُنکی چشمِ مست سے میری نظر ملے

اس عشق کے صدمے تو نہ اُٹھیں گے کسی سے
جو مجھ پہ گذرتی ہے وہ کہتا ہوں کسی سے
مرتے ہیں پڑے ہم سے تو مرجائیں ہزاروں
کیا دیکھئے آگے مری تقدیر دکھائے
جب وعدہ خلافی اُنہیں ہم یاد دلائیں
اب جان سلامت نہیں رہتی نظر آتی
ارماں یہ ہمارے ہیں تمنّا ہے ہماری
کیا عشق کے آفات رقیبوں سے اُٹھیں گے

تم ظلم کرو شوق سے حاضر ہیں خوشی سے
ہے اپنا کیا آپ ہی بھرتا ہوں خوشی سے
کیا اُنکی بلا کو ہے سروکار کسی سے
وہ قتل کی کرنے لگے تدبیر ابھی سے
کہتے ہیں کہ ہم نے تو کہا تھا یہ خوشی سے
لو عشق کی ایسی ہوئی افتاد ابھی سے
کیا اُن کو غرض دل جو لگا ہو وہ کسی سے
یہ صدمے تو وہ ہیں نہیں اُٹھتے ہیں مجھی سے

سب اُسکی مرادیں ہیں تمھاری ہی خوشی پر
کیوں لطف کو ڈر ہو نہ تمھاری خفگی سے

جو غارتگرِ جان ہے وہ دل ہی ہے
جو مائل ہوا تم پہ وہ دل ہی ہے
چھپاؤ چھپو تم اسی بھولے پن میں
ستم پر تمھارے ذرا صبر دیکھو
ہوئے مجھ سے برہم وہ آخر کو اے دل

وہ خونی ہی ہے وہ قاتل یہی ہے
بڑی قدر کرنے کے قابل یہی ہے
ادائیں کہیں گی کہ قاتل یہی ہے
ہزاروں دلوں کا وہ اک دل یہی ہے
شکایت کا شکوے کا حاصل یہی ہے

ستم کا گلہ ہے نہ فرقت کا شکوہ
تمہاری محبت کا حاصل یہی ہے

چلو اشک پی لو نہ غم کھاؤ اے لطفؔ
محبت میں مرنے سے حاصل یہی ہے

غفلتِ ہستی ثبوتِ حالِ زارِ خواب ہے
میری بیداری کا عالم مرغزارِ خواب ہے

ہر نفس ہے مبتلائے دردِ ہجرانِ وصال
ذرہ ذرہ کی حقیقت انتظارِ خواب ہے

جیسے نائم کو حسابِ فردِ فردِ کائنات
یہ شیونِ دہر گویا اک شمارِ خواب ہے

یہ دلِ اندوہ گیں ہے دردناکِ اضطراب
دیدۂ غمدیدہ میرا اشکبارِ خواب ہے

گنبدِ غفلت ہوں عبرت لو زیارت سے مری
یہ وجودِ عنصری میرا مزارِ خواب ہے

آنکھ بند ہوتے ہی آنکھیں کھل گئیں سب گور میں
ہوشیاری بھی ہماری ننگ و عارِ خواب ہے

شب کسی کے بختِ خفتہ کو جگا آئے ہو تم
دیکھو آنکھوں میں تمہاری کچھ خمارِ خواب ہے

ہاں کبھی آتا تھا رونا ہم بھی روتے تھے کبھی
اب تو اپنی چشمِ تر اک جوئے بارِ خواب ہے

ہے ہجومِ بدگمانی ہائے ذوقِ زندگی
مرگِ غافل کو یہی حاصل اعتبارِ خواب ہے

رستخیزِ حشر سے کچھ کم نہیں ہے چوکنا
یہ شبِ فرقت مری روزِ شمارِ خواب ہے

لطفؔ غفلت سوتی ہو کیا پاؤں پھیلا کر یہاں
چاکِ دل گویا کہ آغوشِ مزارِ خواب ہے

کیا اقربا دماغ مرا کھائے جائینگے
کب تک بُری بھلی مجھے سمجھائے جائینگے

وہ آپ چپ رہیں گے تو کہوائے جائینگے
غیروں سے کچھ نہ کچھ ہمیں سنوائے جائینگے

تلوار بزمِ غیر میں چل جائے گی کبھی
بے پردہ آپ چار ہیں گر لائے جائینگے

ملتے رہیں گے سارے زمانے سے روز وہ
مجھ ہی سے ضد ہے مجھکو ہی ترسائے جائینگے

آتا ہے ہم کو باتوں میں تم سے عجب مزہ
شکوے ہزار طرح کے دُہرائے جائینگے

خونِ شہیدِ عشق کا دھبہ نہ جائے گا
دامن وہ عمر بھی جو دھلوائے جائینگے

اس عشق میں نصیب سے یہ بھی گمان نہ تھا
صورت بھی دیکھتے تری ترسائے جائینگے

نکلے شبِ وصال میں تھم تھم کے آرزو
اے فرطِ شوق دیکھ وہ گھبرائے جائینگے

تڑپائینگے فراق میں آہو نسے دل ہی کیا
ہم اپنے ساتھ اُنکو بھی تڑپائے جائینگے

پوری ہو بات یا نہو اس سے غرض نہیں
میرے تو سر کی آپ قسم کھائے جائینگے

جس کو بُرا کبھی نہ کہا لطفؔ عمر بھر
اُس کے گلے زبان پہ کیا لائے جائینگے

فقط تم تو صورت دکھا کر گئے
مگر کیا کہوں میں کہ کیا کر گئے

نہ کر رشکِ دشمن مجھے بدگمان
ارے وہ ابھی تو بلا کر گئے

مریضِ محبت کی حالت یہ ہے
دوا دینے والے دعا کر گئے

تمھاری ہی چالوں سے سب کچھ ہوا
تمھی تو قیامت بپا کر گئے

شبِ ہجر کیونکر مجھے موت آے — فرشتے اجل کے قضا کر گئے
نکالی تمنا کوئی آج تک — کبھی حسرتیں تم مٹا کر گئے
بھروسہ ترے عہد و پیماں کا کیا — کہ دشمن بھی تیرا گلہ کر گئے
عیادت کو آئے بھی تو کیا کیا — مرا دردِ دل وہ سوا کر گئے
بھلے دو دلوں میں بُرائی پڑی — بُرا کرنے والے بُرا کر گئے

گلے مل کے بیٹھے جب آئے وہ لطفؔ
گئے تو گلے سے لگا کر گئے

١٤

میرے دل کی لگی وہ کیا جانے — اِسے میں جانوں یا خدا جانے
ایسے بیمار کا علاج ہی کیا — درد کو اپنے جو دوا جانے
بات وہ کیا کہ جس کا چرچا ہو — راز وہ کیا جو دوسرا جانے
لذتیں اس کی ہم سے پوچھے کوئی — عشق کا کوئی کیا مزا جانے
اُس سے کیا ہو نباہ کی اُمید — حرفِ مطلب کو جو گلا جانے
اب وہ اگلی سی بات اُسکی نہیں — اُسے کیا کر دیا خدا جانے

میں نے دل لطفؔ اُسکو دے ہی دیا
مجھے کیا ہو گیا خدا جانے

چین وہ عشق میں پائے ہیں کہ جی جانتا ہے
درد و دکھ بھی وہ اُٹھائے ہیں کہ جی جانتا ہے

یاد آتی ہیں جوانی کی بہاریں اب تک
وہ مزے ہمنے اُڑائے ہیں کہ جی جانتا ہے

ہاں دعا بھی کبھی لی ہوگی کسی کے دل کی
تمنے دل بھی وہ دُکھائے ہیں کہ جی جانتا ہے

وہ لجاتے ہوئے شرماتے ہوئے بزم میں آج
اسطرح سامنے آئے ہیں کہ جی جانتا ہے

ہاں کلیجے بھی کئے ہونگے کسی کے ٹھنڈے
تمنے جی بھی وہ جلائے ہیں کہ جی جانتا ہے

چھڑ گئی بحث کھلی اُن پہ جو دل کی چوری
اسطرح آنکھ چُرائے ہیں کہ جی جانتا ہے

غیر تو غیر ہی ہیں عشق میں دیکھا سب کو
اپنے بھی ایسے پرائے ہیں کہ جی جانتا ہے

آپ کے پیار سے اغیار نے کیا کیا نہ کیا
وہ وہ طوفان اُٹھائے ہیں کہ جی جانتا ہے

رکھ کے اغیار پہ محفل میں وہ طعن و تشنیع
اسطرح مجھ کو ستائے ہیں کہ جی جانتا ہے

لطفؔ ہم اُس بتِ سفاک کے کوچے سے آج
بچ کر اسطرح سے آئے ہیں کہ جی جانتا ہے

آیا ہے ابر گھر کر بس اب شراب آئے
ساقی ہیں تیرے صدقے چنگ و رباب آئے

وہ دن خدا دکھائے یہ سن بھی رنگ لائے
تجھ کو جوانی آئے پیارے شباب آئے

کیا اس زندگی کی حالت جو پوچھو میری
دن کو نہ چین آئے شب کو نہ خواب آئے

ہو حشر اور برپا پھر ہو تماشا کیسا
محشر میں آنے والا گر بے نقاب آئے

وہ لیگئے ہیں چٹکی سوتے میں دیکھے ہمکی
میرے خیال میں بھی اب تو نہ خواب آئے

بست وکشادِ عالم اُس چشم سے ہے باہم
اک انقلاب جائے اک انقلاب آئے

جب بات ہے نزع میں قاصد ہو ایسی جلدی
بس خط یہاں سے جائے وہاں سے جواب آئے

جانا ہے سہل قاصد آنا ہو وہاں سے مشکل
جب بات ہے کہ جاکر تو کامیاب آئے

میں جانوں جب کہ آیا قاصد جواب لایا
گر میری زندگی میں خط کا جواب آئے

گھونگھٹ میں روئے انور اسطرح ہی منور
جس طرح چاند کوئی زیرِ سحاب آئے

اٹکا ہوا ہے یہ دم اُس گل میں ہائے ہمدم
جس کے بدن سے ہر دم بوئے گلاب آئے

وہ راز کیوں کہوں میں جو آپ کہہ چکا ہو
وہ بات کیوں سنو تم جس سے حجاب آئے

یہ مدرسہ نہیں ہے لے لطف میکدہ ہے
یاں کیوں بغل میں لیکر حضرت کتاب آئے

اے لطف تم کو عالم کہتا ہے ایک عالم
مسجد سے بتکدہ میں کیسے جناب آئے

آج کچھ ایسے موثر مرے نالے نکلے
خلوتِ غیر سے وہ دل کو سنبھالے نکلے

پہلے کب میرے سوا چاہنے والا تھا کوئی
اب تمھارے تو بہت چاہنے والے نکلے

دشت گردی کا اثر ہر رگ و پے میں ساری
دل کے اندر بھی مرے پاؤں کے چھالے نکلے

ہائے ناکامیِ دل حسرت و ارماں کے عوض
آہ نکلی کبھی منہ سے کبھی نالے نکلے

رنگِ محفل نے ترے بیٹھنے ہم کو نہ دیا
ہم جگر تھامے ہوئے دل کو سنبھالے نکلے

عشوہ و ناز حسینوں کے تو دیکھے ہیں بہت
اس کے انداز مگر سب سے نرالے نکلے

کل تو کھائی تھی قسم غیر کے گھر جانے کی
پھر بھی کیوں آج نئے حیلے حوالے نکلے

پوچھنا کیا ہے جگر سے مرے کیا کیا نکلا
تیر کیا سیسے کلیجے میں تو بھالے نکلے

چھیڑ دیکھے کوئی یوں لطف سے فرماتے ہیں
آپ ہی ایک مرے چاہنے والے نکلے

کہاں ہنسنے ہمیں ہیں حسن ایسا دیکھنے والے
وہ کس انداز سے بولے کلیجا دیکھنے والے

تماشا حسنِ یوسف کا نہ دیکھیں گے کبھی جاکر
ترے کوچہ میں ہر دم تیرا جلوہ دیکھنے والے

سرِ بام اُس نے کل آکر جو چہرہ سے نقاب اُلٹی
گرے ایک ایک پر سب بے تحاشا دیکھنے والے

ستمگر بے مروت بیوفا بے مہر و سنگین دل
تجھے کیا دیکھ کر کہتے ہیں دیکھا دیکھنے والے

بگڑ جاؤ گے غیروں کے کہے پر گر چلو گے تم
اجی یہ جتنے ہیں سب ہیں تماشا دیکھنے والے

میں قربان تیری چتون کے ترے تیور کے میں صدقے
بُری نظروں سے مجھ کو دیکھ اچھا دیکھنے والے

تمھیں اندر سے باہر جذبِ دل نے کھینچکر لایا
ہوا کرتے ہیں اس تورتے کے دیکھا دیکھنے والے

رقیبوں کا غرور اچھا نہیں ان حسن والوں پر
کرشمے آخر اُسکے دیکھیں کیا کیا دیکھنے والے

تماشا بنکے پھرتے ہو یہ کیا کرتے ہو تم اے لطف
کرینگے اک نہ اکدن تم کو رسوا دیکھنے والے

وہ دیکھے یا نہ دیکھے لطف ہم تو اُس کو دیکھیں گے
نہیں کرتے کبھی کچھ اس کی پروا دیکھنے والے

هم اکتا گئے رنج و غم سہتے سہتے	نکل جائے گا یونہی دم سہتے سہتے
اٹھا جاتا ہے اپنا دنیا سے اب دل	چھٹا جاتا ہے جی الم سہتے سہتے
مزے وصل کے یاد کرتے ہیں کیا کیا	جدائی کے صدمونکو ہم سہتے سہتے
حسینوں سے آساں نہیں دل لگانا	نکلجاتی ہے جان غم سہتے سہتے
الٰہی بہت ہو گئے ہم تو عاجز	زمانے کے جور و ستم سہتے سہتے
کلیجہ بس اب منہ کو آنے لگا ہے	یہ صدمہ خدا کی قسم سہتے سہتے
جو واقف ہوئے تم سے تو کب ہوئے ہم	تمہارے یہ چکمے یہ دم سہتے سہتے

مشیت میں اے لطفؔ کیا گفتگو ہے
نہ سہتے کہ جف القلم سہتے سہتے

وصل کی رات وہ صحبت مجھے یاد آتی ہے	بیٹھے بیٹھے کوئی صورت مجھے یاد آتی ہے
نام سنتا ہوں کسی سے جو محبت کا کبھی	دل لگانیکی مصیبت مجھے یاد آتی ہے
جب انہیں جانیکو روکا تو وہ پھر ٹھیر گئے	ہائے وہ انکی مروت مجھے یاد آتی ہے

لطفؔ کا آپ نے جس لطف سے دل ہاتھ کیا
بندہ پرور وہ عنایت مجھے یاد آتی ہے

چال فتنہ نہیں تو پھر کیا ہے	حشر پیدا نہیں تو پھر کیا ہے

دل کے اندر کھٹک رہا ہے کچھ
تیر ان کا نہیں تو پھر کیا ہے

سامنے میرے غیر سے ہنسنا
یہ رُلانا نہیں تو پھر کیا ہے

دل کو دے کر ہے دردِ سر لینا
عشق جھگڑا نہیں تو پھر کیا ہے

ہدفِ ناوکِ ادا تیرا
دل ہمارا نہیں تو پھر کیا ہے

غیر کے ہاتھ مجھ کو خط بھیجا
یہ جلانا نہیں تو پھر کیا ہے

مجھ کو بھیجی ہے غیر کی تصویر
یہ تماشا نہیں تو پھر کیا ہے

شکوہ کرتے ہیں مجھ سے دشمن کا
یہ ستانا نہیں تو پھر کیا ہے

شورِ محشر اُٹھاؤں نالوں سے
کوئی سُنتا نہیں تو پھر کیا ہے

میں بھی کیوں چاہوں میری اُلفت کی
تم کو پروا نہیں تو پھر کیا ہے

پوچھتا ہوں عدو سے اُنکا حال
مجھ کو سودا نہیں تو پھر کیا ہے

لطف سے لطفِ زندگی سمجھو
جب یہ بندہ نہیں تو پھر کیا ہے

اِن بتوں کی اگر خدائی ہے
لُٹ گئے لُٹ گئے دُہائی ہے

آپ نے زلف کیا بنائی ہے
حُسن کی بات اب بن آئی ہے

ہاتھ میں میرے وہ کلائی ہے
چین اب آیا اب کل آئی ہے

دل چُرا کر نظر چُرائی ہے
کس فرے کی یہ آشنائی ہے

خیر جی دیتے ہیں تمھیں لو دل
یہ بھی اک قسمت آزمائی ہے

پھیر دیجے ہمیں ہمارا دل
یہ زبردستی کی ڈھٹائی ہے

کوئی میرا بھلا نہیں کرتا
مجھ میں کیا جانے کیا بُرائی ہے

بے وفا میں نے کیوں کہا اُنکو
اتنی سی بات پر لڑائی ہے

دل چرا کر ملاتے ہو تم آنکھ
واہ کیا دیدے کی صفائی ہے

کون ہوتا ہے بیکسوں کی طرف
تم جدھر ہو اُدھر خدائی ہے

کس بلا کا ہجومِ حرماں ہے
روزِ محشر شبِ جدائی ہے

آج کرتے ہیں زور سے نالے
ضعف سے طاقت آزمائی ہے

گریہ آتا ہے دل کے اندر سے
مگر اُمید کب بر آئی ہے

کوئی اک آدھ بات میری بھی
مان جاؤ تو کیا بُرائی ہے

دل کے باہر اگر ہے اک عالم
اس کے اندر بھی اک خدائی ہے

ان کو ملنے سے روکوں کس کس کو
سارے عالم سے آشنائی ہے

اب بتوں کو ہوا ہمارا خیال
اُس کی کیا شانِ کبریائی ہے

آدمی گرچہ ہے خدائی میں
آدمی میں بھی اک خدائی ہے

میرے سوزِ جگر کی حالت پر
آگ کس نے تمھیں لگائی ہے

صبح ہوتی ہے لطف سو جاؤ
دیکھو تو کتنی رات آئی ہے

تانکنا اُس کا کیسے خالی ہے	وہ نگہ دل چُرانے والی ہے
دے رہا ہے گواہی وصل پہ دل	یہ تو کچھ بات ہونے والی ہے
فکر رہتی ہے اک نہ اک سب کو	اِس سے دنیا میں کون خالی ہے
ہم تو کہتے ہیں آج ہی ہو جائے	کل قیامت جو ہونے والی ہے
آئینہ ہے کسی کا میرا دِل	اس میں اک صورتِ مثالی ہے
سیدھا سادھا مزاج ہے اس کا	صورت اچھی ہے بھولی بھالی ہے
میں نے ساقی کے ہاتھ کل توبہ	ایک ساغر پہ بیچ ڈالی ہے
نظر آتی ہیں چتونیں کچھ اور	آنکھ تم نے کسی پہ ڈالی ہے
دل ہے یا غم کا ہے کوئی دریا	جتنا بھرتا ہے اتنا خالی ہے
نقد دل پہلے دے چکے تم کو	اب ہمارا ابھی ہاتھ خالی ہے
لاکھوں دل اسکی ٹھوکروں میں ہیں	دردمندوں کی پائمالی ہے
دل نہ تھا بلکہ تھی ہماری جان	ہائے یہ چیز ہم سے کیا لی ہے

دل سے کرتے تو ہیں دعا ہم لطفؔ
اس کا دربار لا اُبالی ہے

۴

تم کو میں جانوں دل مرا جانے	غیر کیا سمجھے غیر کیا جانے
یہ ہمارا ہی ہے دلِ ناداں	جو جفا کو تری وفا جانے

خبر آئی ہے اُن کے آنیکی — آئیں گے یا نہیں خدا جانے
کس خوشی سے میں کھا رہا ہوں اُسے — غم تو بیٹھا تھا مجھ کو کھا جانے
تم کو معلوم کیا لگی دل کی — سوزِ فرقت کو دل جلا جانے
جب نہیں ہے دوائے دردِ فراق — چارہ گر زہر ہی دے کھا جانے
جس نے دیکھا ہے اُسکو کہتا ہے — بے وفائی بھلا وہ کیا جانے
ضبط لازم ہے دیدۂ پُرنم — غمِ پنہاں نہ دوسرا جانے
ہم کو معلوم ہے ادا اُن کی — کوئی کیا سمجھے کوئی کیا جانے
جو شبِ ہجر مجھ پہ بنتی ہے — میرا دل جانے یا خدا جانے
سُن کے کہتے ہیں مدعا میرا — ایسی باتیں مری بلا جانے
بارہا چھیڑ ہے جو گیسو سے — اُس کو وہ جانے یا صبا جانے

لطفِ دنیا و لطفِ دیں میں ہوں
مجھ کو کیا سمجھے کوئی کیا جانے

عاشقی میں بھلا بُرا کیا ہے — آ گیا دِل تو دیکھنا کیا ہے
وصل کی شب یہ شوخیاں دیکھو — پوچھتے ہیں کہ مدعا کیا ہے
لوگ تو کہتے ہیں مریضِ عشق — تم بتاؤ مجھے ہوا کیا ہے
بے وفائی میں آپ کا شہرہ — اور ہو گا ابھی ہوا کیا ہے

چشم پرفن سے اُنکی پوچھیں گے
اُن سے وہ وہ ادا نکلتی ہے
عشوہ کیا چیز ہے ادا کیا ہے
جو نہیں جانتے ادا کیا ہے

مجھ سے پوچھو شبِ فراق کا حال
جانتا ہوں کہ یہ بلا کیا ہے
کیا قیامت ہے اُنسے پوچھتا ہوں
نگہِ چشمِ فتنہ زا کیا ہے

ابر اُٹھا ہے لو پیو اے لطفؔ
مَے سے توبہ تمہیں ہوا کیا ہے

وصال میں وہ کہاں دُھن جو انتظار میں ہے
عجیب طرح کی لذت فراقِ یار میں ہے

چلا کے دیکھے کوئی جامِ مَے سرِ محفل
کہ چشمِ مست کسی کی عجب خمار میں ہے

زمانہ بھر میں وہ یکتا ہے آزمائے کوئی
کچھ ایک دو میں نہیں ہے جو ہے ہزار میں ہے

ہماری محفلِ مَے میں یہ رنگ لطفؔ ہے آج
سرود و ساقی و پیمانہ انتظار میں ہے

بچیں گے کبتک ہمارے ہاتھوں سے آپ شرم و حجاب کر کے
نکال ہی لینگے کام دل ہم کبھی تو مستِ شراب کر کے

فلک ہے وہ کہنہ ظلم پیشہ یہ ایک ادنیٰ ستم ہے اسکا
بنایا قاتل جہان کا تمسے حسیں کو مستِ شباب کر کے

قدم میں لغزش عرق جبیں پہ قبا کے دامن کھلے ہوئے ہیں
نگاہیں کہتی ہیں آرہے ہیں وہ قتل شرم و حجاب کر کے

کسی کو خوش اور کسی کو غمگیں بنا رہا ہے ہمارا واعظ
فقط زبانسے عذاب کر کے فقط بیاں سے ثواب کر کے

کہو تو کیا ختم ہو چکے ہیں وہ پردے پردے کے ظلم سارے
جفا و بیداد کر رہے ہو جو آجکل آفتاب کر کے

پھر راتدن مشغلہ ہی اتنا بنے ہوئے کو بگاڑ دینا
یقیں ہے مجھ کو وہ چھوڑ دیں گے ضرور اک دن خراب کر کے

وفائیں میری گنی ہوئی ہیں تو ازنِ جور اس سے ہوگا
مواخذہ سے نہ بچ سکو گے جفائیں تم بیحساب کر کے

سُنا ہے لوگوں سے لطفؔ میں نے گذار دی اسطرح عمر ساری
کبھی تو ذوقِ رباب کر کے کبھی تو شوقِ شراب کر کے

دو بدو اُن سے حوصلے نکلے
خوب ہی دل کے ولولے نکلے

وصل میں دل کی آرزو نکلی
نکلے ارمان ولولے نکلے

ہم بُرے ٹھہرے اور بھلے دشمن
جو بُرے تھے وہی بھلے نکلے

پھونک دینگے فلک کو آہوں سے
اور اگر مجھ سے دل جلے نکلے

لطف ہے لطفؔ ان کے سب عاشق
سر پھرے نکلے من چلے نکلے

جب وہ ہم سے ملے جلے نکلے
تھے ڈھکے حوصلے کُھلے نکلے

بھولے بھالے سمجھ رہے تھے ہم
کس غضب کے وہ چُلبلے نکلے

چٹکیاں میرے دل میں لینے کو
آپ کے پھر وہ چٹکلے نکلے

دیکھئے دونوں وقت ملتے ہیں
کیوں سرِ شام سر کُھلے نکلے

حضرتِ لطف میکدے سے آج
بیدھڑک نشہ میں ٹُلے نِکلے

ترے گیسوؤں پر فدا ہونیوالے
ہمیں ہیں اسیرِ بلا ہونیوالے

ہمیں اک نہیں مبتلا ہونیوالے
بہت سے ہیں تم پر فدا ہونیوالے

مزہ لے رہے ہیں مزہ لینے والے
خفا ہو رہے ہیں خفا ہونیوالے

ہمارے سر آنکھوں پہ غصہ تمھارا
سلامت رہو تم خفا ہونیوالے

تو کیا جانے انکی حقیقت کو زاہد
یہی بت ہیں آخر خدا ہونیوالے

مجھے کیوں نہ تڑپائیں وہ جانتے ہیں
یہہ نالے نہیں ہیں رسا ہونیوالے

اُٹھائیں بھی اب دفترِ پند واعظ
کہیں رِند ہیں پارسا ہونیوالے

قسم آپ کھاتے ہیں کہتی ہے چتون
یہہ وعدے نہیں ہیں وفا ہونیوالے

مری آہ دیکھی رقیبوں کو دیکھو
ٹھہرتے کہاں ہیں ہوا ہونیوالے

خبر کیا تھی قاتل کہ پیکاں ہیں تیرے
مِرے دردِ دلکی دوا ہونیوالے

شبِ وصل جتنا وہ چاہیں ستالیں
بھلا لطف ہیں بے مزہ ہونیوالے

کچھ ایسی بات نکلی ہے زباں سے
پڑا ہے منہ چھپانا راز داں سے

نرالے ہیں ستم ساری جہاں سے
جفائیں تم نے سیکھی ہیں کہاں سے

جفا کا یوں عوض لو آسماں سے
اُٹھاؤں فتنۂ محشر فغاں سے

کہاں میں اور کہاں یہ ضبطِ گریہ
چھپا رازِ نہاں سوزِ نہاں سے

کچھ ایسی جانفروشی میری دیکھی
وہ اب ڈرنے لگے ہیں آسماں سے

تمہارے گیسوئے پیچاں کو ہر دم
یہی ہے فکر ہر اک دل کو پھانسے

عیاں کر دے گا یوں رازِ محبت
نہ تھی اُمید یہ دردِ نہاں سے

عدو کی آپ سنئے مجھ سے تعریف
مزا آجائے گا میرے بیاں سے

ارم کی مدح اے زاہد سنوں کیا
ابھی آیا ہوں میں کوئے بتاں سے

مری تقدیر ہی اچھی نہیں ہے
گلا تم سے نہ شکوہ آسماں سے

اُڑائی فتنہ انگیزی کی طرزیں
تری رفتار نے میری فغاں سے

وہ قدموں کو بتا کر کہہ رہے ہیں
اُٹھے گا فتنۂ محشر یہاں سے

نہ مجھ سے چھپ سکی بیتابی اے لطف
وہ واقف ہو گئے رازِ نہاں سے

بہت دشوار ہے سودائے زلفِ خم بخم نکلے
یہ آساں ہے کہ سر جائے یہ ممکن ہو کہ دم نکلے

نہیں ثانی تمہارا کوئی تو ہمشکل ہم بھی ہیں
جفا میں ایک تم نکلے وفا میں ایک ہم نکلے

ملا کر بارہا خطِ جبیں سے اپنے دیکھا ہے	بہت کچھ ملتے جلتے آپ کے نقشِ قدم نکلے
کفِ پا سے تمہاری میرے سر کو وہ تعلق ہے	جہاں سجدہ کیا میں نے وہیں نقشِ قدم نکلے
جو حسرت ہے تو اب یہ ہے ترے قربان ہو جاؤں	جو ارماں ہے تو اب یہ ہے ترے قدموں پہ دم نکلے
جفا میں لطف ہے بیداد میں اک خاص لذت ہے	زمانے سے نرالے اُن کے اندازِ ستم نکلے

اُمید و نا اُمیدی کی کشاکش میں پھنسا ہوں لطفؔ
کبھی کہتا ہوں جی جاؤں کبھی کہتا ہوں دم نکلے

مُتفرق اشعار

جادو بھری آنکھوں نے دیوانہ بنا ڈالا — تمہیدِ محبت کو افسانہ بنا ڈالا
اک روز بلایا تھا اب ورسی نہیں ملتے — زاہد نے مرے گھر کو میخانہ بنا ڈالا

کیا کہوں کیا ہے فسانہ مری رسوائی کا — بابِ اوّل ہے ترے قصۂ رعنائی کا
نہ تو دہلیز ہے انکی نہ کہیں نقشِ قدم — پھر بھی ارماں ہے مجھے ناصیہ فرسائی کا

اس عاشقی نے زیست کو مشکل بنا دیا — رنج و الم کو عمر کا حاصل بنا دیا

نیکی بدی رہجاتی ہی ہم تم نہیں رہتے
وہ کام کرو جس سے کرے خلق خدا یاد

ملتی ہے عجب درگذر و عفو میں لذت
اے لطفؔ نہیں رکھتا کسی کی ہی خطا یاد

اے شبِ انتظار رات تمام
نہ تو مرتے ہیں ہم نہ جیتے ہیں

کہیں تم سے کیا ہم کدھر دیکھتے ہیں
تمھیں دیکھتے ہیں جدھر دیکھتے ہیں

اُدھر دیکھتے ہوں اِدھر دیکھتے ہوں
اُدھر دیکھتے ہیں اُدھر دیکھتے ہیں

میں سودائے زلفِ دوتا چاہتا ہوں
بلا اپنے سر پر لیا چاہتا ہوں

میں کب دشمنوں کا بُرا چاہتا ہوں
تمھارا اور اپنا بھلا چاہتا ہوں

میں دل چاہتا ہوں نہ جاں چاہتا ہوں
فقط تم کو اے جانِ جاں چاہتا ہوں

جفائیں پرانی ہیں چرخِ کُہن کی
نیا دوسرا آسماں چاہتا ہوں

اک مسیحا پہ ہو گئی قربان
جان منت کشِ قضا نہوئی

ناز کیجے نیاز والوں سے
وہ ادا کیا ہے جو ادا نہوئی

دشمنِ جاں ہوا کرے کوئی	دل ہیں لیکن رہا کرے کوئی
کوئی سنتا نہیں تو نالوں سے	کیوں نہ محشر بپا کرے کوئی
پندِ ناصح نہیں علاجِ فراق	دردِ دل کی دوا کرے کوئی
اب تو ارمان بھی نہیں آتے	کیا کہوں ہائے بیکسی دل کی
خدا جانے وہ یار آئے نہ آئے	مرے دل کو قرار آئے نہ آئے
اجی رکھ لو بھی دل عاشق کا لیکر	بلا سے تم کو پیار آئے نہ آئے
یہی ہے مشغلہ رندوں کا واعظ	پیئے جائیں خمار آئے نہ آئے
خماری آنکھ بھولی بھولی صورت	بتاؤ تم پہ پیار آئے نہ آئے
پلا ساقی مئی کہنہ کا اک جام	خبر کس کو بہار آئے نہ آئے

ٹھمریاں

ٹھمری سارنگ

پیت کی ریت سے نیارے نویلے	مورے بالم نت البیلے
ساوے سیا ہے بھولے بھالے	سنگت اُچھلے کودے کھیلے

بن کے کٹھن پردیس سدھارے	چھوڑ گئے گھر موہے اکیلے
سونا گھر ہے سیج ہے سونی	نیناں بہائے آنسو کے ریلے
مورا پیا کد آکے ملے گا	کوئی بتادے جان ہی لیلے

لطف کہو آصف کی دہائی
شاہ گرو کے تم ہو چیلے

ٹھمری یمن

ہٹو ہٹو جی پیا بس جاؤ بھی جاؤ	ناحک مورا جی نہ جلاؤ
جس کی بگل میں رین گجاری	آچکی بھور بھی وان ہی گجارو
کیا میں کہتی ہوں کر کے مکرو	جھوٹی موٹی کسمیں کھاؤ
اپنا اپنا لہنا ہے بالم	میں تو تمہیں تم اور کو چاہو
تم بن میں تو کھاوں نہ پیوں	سوتن کو تم مدوا پلاؤ
لطف نہیں ہرجائی پن اچھا	چھوڑو یہ گن گلے آؤ لگ جاؤ

ٹھمری پیلو

کاہیکو بیٹھے ہو بالم مورے	روٹھے روٹھے کورے کورے
تم تو سدا سے کانوں کے کچے	بیری بہترے مورے تورے
منہ سے تو بولو مانو کہا کچھ	پیاں پرت ہوں ہاتھ بھی جوڑے

لطف ہو تم تو دس پر بھاری	چھوڑ دیہہ گن ہیں ہلکے چھچورے

مثلث و مخمس وغیرہ

مثلث بر غزل حضرت شاہ دکن نظام الملک آصفجاہ اول (مغفرت مآب)

ستم سہتے سہتے تھکی سب خدائی چناں آمدی بر سر بیوفائی
که گویا بعالم نبود آشنائی

مجھے موت بہتر ہے اس زندگی سے بحالِ منِ خستہ فرمائی رحمے
شکستِ دلم را بده مومیائی

جو حاجت روا ہو اُسے کیا ہو مشکل ز موجِ نسیمے پئے عقدۂ دل
بیا موز آئینِ مشکل کشائی

تو فریاد رس ہے تو فریاد سن لے بده گوش بر حرفم از روئے لطفے
که فریاد دارم زدستِ جدائی

ملا کیا جو دل لطف کا تو نے توڑا نہ پرسی تو دل خستگانِ خودت را
نگوئی که آصف بگو در کجائی

مثلث بر غزل حضرت صائب رحمتہ اللہ علیہ

کیوں بدلتا ہے زمانے کی طرح تیرا مزاج　　ہر دم آزردگی غیر سبب را چہ علاج
ما گذشتیم ز لطف تو غضب را چہ علاج

بادۂ عشق سے ساقی میں ہوا ہوں گو مست　　فرض کردم کہ بیادِ تو دلم خورسند است
لیکن ایں دیدۂ دیدار طلب را چہ علاج

راز چھپنے کا نہیں یہ تو کھلے گا اک دن　　میتواں داشت نہاں عشق ز ہر دم لیکن
زردیٔ رنگ و رخ و خشکیٔ لب را چہ علاج

تری امید پہ کرتا ہے نفس آمد و شد　　روز در آرزوے وصل تو گر آخر شد
غم تنہائی و طولانیٔ شب را چہ علاج

لطفؔ کا حال نہیں آپ سے کچھ کم صائبؔ　　گرم از ہر دو جہاں چشم بپوشم صائب
دل دیوانۂ معشوق طلب را چہ علاج

مثلث بر غزل حضرت جامی رحمتہ اللہ علیہ

کس طرح کوئی دیکھے جی بھر کے تماشائی　　ہر لحظہ جمالِ خود نوعے دِگر آرائی
شورے دِگر انگیزی شوقے دِگر افزائی

دانائی کی باتوں سے دیوانہ کو گر ہو کد　　عقل از تو چہ دریابد با وصف تو اندیشد
در عقل نمی گنجی در وہم نمی آئی

بو جس طرح پھولوں میں جیسے کہ بدن میں جان　　پنہائی تو پیدا پیدائی تو پنہاں
ہم از ہمہ پنہائی ہم بر ہمہ پیدائی

تو نے ہی کیا شیدا خود ہو کے جو بے پردہ　　زان سایہ کہ افگندی بر خاک گہ جلوہ
دارند ہمہ خوباں سرمایۂ زیبائی

ہم جانتے ہیں تجھ کو جس بھیس میں آئے تو　　بے پردۂ آب و گل مارا نہ نمائی رو
خورشیدِ درخشاں را تا کے بگِل اندائی

کعبہ ہو کہ بتخانہ دل ہو کہ کوئی دیدہ　　اے گشتہ عیاں ہر جا ہر جا کہ شوی پیدا
گردد زغمت شیدا صد عاشقِ ہر جائی

اے لطف سب آساں ہے ہی ترکِ خودی مشکل　　جامی ز دوئی بگسل یکروے شو و یکدل
باشد کہ کنی منزل در عالمِ یکتائی

ایضاً

آمدہ بیروں ز خود بے پردہ خود را کردہٗ　　حسنِ خویش از روئے خوباں آشکارا کردہٗ
پس بچشمِ عاشقاں خود را تماشا کردہٗ

شمعِ روئے آدمِ کامل بمن بنمودہٗ　　ز آب و گل عکسِ جمالِ خویشتن بنمودہٗ
شمع گل رخسار و ماہ و سرو بالا کردہٗ

جملہ عالم را بسکر و بیخودی افگندہٗ　　جرعۂ از جام عشق خود بخاک افگندہٗ
ذو فنونِ عقل را مجنوں و شیدا کردہٗ

گرچہ پردہ کردہٗ از ما کجا پوشیدہٗ　　گرچہ معشوقی لباس عاشقی پوشیدہٗ
آنکہ از خود جلوہٗ از خود تمنّا کردہٗ

غیر تو کس را نہ بینم بر زمین و آسمان　　موکب حسنت نگنجد در زمین و آسمان
در حریم سینہ حیرانم کہ چوں جا کردہٗ

بر سر ہر موئے صد ہا دیدہ و دل بستۂ　　بر رُخ از زلف سیہ مشکیں سلاسل بستۂ
عالمے را بستۂ زنجیر سودا کردہٗ

ہیچ کارے نیست بہتر لطف از آں کار بیش　　میکنی جامی گم اندر عشق رسم و اسم خویش
آفریں بادا بریں رسمے کہ پیدا کردہٗ

مثلث بر مصرعہ خود

دل پیاری اداؤں پر ہر آن فدا کرتا　　جادو بھری آنکھوں پر ایمان فدا کرتا
تم میرے اگر ہوتے میں جان فدا کرتا

عزت سے نہیں مطلب حرمت سے نہیں مطلب　　بندہ ہوں محبت کا دولت سے نہیں مطلب
تم میرے اگر ہوتے میں جان فدا کرتا

بے مہری دشمن کی جو مجھ سے شکایت ہے　　انصاف کرو تم ہی یہ رسم محبت ہے
تم میرے اگر ہوتے میں جان فدا کرتا

جادو بھری آنکھوں سے کیا کیا نہیں پایا ہے　　دشمن کی محبت میں روتے ہوئے دیکھا ہے
تم میرے اگر ہوتے میں جان فدا کرتا

تم دیکھتے کیا کرتا تم دیکھتے کیا ہوتا جو کچھ کہ ہوا اب تک اس سے بھی سوا ہوتا
تم میرے اگر ہوتے میں جان فدا کرتا

تم جان سے پیارے ہو میرے جگر و دل ہو میں چاہتا ہوں تم کو تم اور پہ مائل ہو
تم میرے اگر ہوتے میں جان فدا کرتا

تم لطفؔ کے مہماں ہو اور لطفؔ کی محفل ہے پہلو میں کسی کے ہو پر اور کہیں دل ہے
تم میرے اگر ہوتے میں جان فدا کرتا

تخمیس بر غزل خود

جس جگہ پردہ نشین جھانکا گیا تاکا گیا یا کہیں چلمن سے پردے سے کوئی تڑپا گیا
سو بہانوں سے کسی جا کوئی آیا یا گیا لاکھ روکا لاکھ تھاما پر نہ دل تھاما گیا
اچھی صورت جب نظر آئی یہ ظالم آ گیا

چھوڑ ہرجائی طریقہ بس نہ اب باتیں بگھار ڈھنگ سب بگڑے ہیں تیرے تو چلن اپنے سدھار
اگر یہی ہیں طور تو پیارے کرے کیا کوئی پیار دوپہر کی دھوپ ہے جاناں جوانی کی بہار
چار دن کی چاندنی پر کاہے کو اترا گیا

کالی کالی ہائے کیا گھنگھور چھائی ہے گھٹا اب تو کچھ بوندیں بھی لو پڑنے لگیں مینہ آگیا
یار ہے گلزار ہے نغمہ ہے پھر ہے دیر کیا لا صراحی کھول شیشہ جام بھر بھر کر پلا
آسماں پر ابر ساقی دیکھ کیسا چھا گیا

یاں نگہ میں عالمِ امکاں ہی اب کچھ نہیں یاں فنا و ہستی انساں ہی اب کچھ نہیں
آرزو ہی کچھ نہیں ارماں ہی اب کچھ نہیں دل کو کیا کوسوں کہ مجھ میں جاں ہی اب کچھ نہیں
غم کو کیا کھاؤں کہ میرا غم مجھے خود کھا گیا

چور ہیں سارے حسیں یوں کیا چرا لیتے ہیں دل کھولے مٹھی بھلا ایسے چھپا لیتے ہیں دل
کیا زبردستی کسی کا یوں دبا لیتے ہیں دل لاؤ صاحب دامِ گیسو سے چھڑا لیتے ہیں دل
مفت کا کیا مال تھا جو ہو گیا آیا گیا

سختیاں کبتک اٹھائے کوئی آخر عشق ہیں جان یوں کبتک کھپائے کوئی آخر عشق ہیں
کبتک اپنا دل جلائے کوئی آخر عشق ہیں رازِ دل کبتک چھپائے کوئی آخر عشق ہیں
ضبط کرتے کرتے اب منہ کو کلیجہ آگیا

خاک میں مجھ کو ملاتے ہو کروگے یاد پھر نام دنیا سے مٹاتے ہو کروگے یاد پھر
جور سے تم باز آتے ہو کروگے یاد پھر لطف کو اتنا ستاتے ہو کروگے یاد پھر
روؤگے کہہ کہہ کے میرا چاہنے والا گیا

تخمین بر غزل فصیح الملک داغ دہلوی

ایکدم بھی نہ تھی قرار سے آنکھ سیر ہوتی نہ تھی دو چار سے آنکھ
ہو گئی لطفِ کردگار سے آنکھ لڑ گئی یارِ گل عذار سے آنکھ
اب نہیں چھپتی ہزار سے آنکھ

چاک پردہ ہو رازِ الفت کا بات دل کی ہو غیر پر افشا

تا نکنا جھانکنا ہے آفت زا　　دید کا بھی ہے کیا بُرا لپکا
نہیں رہتی ذرا قرار سے آنکھ

کچھ تو غیرت سے کچھ محبت سے　　کچھ خیال جمال صورت سے
کچھ وہ وحشت سے کچھ وہ فرقت سے　　کچھ وہ حیرت سے کچھ وہ حسرت سے
خوب بنتی ہے انتظار سے آنکھ

چل گئی غیر سے مقرر آج　　اپنے جامے سے ہے وہ باہر آج
دیکھنا کیا ستم ہو ہم پر آج　　اُن کو دیکھا ہے جو مکدر آج
بھر گئی سرمۂ غبار سے آنکھ

کالی کالی گھٹا ہو ٹھنڈی ہوا　　جمع سامانِ عیش ہو سارا
اور ساقی بنے وہ ہوش ربا　　دو بدویوں ہے میکشی کا مزا
جام سے لب ملے تو یار سے آنکھ

وصل کی شب کو بھول جاؤں میں　　بے حیائی کہاں سے لاؤں میں
کس طرح منہ انہیں دکھاؤں میں　　یار سے آنکھ کیا ملاؤں میں
نہیں ملتی ہے راز دار سے آنکھ

اس تغافل سے در گذر کیجے　　تیغ ناز و ادا کو سر کیجے
اپنے کشتہ کے دل میں گھر کیجے　　تو وہ ناوکِ نظر کیجے
کیوں چرائی مری مزار سے آنکھ

آسماں پر تھا لطف آ گئے دماغ
اور آلامِ دہر سے بھی فراغ
اب جگر میں پڑے ہیں لاکھوں داغ
نشہ تیرا اُتر گیا اے داغ
کُھل گئی غفلتِ خمار سے آنکھ

تخمیس بر غزل نواب صغریار جنگ بہادر اصغر

وار کب خالی ترا قاتل گیا
تیرے ہاتھوں سے ترا مائل گیا
ایک ہی تیرِ نگہ میں دل گیا
آخر اپنی جان سے بسمل گیا
دل لگانے کا نتیجہ مل گیا

اُٹھ گیا پردہ گئی شرم و حیا
بن گئے عقدہ کشا بندِ قبا
میں ہوں اور ہر رات سامان وصل کا
اُنس ہوتے ہوتے آخر ہو گیا
ملتے ملتے دیکھئے دل مل گیا

آہ و نالہ میں ہے کچھ تاثیر بھی
بے اثر ہوتا نہیں جذبِ دلی
دل کی بیچینی بھی ہے کچھ کام کی
دیکھ لی بلبل کی شاید بے کلی
غنچۂ گل مسکرا کر کھل گیا

کیا کہوں احوالِ بسمل ہمنشیں
جان بھی جائے تو کچھ پروا نہیں
یہ تمنا ہے کہ مل جائے کہیں
کیسی حسرت سے نگاہِ واپسیں
ڈھونڈتی ہے کس طرف قاتل گیا

ہے عجب عالم ستم ایجاد کا
ہر گھڑی اک ظلم کرتا ہے نیا
آجکل ایجاد کی ہے یہ جفا
روز زخموں میں نمک بھرنے لگا

جانے ظالم کو مزہ کیا مل گیا

موت کی تکلیف راحت ہوگئی
زندگی رنج و مصیبت ہوگئی
ناتواں ایسی طبیعت ہوگئی
قلب کی اپنے یہ حالت ہوگئی

ہاتھ سے شیشہ گرا دل ہلگیا

چل رہی ہے آجکل اُلٹی ہوا
ہے دِگرگوں حال خاص و عام کا
لطف کچھ تم ہی بتاؤ یہ ہے کیا
اک بت سفّاک پر دل آگیا

لوگ کہتے ہیں کہ اصغر دل گیا

مخمس بر مصرعہ حضرت حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ

زسوزِ فرقت ما مونس و غمخوار مستغنیست
زآہ و زاری ما چرخِ کجرفتار مستغنیست
زخستہ حالی ما دہرِ ناہنجار مستغنیست
زبختِ خفتۂ ما طالعِ بیدار مستغنیست

زعشقِ ناتمامِ ما جمالِ یار مستغنیست

علاجِ دردِ فرقت حضرتِ ناصح ہی فرمائیں
بہلا کیسے دلِ مضطر کو ہم تسکین لینے دیں
ہمیشہ شکل اس بے مہر کی پھرتی ہے آنکھوں میں
سدا دیدار کو اسکے ترستی رہتی ہیں آنکھیں

زعشقِ ناتمامِ ما جمالِ یار مستغنیست

یہی قسمت کا لکھا ہے یہی قسمت ہماری ہے
تڑپنا دن کو ہے اور رات کو اختر شماری ہے
یہاں ہم نے شبِ غم آہ و زاری میں گذاری ہے
وہاں اُس رشکِ مہر و ماہ کو غفلت شعاری ہے

زعشقِ ناتمامِ ما جمالِ یار مستغنیست

فلک بھی حال پر اتو مرے آنسو بہاتا ہے
نہ یہ غم میرا جاتا ہے نہ یہ دم میرا جاتا ہے
دلِ مضطر جو سینہ میں شبِ غم تلملاتا ہے
یہی حافظ کا مصرعہ لطف کے لب پہ آتا ہے

زعشقِ ناتمامِ ما جمالِ یار مستغنیست

گھلا جاتا ہوں فرقت میں مرا اب حال ہے ابتر
بھڑکتی آتشِ اُلفت ہے دل میں سینہ ہے مجمر
زباں پر ذکر رہتا ہے تغافل کیش کا اکثر
بروزِ حشر خواہم گفت پیشِ داورِ محشر

زعشقِ ناتمامِ ما جمالِ یار مستغنیست

عیاں تھا صاف گو چہرے سے میرے رنج و غم میرا
مگر از محبت دل ہی دل میں اپنے رکھا تھا
ذرا جو چھیڑ کر ہمدم نے میرا حال کچھ پوچھا
زباں سے پھر تو میرے کیا کہوں بے ساختہ نکلا

زعشقِ ناتمامِ ما جمالِ یار مستغنیست

تخمیس بر غزل حضرت خسرو دہلوی رحمتہ اللہ علیہ

گفتم کہ دارو بہرِ دل گفتا کہ آزارِ من ست
گفتم کہ سرمہ دیدہ را گفتا کہ دیدارِ من ست
گفتم کہ پنہان و عیاں گفتا کہ انوارِ من ست
گفتم کہ روشن از قمر گفتا کہ رخسارِ من ست

گفتم کہ شیریں از شکر گفتا کہ گفتارِ من ست

گفتم چہ کارِ عاشقاں گفتا بہ شب زاری بود — گفتم چہ عزت بہر شاں گفتا کہ ہر خواری بود

گفتم رہِ آزادگان گفتا گرفتاری بود — گفتم طریقِ عاشقی گفتا وفاداری بود

گفتم مکن جور و جفا گفتا کہ ایں کارِ من ست

گفتم کہ دردِ جاں ستان گفتا کہ دردِ ہجرِ من — گفتم کہ تابِ ناتواں گفتا کہ دردِ ہجرِ من

گفتم کہ جانِ نیم جاں گفتا کہ دردِ ہجرِ من — گفتم کہ مرگِ عاشقاں گفتا کہ دردِ ہجرِ من

گفتم علاجِ دردِ دل گفتا کہ دیدارِ من ست

گفتم کہ مہری یا قمر گفتا کہ نورِ چشم و جاں — گفتم کہ روحی جانِ من گفتا کہ من جانِ جہاں

گفتم کہ لطف الدینخان گفتا غلامِ خسرواں — گفتم کہ حوری یا پری گفتا کہ من شاہِ بتاں

گفتم کہ خستہ و ناتواں گفتا پرستارِ من ست

مخمس مدحیہ حضور پُر نور نواب میر محبوب علیخان آصف سادس خسرو دکن مدظلہ (عفرلہٗ نگار)

للہ الحمد کہ اب سر پہ گھٹا چھائی ہے — گلشنِ دہر میں بھی فصلِ بہار آئی ہے

دے جو ساقی مئے تازہ ابھی کھچوائی ہے — بعدِ مدت یہ صبا خوشخبری لائی ہے

فتح جنگ آصف سادس نے ظفر پائی ہے

اپنی فرحت کا مسرت کا جو اظہار کروں — رنج کا نام کسی کو میں نہیں لینے دوں

شیشۂ دل کو ہر اک کے مئے عشرت سے بھروں — ہر ہی خواہ کی محفل میں یہ جا کر میں پڑھوں

فتح جنگ آصف سادس نے ظفر پائی ہے

ہفت اختر کا تقابل نہ تو تربیع کی دید　　اس زمانے میں سمجھتے ہیں قیامت سے بعید
مشتری کی ہے سعادت تو قمر کی ہے نوید　　دشمنوں کو نظر آتا ہے سیہ روزِ عید
فتح جنگ آصفِ سادس نے ظفر پائی ہے

اپنی حد درجہ جو مسروری دل پاتا ہوں　　فرطِ خوشنودی سے بےچین ہوا جاتا ہوں
عندلیبانِ چمن کو بھی سمجھاتا ہوں　　گُل کو پیغامِ صبا سے یہی بھجواتا ہوں
فتح جنگ آصفِ سادس نے ظفر پائی ہے

آجکل دل میں کسی کے نہ کدورت نہ غبار　　دفعتاً ہو گئے معدوم سب اعدا ایکبار
مژدہ باد اہلِ زمانہ کہ اب آئی ہے بہار　　گلشنِ دہر ہوا فضلِ خدا سے بے خار
فتح جنگ آصفِ سادس نے ظفر پائی ہے

لوحِ قرطاس پہ مصرعہ یہ ہوا جب ارقام　　شاد و خُرم ہوئے احباب تو دشمن ناکام
عیش کے ساتھ مبدل ہوئی رنج و آلام　　ایک مدّت کی یہ کوشش کا ہوا ہے انجام
فتح جنگ آصفِ سادس نے ظفر پائی ہے

عیش و عشرت کا زمانہ ہے کہاں رنج و محن　　رکھدے بس طاق پہ تو ظلم و ستم چرخِ کہن
شادماں ہو کے یہ فرماتے ہیں اب شاہِ دکن　　وزرا ہاتھ لگے ہیں مرے عاقل پر فن
فتح جنگ آصفِ سادس نے ظفر پائی ہے

رمز کو اور اشارے کو بھلا کیا سمجھیں　　معنیٔ ظاہری کچھ اہلِ زمانہ سمجھیں
ہاں میں کہتا ہوں ذرا لطف کا منشا سمجھیں　　جن کو دعویٰ ہو خرد کا یہ معمّا سمجھیں

فتح جنگ آصفِ سادس نے ظفر پائی ہے

تخمس جیبہ مداح اعلیحضرت قدر قدرت بندگانعالی ظلِ سبحانی حضور پر نور نواب میر عثمان علیخان بہادر آصفجاہ سابع خسرو دکن خلد اللہ ملکہ

ضیا میں اس رخِ روشن سا آفتاب نہیں — مثال روئے منور کی ماہتاب نہیں
وہ کونسی ہے سعادت جو ہمرکاب نہیں — وہ کونسی ہے صفت جو کہ انتخاب نہیں
مرے حضور کا ثانی نہیں جواب نہیں

نظیرِ ماہِ منور ہے رخ حسینوں کا — جوابِ دیدۂ خوباں ہے نرگسِ شہلا
کوئی کسی کا مقابل ضرور نکلے گا — مگر نظامِ دکن ہیں جہان میں یکتا
مرے حضور کا ثانی نہیں جواب نہیں

زر و جواہر و گنج و خزانہ دولت میں — سپاہ و فوج و علم عز و شان و شوکت میں
بہادری میں شجاعت میں تاب و طاقت میں — صوابدید میں تدبیر و رائے و حکمت میں
مرے حضور کا ثانی نہیں جواب نہیں

بہت ہی ذکر فریدوں و جم فسانوں میں — اور ان کے گنج و گہر آتے ہیں بیانوں میں
جواہرات جو یاں ہیں نہیں ہیں کانوں میں — پڑے ہیں سیکڑوں ہی مہر و مہ خزانوں میں
مرے حضور کا ثانی نہیں جواب نہیں

نظامِ مملکت و عدل و حکمرانی میں — جہاں پناہی میں عالم کی پاسبانی میں
عطا میں جود میں بخشش میں زر فشانی میں — کرم میں لطف و عنایت میں مہربانی میں

مرے حضور کا ثانی نہیں جواب نہیں

ملازموں کی غلاموں کی دلنوازی میں　　غریب وبیکس ومفلس کی کارسازی میں
عطائے خلعت وجاگیر وسرفرازی میں　　غنائے قلب وطبیعت کی بے نیازی میں

مرے حضور کا ثانی نہیں جواب نہیں

نگاہِ لطف میں اور بندہ پروری میں آج　　کرم میں رحم میں آئین سروری میں آج
سخاو بذل میں الطاف گستری میں آج　　ہدایتوں میں شریعت کی رہبری میں آج

مرے حضور کا ثانی نہیں جواب نہیں

سخن میں شعر میں اندازِ خوش بیانی میں　　زباں میں طرزِ سخن طبع کی روانی میں
بیان وعلمِ ادب قافیہ معانی میں　　ہنر شناسی میں جوہر کی قدردانی میں

مرے حضور کا ثانی نہیں جواب نہیں

کوئی غلام کرے مدح بادشاہ کی کیا　　بڑی ہے بات مرا منہ ہی لطف دین چھوٹا
کہاں سے لاؤں وہ الفاظ جو ہو مدح ادا　　دعائیں دیجیے یہ مصرعہ پڑھوں جو طرح ہوا

مرے حضور کا ثانی نہیں جواب نہیں

قطعہ مدحیہ اعلیحضرت قدر قدرت بندگانعالی خسرو دکن حضور پرنور نواب میر عثمان علیخان بہادر خلد اللہ ملکہٗ

اے رشکِ راجگان مہاراجہ پیشکار　　کس منہ سے شکر ہو کہ یہ موقع دیا مجھے
اے وجہ رونق بلد وفخرِ آصفی　　خالق کریگا شاد بہت خوش کیا مجھے

اس سرفراز نامہ کے صاحب ورود سے	از حد سرور تھا کہ جو حاصل ہوا مجھے
جادو تھا سحر تھا کہ وہ نامہ تھا آپ کا	کیا جانے کیا وہ تھا کہ مسخر کیا مجھے
کیا چیز طبع ہے مری کچھ چیز ہے کلام	لیکن قبول کرنا ہے حکم آپکا مجھے
مجبور کر دیا ہے مجھے امتثال نے	خورشید کو چراغ دکھانا پڑا مجھے
اس آپ کی طرح پہ لکھے میں نے چند شعر	مصرعہ کسی نے آج ہی یہ لا دیا مجھے

مدت میں جا کے آج یہ عقدہ کھلا مجھے
دی ہے خدا نے کس لئے فکرِ رسا مجھے

رکھتا ہوں سر پہ آج میں تاجِ سخنوری	مدحِ شہِ نظام ہے بالِ ہما مجھے
کیا فکر ہے جو رشتۂ تقدیر میں گرہ	ہاتھ آ گیا نصیب سے عقدہ کشا مجھے
دل سے عقیدہ مجھ کو ہے تجھ سے جو اسقدر	ہے بندۂ نظام تخلص بجا مجھے
وہ تو کہ اپنی ذات پہ نخوت تجھے بجا	وہ میں کہ اپنے آپ سے آئے حیا مجھے
جلوہ نما ہے تجھ میں رحیمی کی خو صفت	اسکا خیال کیا کہ نہیں رابطہ مجھے
تیرے کرم کا کس پہ ہے عالم میں انحصار	حاتم کہے کہ بخشش کرم سے عطا مجھے
اس طرح تیرا آج جہاں پر ہے فیضِ عام	قاروں سے اہلِ زر نظر آئے گدا مجھے
تلوار جو کھنچے تری مریخ یہ کہے	جلدی محل چھپا کہیں بہرِ خدا مجھے
عالم میں اسقدر ہے شجاعت کا زلزلہ	ماہی سے گاو کہتی ہے خود کیا ہوا مجھے

عاجز ثنا میں ہوں تری قاصر ہوں مدح میں
توصیف تو نہ آئی ۔ کچھ آئی دعا مجھے

منظور ہے جہاں میں تو لطف و کرم ترا
مطلوب ہے خدا سے تو تیری بقا مجھے

تو شاد بامراد ہو جب تک جہاں رہے
محروم اس دعا سے نہ رکھے خدا مجھے

اے لطفؔ تھی نہ مدح و قصیدہ کی یہ ردیف
اس میں کوئی غزل ہی بھلا کہہ سنا مجھے

ساجد بنائے کیوں نہ ترا نقشِ پا مجھے
اُس بوالہوس کے گھر کا بتا یا پتا مجھے

وعدہ سے کیا حصول ہی مجھ بدنصیب کو
محروم اسکی رکھتی ہے شرم و حیا مجھے

وحشت کا اک ہجوم ہے اور ہے جہان تنگ
دشت عدم میں چھوڑ دے اب اے قضا مجھے

دم کیا ناک میں مرا لائی ہیں شوخیاں
یارب ملا ہے یار عجب چُلبلا مجھے

اے عشقِ یار تیری بدولت ہوا نصیب
فرقت میں اضطراب کا کیا کیا مزا مجھے

لیتے ہیں امتحانِ وفا مجھ میں دم نہیں
اس عشق نے رکھا نہ کسی کام کا مجھے

معلوم شوخیاں ہیں ترے دست بُرد کی
واپس نہ دیگا دل کبھی وزدِ حنا مجھے

ایسے ستم سہے کہ ہوا ہوں جفا پسند
اپنی فنا سے ہو گئی حاصل بقا مجھے

اے لطفؔ کھل گیا مرے دل کا تمام حال
اس شاعری نے خوب ہی رسوا کیا مجھے

قطعات تاریخ ولادت باسعادت شہزادگان بلند اقبال حضرت شاہِ دکن دام اقبالہم

آصف بے کے ہوا ہے نیک فرزند — چہرہ سے ظہورِ نور لامع
کہدی یہہ فلک نے لطفؔ تاریخ — دلبندِ نظام سعد طالع

۱۳ ھ ۲۵

دیگر

وقتِ سعید و سالِ ہمایوں و روزِ نیک — دلبندؔ راحتِ دلِ شاہِ دکن ہوا
دل کو تھی فکر سالِ ولادت سعید کی — شہزادۂ نظام ہو الطفؔ نے کہا

۱۳ ھ ۲۵

دیگر

للہ الحمد از نوالِ کردگار — جلوہ زد دلبندِ سلطانِ دکن
آمد اندر دہر آں مولودِ سعد — ہمچو روحِ عالم و جانِ دکن
مہرِ دولت ماہِ عظمت نورِ ملک — عزتِ ہندوستان شانِ دکن
در لبِ بلبل نوائے ایں نوید — خندہ زن گل در گلستانِ دکن

عرض تاریخِ ولادت لطفؔ کرد
آمدہ ماہِ درخشانِ دکن

۱۳ — ھ — ۲۵

دیگر

شکر ہے بفضلِ خدا جانِ تولد خلق کا
گھر میں آصف کے سلیمان حکمت پیدا ہوا

عرض کی تاریخ میلادِ مبارک لطفؔ نے
ماہتاب مجد و مہر سلطنت پیدا ہوا

۲۵ ھ ۱۳

قطعات تاریخی تخت نشینی اعلیٰحضرت بندگانعالی حضور پُرنور نواب میر عثمان علیخان بہادر آصفجاہ سابع خسرو دکن خلد اللہ ملکہ و دولتہ

میر عثمانِ علیخان (مدظلہ) ہے وہ شاہ
آسمان پر جسکی ہے رفعت کا مہد

روز و شب مثلِ پدر انکے رہے
عدل و عالم پروری میں جد و جہد

کیوں نہ جشنِ تاجپوشی میں پئیں
دل سے ہم جامِ محبت مثلِ شہد

لطفؔ نے لکھا ہے یوں سالِ جلوس
عہد عثمانی ہو دولت مہد عہد

۲۹ ھ ۱۳

دیگر

شاہ محبوب رفت چون بارم
از غمش تیرہ روئے دنیا شد

شاہ عثمان علی (مدظلہ) بہ تخت دکن
ہمچو خورشید جلوہ پیرا شد

گشت مرہم نہہ جراحتِ دل
تا بدر داغش از دلِ ما شد

تا ابد باد تاجدارِ دکن
اینکہ بر ملک حکم فرما شد

بندہ اش لطفؔ سالِ فصلی گفت
شاہِ والا سریر آرا شد

۲۰ ف ۱۳

دیگر

باد بر تختِ دکن شہ تا ابد
می کند او مشکل ما منجلی

لطفؔ حرف سال ہجری میزند
حکمرانی کردۂ عثمان علی (مدظلہ)

۱۳ـــــ ھـــــ ۲۹

دیگر

اے شہ آصف نظام الملک سایۂ ظلِ رب
والیٔ اعیان ملکی و رعایا را ولی

لطفؔ تاریخ جلوسِ میمنت مانوس گفت
سکۂ امن جہاں زد بادشاہ عثمان علی (مدظلہ)

۱۳ـــــ ھـــــ ۲۹

مبارک بادی

اے شہ تمہارے سر پر چترِ شہی مبارک
اے آفتابِ تاباں جلوہ گری مبارک

یہ تخت و تاجِ نامی یہ دولتِ دوامی
شاہِ نظام آصف عثمان علی (مدظلہ) مبارک

یہ سلطنت یہ شوکت یہ عز و جاہ و ثروت
یہ سروری ہمایوں یہ خسروی مبارک

سہرا تمہارے سر ہو ملکِ دکن کا دائم
عیش و نشاط و عشرت جشن و خوشی مبارک

ہر روز ہو مسرت ہر شب ہو جشن عشرت
ہر ایک پل ہمایوں ہر اک گھڑی مبارک

باغ و بہارِ عالم ہو تم سے شاد و خرم
غنچے کا مسکرانا گل کی ہنسی مبارک

تاریخِ حکمرانی اے لطفؔ دست بستہ
کہدو کہ شاہ کو یہ تاجِ شہی مبارک

۱۳ھ ۲۹

قطعات تاریخ ولادت باسعادت شهزادگان والاشان حضرت بندگانعالی شاد کن آصف سابع دام اقبالہم

شکرِ خدا کہ باشد پروردگار عالم — کآمد بکامِ دلہا امسال عہد میمون
در قصرِ شاہ پیدا آن طفل شد کہ شیدا — باشد بحسنِ رویش شمس و قمر زگردون
روشن بود جمالش از حسنِ بیمثالش — برتر بود جلالش زاسکندر و فریدون
از رحمتِ آلہی در زیرِ ظلِّ شاہی — ماند بملک و دولت زآسیبِ دہر مصؤن
تا بد و صبح محشر باشد بلند اختر — سالش بود مبارک فالش بود ہمایون
پیدا بوسطِ مہ شد پرنور کاخ شہ شد — زین ماہِ چاردہ شد گیتی بنور مشحون
ہاتف بہ لطف گوید تاریخ او چو جوید — نورِ ربیع الاوّل زین بدر باشد افزون

۳۰ ـــ ھ ـــ ۱۳

دیگر

بشکوے فلک پیمائے شاہی — عیاں شہزادۂ خورشید رو شد
ازاں روزے کہ گشتہ عالم افروز — ہما واجب دعائے عمرِ او شد
بہارِ خرمی در دل زند جوش — کہ بار آور نہالِ آرزو شد
بوسطِ ایں ربیع الاوّل او را — چو بدرے جلوہ در وقت نکو شد
بگوشِ ہوشم اے لطف آسمان گفت — ز قصرِ شاہ طالع بدر او شد

۳۰ ـــ ھ ـــ ۱۳

دیگر

ہوا وہ شاہزادہ چودہویں تاریخ کو پیدا — منور جس سے سارا ملک مہ سے تا بماہی ہے
فلک اسکی تجلّی دیکھ کر عالم میں بول اُٹھا — یہی کامل مہ تابندۂ مشکوے شاہی ہے

۱۳ــــــ۳۰ــــــھ

دیگر

مبارک ہو عثمان علیٰ (مدظلہ) شاہ کو — یہ شہزادہ روشن ہے جس سے دکن
کہی لطفؔ نے اسکی تاریخ یوں — کہ یہ شاہزادہ ہے فخرِ زمن

۱۳ــــــ۳۰ــــــھ

قطعہ تاریخ در شکریہ عطیۂ سلطانی دو شمشیر مصر و مغرب

حکمرانِ ہفت کشور شش جہت — آصفِ سابع نظام الملک باد
ظلِّ حق نواب میر عثمان علی (مدظلہ) — خسروِ عادل شہِ با دل جواد
از فراموشان درگاہِ خودش — با نوازش لطفؔ ویں را کرد یاد
از عطائے خویش سر افراز کرد — در غلامانِ خودش منت نہاد
فخر دنیا کرد لطف الدین را — یارب این فخرم بود در ازدیاد
گفت تاریخ عطائے ہر دو تیغ — در حروف معجمہ با اتحاد
مصرعہ تاریخ گفتہ لطفِ تو — مصر و مغرب از شہ مازیب باد

۳۰ ۱۳

قطعۂ تاریخ در شکریہ عطیۂ سلطانی جامۂ وار ہ تھان

(مطلع)

ہم ہیں بندے میر عثمان علی شاہ نظام
آصف سابع فتح جنگ سپہ سالار کے

بخت و اقبال و زمانہ تیغ و تاج و عزم و جزم
سب ہیں فرمان بر ہمارے مالک و مختار کے

پڑھتے ہیں شیخ و برہمن ان کا کلمہ رات دن
انکی مٹھی میں ہیں دل سب کافر و دیندار کے

دوست دشمن کیلئے انکی جہانبانی ہیں آج
جمع ہیں سامان سب اقبال کے ادبار کے

روز بنتے ہیں مقدر انکے ہاتھوں خلق کے
روز ہوتے ہیں بھلے دن بیکس و دو چار کے

اُن کے یاور جنکے دل ٹوٹے ہوئے ہوں یاس سے
اُنکے حامی تھک کے جو بیٹھے ہوں ہمت ہار کے

جان دینے پڑا دا ہو جائے گر حق نمک
آج ہی ہو جائیں ہلکے ہم سر اپنا وار کے

بخششیں وہ کچھ کہ جنکی پائیگاہ خود یادگار
رحمتیں وہ کچھ کہ ہم پھل پھول اس گلزار کے

جسم پر بنجائے گر موئے بدن اک اک زبان
جب بھی ناممکن ادا ہوں شکر اس سرکار کے

آخر اک دن آگیا اپنے غلاموں کا خیال
آخر ہم بھی تھے اسی در کے اسی دربار کے

مرحمت فرمائے ظل حق نے اپنے لطف سے
بیش قیمت تھان یہ جو پانچ جامہ وار کے

مصرعۂ تاریخ شہ کو نذر دو تم لطف یہ
لطف ہی شہ نے دئیے ہیں تھان جامہ وار کے

۱۳ ــــــ ھ ــــــ ۳۰

قطعہ تہنیت بتقریب تشریف فرمائی پرنس والاشان حضرت نواب اعظم جاہ بہادر دام اقبالہٗ

(تضمین برشعر غالب دہلوی)

ہمارے شاہ و ولی عہد کی ہو عمر دراز
دعا ہماری یہی تجھ سے رب عزت ہے

وہ شاہزادی ترکی کہ جسکی گود میں آج
بصد عروج و شرف نیّرِ جلالت ہے

یہی ہمارا ہے شہزادۂ مکرّم جاہ
کہ جس کی پشت پر اللہ کی حمایت ہے

پھلے پھولے ہمیشہ بشوکت و صولت
ہمارے ملک کی وابستہ جس سے قسمت ہے

وہ شاہزادہ ہمارا پرنسِ والاشان (مدظلہ)
سراپا رحم و کرم ہے خدا کی رحمت ہے

وہ جسکی خوبیٔ اخلاق و نیک عادت سے
ہر ایک فرد بشر کو دلی عقیدت ہے

وہ جس نے صید کیے سی و پنج شیر ابھی
یہ اسکی قوتِ بازو ہے یہ شجاعت ہے

وہ جسکی ذات سے وابستہ ملک کی ہر امید
ہماری جان ہے دل ہے ہماری قسمت ہے

وہ جسکے خلق و مروت سے بندۂ بے دام
ہم ہی نہیں ہیں فقط بلکہ کل ریاست ہے

وہ جس کو یاد ہیں سب بندہ پروری کے ڈھنگ
بڑا ہی لطف کی عزت شریک دعوت ہے

وہ آئیں گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے
کبھی ہم اُن کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

قطعہ در شکریہ ارسال تصویر حضرت عم نواب معین الدولہ بہادر مدظلہ العالی

خدا کی دین ہی یہ حسن دولت ہو تو ایسی ہو
اتر آئی ہے گویا عکس میں تصویر رعنائی
تری تصویر سے ہوتا ہے سکتہ دیکھ کر سب کو
لب خاموش سے گویا ہی پہ تصویر حیرت ہے
نگاہ و چشم و ابرو سے عیاں شمشیر کے جوہر
لکیریں ہاتھ کی گویا ہیں نہریں بذل و بخشش کی
معین الدینخاں نواب نے تصویر یہ اپنی
بڑوں کی اپنے چھوٹوں پر ہمیشہ چاہیے رحمت

تری تصویر کہتی ہے کہ صورت ہو تو ایسی ہو
جوانی ہو تو ایسی ہو جو صورت ہو تو ایسی ہو
تماشا ہو تو ایسا ہو جو حیرت ہو تو ایسی ہو
کہ چہرہ سے ٹپکتی شان و شوکت ہو تو ایسی ہو
نمایاں دست و بازو سے شجاعت ہو تو ایسی ہو
کف باذل سے پیدا ہے سخاوت ہو تو ایسی ہو
مجھے بھیجی ہے ہاں مجھ پر عنایت ہو تو ایسی ہو
عنایت ہو تو ایسی ہو شفقت ہو تو ایسی ہو

عطا کی لطف کو تصویر خاصی مہربانی کی
نگاہ لطف ہے چھوٹوں پر جو حضرت ہو تو ایسی ہو

عریضہ شوق بحضرت عم محترم نواب معین الدولہ بہادر مدظلہ العالی

جناب قبلہ و عم بزرگوار مرے
غرور و ناز مرے عز و افتخار مرے
تمہارے لطف کو میں دل سے پیار کرتا ہوں
خیال کیجے کہ میں انتظار کرتا ہوں

تمہارے لطف و عنایت کا ہوں شکر گذار
تمہارے لطف پر آتا ہے مجھ کو دل سے پیار

پھر ایسا لطف کہ تم چاہو اور میں چاہوں
جب ایسے لطف میں ہو دیر کیوں نہ گھبراؤں

سرود و نغمہ و ساقی پیالہ و خم مے
اس انتظار میں آخر رہیں گے سب تاکے

خدا کے واسطے اب اشتیاق کیجئے کم
بتنگ آمدہ ام چند انتظار کنم

غزل سرائی کی اب ذہن سمائی ہے دل میں
کہ ایک تازہ غزل پیشکش ہے محفل میں

غزل

وصال میں وہ کہاں ذہن جو انتظار میں ہے
عجیب طرح کی لذت فراقِ یار میں ہے

چلا کے دیکھئے کوئی جام مے سرِ محفل
کہ چشمِ مست کسی کی عجب خمار میں ہے

زمانہ بھر میں وہ بکتا ہے آزمائے کوئی
کہ ایک دو ہی نہیں سو میں ہے ہزار میں ہے

ہماری محفل مے میں یہ رنگ لطف ہے آج
سرود و ساقی و پیمانہ انتظار میں ہے

قطعہ در جلسۂ فرہنگر بحضرت عم محترم نواب معین الدولہ بہادر ظلہ العالی

حیدر آباد کے ستاروں سے
آسماں بن گئی ہے ساری زمین

اللہ اللہ دکن کی آبادی
اللہ اللہ رونق و تزئین

ذرّہ ذرّہ ہے مہرِ عالمتاب
قطرہ قطرہ ہے ایک دُرِّ ثمین

انجمن انجمن ہے بزمِ فلک
انجم انجم ہے ایک ماہ مبین

نوجوانی و نوجہانداری
نوجواں بخت و تخت و تاج و نگین

شاہ عالم نواز بندہ نواز
حامیٔ ملک و شرع و دین متین

میر عثمان علی نظام الملک (دام ظلہ)
ظلِ حق نائب رسول امین

درِ دولت پہ جن کے اپنا سر
جن کی دہلیز پہ ہماری جبین

دل ہے کیا مال جو نثار کریں
جان کیا چیز جو ہو نذر کہیں

میں جو فرخنگر کو آیا ہوں
قصدِ سیر و شکار مجھ کو نہیں

بلکہ ہمراہی عسمِ امجد
میں نکل آیا یاں کہیں سے کہیں

ہمرکابی کا فخر تھا منظور
سیر میں سیر بھی ہوئی ہے یہیں

کہ نظر آ گئی مجھے خاصی
دشت میں اک بہارِ فروردین

صید دیکھے شکار گہ دیکھی
یاں کبوتر بھی ایک ہے شاہین

ایسے ایسے شکار کے سامان
جس سے ہو جائے صید گاوِ زمین

گونج اُٹھے تمام دشت و جبل
چار بندوقیں سر جو دَن سے ہوئیں

نکلے پودوں سے اسطرح خرگوش
جیسے تن سے کسی کے جانِ حزیں

سختیوں کے اُٹھانے میں ہرگز
ترش رو ہوں کبھی نہ چیں بہ جبیں

ہمت و عزم و جود و مہر و وفا
کونسی بات ہے جو انہیں نہیں

آسمانِ جلال و عظمت ہیں
آفتابِ دکن معین الدین

جو زمانہ کہے وہ کہتا ہوں مجھے آتی نہیں چناں وچنین
صید گہ میں غزل بھی کہہ دو لطفؔ اچھی آب و ہوا ہے اچھی زمین

غزل

خلوتیں غیر سے ہوئیں تو نہیں میری باتیں کہیں کہیں تو نہیں
مجھ کو منظور ہے تمہاری خوشی دل نہیں پھیرتے نہیں تو نہیں
گردشیں دیکھی ہے لاکھوں ہی آسماں بن گئی زمیں تو نہیں
غیر سے کیا سنا کہو تو سہی ہو گئی بات دلنشیں تو نہیں

لطفؔ یہ بعد وصل کیا ہے خلش
حسرتیں دل میں کچھ رہیں تو رہیں

(مغفور)

مبارکباد مسند نشینی پائیگاہ بحضرت والد بزرگوار حضرت نواب ظفر جنگ شمس الدولہ شمس الملک طاب ثراہ

مرے قبلہ کے تاج پائیگاہ سر پہ مبارک ہو عدو کو حسرتِ مال و زر و گوہر مبارک ہو
دیا ہے آج آصف نے یہ مژدہ شادمانی کا کہ اہل پائگہ کو داور گرافسر مبارک ہو
یہ اک دنیٰ ہے اخلاقِ شگفتہ پر ترے حجت کہ سب اہل دکن کی ہے زبانوں پر مبارک ہو
یہی وردِ زبان ہے خیر خواہوں کے ہر اک لحظہ ظفر جنگ کے عدو کو خاطرِ مضطر مبارک ہو

زمین کیا آسمانوں پر بھی اس کا شور و غوغا ہو | نہیں بخت مساعد طالعِ یاور مبارک ہو
تجھے خلعت ہو حاصل سرفرازی ہیں گراں مایہ | کفن کی دشمنوں کو بس تری چادر مبارک ہو
بحکمِ آصفِ سادس رہے تو حکمراں دایم | بہ تیغِ رشک دشمن کو تنِ بے سر مبارک ہو
مبارک اب حکومت خاص تم کو پائگہ کی ہو | عدو کو خارِ حسرت سینہ و دل پر مبارک ہو
نہو دشمن کے حصّہ میں کوئی پیسہ کوئی کوڑی | مبارک ہو تو اس کو داغِ سیم و زر مبارک ہو
دعا ہے لطفؔ کی ہر روز و شب خلاقِ عالم سے | مجھے والد کا سایہ عمر بھر سر پر مبارک ہو

قطعہ در شکریۂ ارسالِ رائٹنگ بکس جناب نواب افسر جنگ افسر الملک بہادر

افسر الملک داد رائٹنگ بکس | یادگارِ سیاحتِ لندن
افسرِ فرقِ دوستی و وداد | مہربانِ من است و مشفقِ من
انتخابِ زمانہ او صافش | یادگارے ست از جدید و کہن
در فنونِ سپہ گری ماہر | در نظامِ سپاہ کامل فن
شکرِ تو لطفؔ می کند بخلوص | کہ مرا دادہ بدل مسکن
شعرِ من بشنو از زبانِ قلم | طرزِ تحریر بیں ازیں خطِ من

قطعہ تاریخ مسند نشینی پائیگاہ حضرت والد بزرگوار نواب ظفر جنگ شمس الدولہ شمس الملک ظلہ (مغفور)

سالِ سرافرازی رقم | زد لطف در شعر دعا | مولائے ما مختار ما | او وارث خورشید جاہ
دایم سرِ بزمِ شہا | آصف شوی تو سربلند | اے دستگیرِ مور چل | اورنگ زیب پائیگاہ

۱۳۲۱ھ

قطعہ تاریخ افتادن سقف اخی مکرم جناب نواب محمد اکرم الدینخان بہادر سلمہ

آج مشفق مہربان بہائی مرے
غسل کرنے کو گئے حمام جب

اتفاقاتِ زمانہ سے وہیں
آرہی چھت اُنکے اوپر یکی سب

اس قدر مٹی گری اُن پر کہ بس
گر گئے اور رہ گئے مٹی میں دب

لکڑیوں سے ہوگیا مسدود باب
ہوگئے حیراں پریشاں سب کے سب

چھت گری کیا آسماں سب پر گرا
اک سرے سے سب کو تھا رنج و تعب

پیٹ کر کوئی رہا ہاتھوں سے سر
واب کر کوئی رہا دانتوں میں لب

کوئی دوڑا اور چلا معمار پاس
کوئی بھاگا تا کہ خود کھودے نقب

خود نکل آئے یکایک کھول در
خود چلے آئے ہٹا مٹی کو سب

شکر خالق کا کیا سب نے ادا
ہوگئے مسرور پھر تو سب کے سب

اس خدا کے فضل کی تاریخ بھی
لطف کہدو ہی بہ مطلق فضلِ رب

۲۱ ۱۳ ھ

قطعات تاریخی از دواج صاحبزادی مہاراجہ یمین السلطنۃ سرکشن پرشاد بہادر

منعقد با فضل رب دخت کشن پرشاد شد
غلغلہ انگند در ارض و سماو امکنہ

بہر سالِ از دواجش لطف گفتہ بر ملا
عقد حسن دلبراں بنت یمین السلطنہ

۱۳ ــــ ھ ــــ ۲۶

دیگر

منعقد دختِ یمین السلطنۃ　　شُد طفیل خالق رب العباد
گفت ہاتف لطف سالِ ازدواج　　عقد بنت شاہ میموں بامراد
۱۳ــــــ ھ ــــــ ۲۶

دیگر

بفضلِ حق شدہ چوں ازدواج دختِ بلند اختر　　کشن پرشاد ایں شادی ترا نیک و مبارکباد
بفکرِ سالِ عقدش لطف بود و ہاتف غیبش　　بگفتا ایں ۔ مبارک انعقاد و نیک بنتِ شاد
۱۳ــــــ ھ ــــــ ۲۶

دیگر

چو شد عقدِ بنت مدار المہام　　بروزِ ہمایوں زنیک اختری
چنیں لطف تاریخِ شادی شنید　　ز ہاتف ۔ بیکجا قمر مشتری
۱۳ــــــ ھ ــــــ ۲۶

قطعاتِ تاریخ طبعِ دیوانِ نواب راقم الدولہ ظہیر دہلوی

ہوئے دیوان سب تقویم پارین　　چھپا ہے وہ کلامِ بے نظیر آج
کہی یہ لطف نے تاریخ اسکی　　ہوا مطبوع دیوان ظہیر آج
۱۳ــــــ ھ ــــــ ۲۹

دیگر

چھپ گیا ہے کیا کلامِ بے نظیر ہیچ سارے ہو گئے مرزا و میر
فکر تھی تاریخ کی دل نے کہا لطف ہے دیوانِ مولانا ظہیر
۱۳ــــــ ھــــــ ۲۹

دیگر

کلا میکہ مطبوعہ شد بیمثال ندارد مقابل ندارد نظیر
چنیں سال طبعش رقم کرد لطف حمید جہاں طبع زادِ ظہیر
۱۳ــــــ ھــــــ ۲۹

دیگر

اوستادِ ظہیر در فنِ شعر ثانیِ ذوق و رشکِ خاقانی ست
از مسیحا دمیٔ او ہر دم روح در قالبِ زبان دانی ست
ہست چند انکہ کہنہ سال بہ عمر ہمچنان تازہ در سخندانی ست
ہر زبان را از دست گویائی ہر دہن را از و سخن رانیست
نکتۂ او چو گوہرِ شہوار گفتۂ او چو نظمِ قاآنی ست
دہنش فی المثل یمن باشد کہ بیانش چو لعلِ رمانی ست
اندرین عصر در فنِ انشاء نیست مثلش بدہر حقانیست
حل ہر مشکلات شعر و سخن پیش عقلش بفرط آسانیست

چامہ گوئی ازو بشان بلند	تازہ زو شیوۂ غزل خوانیست
ہرچہ آید ز ریختہ ہائے عجیب	در دلِ او ز فیضِ ربانیست

گفت تاریخ طبع دیوان لطف
روکشِ مصحفِ زباندانیست
۱۳۲۹ ھ

دیگر

ایک گلزار ہے کلامِ ظہیر	گل و غنچے کھلے ہوئے کیا کیا
پڑھیے جو شعر لاجواب ہے وہ	دیکھیے جو غزل وہ ہے یکتا
لطف اردو زبان کا اس میں	روزمرہ کا سارا اس میں مزا
ہے نری بول چال اردو کی	علم و فن کا لحاظ بھی ہر جا
ہجر ہے تو جدا ہے اس کا الم	وصل ہے تو خوشی ہے اسکی جدا
دل کا مذکور ہے تو وہ دلکش	ہے جگر کا تعلق تو روح فزا
درد کا ذکر ایک راحت بخش	دل کا ہے اضطراب ایک دوا
شاعری یہ ہے یہ ہے شعر و سخن	اس کو کہتے ہیں شعر واہ وا وا
طوطئ ہند کی شکر ریزی	اُن کے شعر و سخن سے ہے پیدا
نہ کوئی آج اُن کا سا استاد	نہ کوئی آج ان کا سا گویا
یادگارِ بقا نوا ہیں وہ	ذوق کا نام ان سے ہے زندہ

ہے دکن میں وجود ان کا عزیز | قابلِ قدر آج اُن کی بقا
مجھ سے تاریخ کی تھی فرمایش | مجھے فرصت کہاں میں کیا کہتا
پائگہ کے اُمور میرے سر | انتظاموں کا آئے دن جھگڑا
دلّی والوں کی بول چال تھی نظم | چاہیئے تھا زباں کا اس میں مزا
بے تکلف ہو مصرعۂ تاریخ | صاف سیدھا ہو اور برجستا
میں نے اسے لطف یہ کہی تاریخ | چھپا دیوان ظہیر کا اعلیٰ

۱۳۲۹ھ

قطعہ تاریخ واگذاشت اسٹیٹ نواب میر یوسف علیخان سالار جنگ بہادر

اے یوسفِ مصرِ حیدرآباد | نورِ دل و جان مبارک اسٹیٹ
اے نازشِ چار بالشِ فضل | فخرِ دگراں مبارک اسٹیٹ
ہر پیر و جواں ز فرطِ شادی | دارد بزباں مبارک اسٹیٹ
ایں مصرعۂ سال لطف گفت ست | ممدوحِ زماں مبارک اسٹیٹ

۱۳۳۰ھ

دیگر قطعہ تاریخ سرفرازی عہدۂ مدار المہامی بہ جناب نواب میر یوسف علیخان سالار جنگ بہادر

ترا میر یوسف علیخان بہادر | ز شاہ دکن ایں وزارت مبارک
ہمیشہ بود بہرِ تو شادمانی | مدام ایں نشاط و مسرت مبارک

فضائے گلستان اعزاز و تمکیں — بہار چمن ہائے دولت مبارک
ز آبا و اجداد با تو رسیدست — مبارک وزارت وزارت مبارک
در آمد بہ میراث تو حکمرانی — ترا ورثۂ این حکومت مبارک
ز لطف شہ میر عثمان علیخان ظلہ — بہ بالائے تو زیب خلعت مبارک
جہان تا بود این جہاندار بادا — دکن را ازو زیب و زینت مبارک
بدوران بود تا ابد دور آصف — ہمیں تخت و این تاج دولت مبارک
دریں تہنیت لطف تاریخ گفتہ — مدار المہام وزارت مبارک

١٣٣٠ھ

قصیدہ در شکریہ تشریف آوری حضرت عم محترم نواب محمد ولی الدینخان ولی الدولہ بہادر معین المہام سرکار عالی

چلدیا ہائے میرا دل لے کر — اللہ اللہ رے بت کافر
نہ کبھی تونے جھوٹے منہ پوچھا — نہ کبھی لی ذرا بھی میری خبر
ہجر میں تیرے میرا حال ہے کیا — میری ہوتی ہے کس طرح سے بسر
رات کو نیند ہے نہ دن کو چین — مجھ کو پڑتی نہیں کل آٹھ پہر
دن گذرتا ہے کب نہیں معلوم — نہ خبر میری شب کٹی کیوں کر
بیخودی میں ہی ایک دہن تیری — کردیا کچھ تو تونے افسوں گر
بیقراری ہے صبح سے تا شام — درد اٹھتا ہے دل میں شام و سحر

او جفا کار او ستم آرا — او دل آزار چور غارت گر
نہ مری جان کی تجھے پروا — نہ خبر دل کی کیا کیا لے کر
یوں چراتا ہے نقدِ دل کوئی — یوں ستاتا ہے کیا کوئی دلبر
میں جتاتا ہوں چھوڑ جور و ستم — باز آ اور جفا سے توبہ کر
پھیر دے دل مرا مجھے ویسے — یا تو رہ جا بس آ کے میرے گھر
ورنہ فریاد میں کروں گا تری — در گہِ بادشاہ میں جا کر
کون وہ آصف و نظام الملک — ظلِ حق جانشینِ پیغمبر
عادل و داد گر سخی جوّاد — بھول جائے پھر اپنی مہرِ پدر
اپنی بندہ نوازیوں سے کیا — حضرتِ عم کو بھی عدالت گر
خان والا حسب ولی الدین — اشرفِ خاندانِ خجستہ سیر
ذی مروت متین ذی شوکت — صاحبِ علم و فضل و قدر و ہنر
پائگہ کے اِک آفتابِ مُنیر — پائگہ کے وہ اک مہِ انور
آسمانِ جلال و جاہ و وقار — کوکبِ عز و افتخارِ بشر
دولت و جاہ روز افزوں ہو — بخت و اقبال اور فتح و ظفر
ہم کابِ سعادتِ جاوید — تا ابد ہوں ہمیشہ شام و سحر
میرے گھر آج لائے ہیں تشریف — شکریہ میں ادا کروں کیونکر
خورد کو اپنے یہہ بزرگی دی — عزت اس سے ہو اور کیا بڑھ کر

میں بھی اور آپ بھی کریں یہ دعا
تا رہیں آسماں پہ شمس و قمر

تا رہے نظمِ کائنات بسیط
تا رہیں روز و شب مہ و اختر

بخت و اقبالِ ظلِّ سبحانی
روز افزوں ہو روز ہو برتر

لطف کی حق سے التجا ہے یہی
نظرِ لطفِ شاہ ہو ہم پر

قصیدہ مدحیہ حضرت عمِ محترم نواب معین الدولہ بہادر مدظلہ العالی

تھا کبھی میرے بھی قبضہ میں جہانِ آسماں
میرے دم سے تھی کبھی جو کچھ تھی شانِ آسماں

دستِ قدرت نے ہمارے ہاتھ میں دی تھی کبھی
فتحِ ابواب و کلیدِ لامکانِ آسماں

دم مرا بھرتے تھے سب اہلِ زمین اہلِ فلک
میں زمیں کی جان بھی تھا اور جانِ آسماں

کانپتا تھا میرے نعرے سے کبھی عرشِ بریں
فرش تھا قدموں کے نیچے سائبانِ آسماں

بانئ اسلام کے جھنڈے نصب ہم نے کیے
ہم لوائے سرزمیں تھے ہم نشانِ آسماں

نائب ختمِ رسل سلطان عادل بوحفصؓ
آفتابِ دین و دنیا آسمانِ آسماں

یہ ہمارے جدِ امجد یہ ہمارے فخر و ناز
جن کے پرتو سے ہوا روشن جہانِ آسماں

جن کی رایوں پر موکد تھا نزولِ وحیِ حق
جن کی مدحت پر رہی گویاں زبانِ آسماں

جن کی چشمِ قہر سے بے نور خورشید منیر
جن کی چشمِ مہر سے روشن مکانِ آسماں

شاہ ابراہیم ادہم جنے وہ کی ہے خسروی
سرزمینِ بلخ پر تھے حکمرانِ آسماں

شاہ فرخ کابلی کی سلطنت ایسی رہی
یاد ہے اہل زمین کو وہ زمانِ آسماں

اور شیخ الکل فرید الدین حق گنج شکرؒ
سر بہ سجدہ جن کے در پر پاسبانِ آسماں

ان کے تھا نوکِ زباں لوحِ مقدر کا لکھا
منہ کے تھے الفاظ ان کے ترجمانِ آسماں

کون تھے یہ تھے یہی فرد فریدِ کائنات
محرمِ اسرارِ گیتی رازدانِ آسماں

لطف کے اجداد و آبا اولیں و آخریں
مامنِ روئے زمیں تھے اور امانِ آسماں

ٹھوکروں میں تھی مرے دونوں جہاں کی سلطنت
پائگہ میری رہی ہے آستانِ آسماں

انقلابِ دہر نے رکھا کسے ثابت قدم
جانتا ہے سب جہاں یہ داستانِ آسماں

شاہ دہلی نے دیا بوالخیر کو خانی خطاب
آگئی زیرِ قدم پھر نردبانِ آسماں

بو الفتح کو شاہ آصف نے کیا جب تیغ جنگ
ہو گئی رفعت سے انکی پست شانِ آسماں

افضل الدینخاں بہادر تھے وہ اعلی مرتبت
آستاں پر جن کے ہوتا تھا گمانِ آسماں

یادگارانِ کے ولایت جنگ ہیں عالی وقار
جنکی رفعت کے بیاں میں تر زبانِ آسماں

لائے ہیں تشریف عمِ محترم اس بزم میں
آج رکھتا ہے مکان میرا بھی شانِ آسماں

جلسۂ صدر المہامی کی وہ رونق بڑھ گئی
آئیں مجرے کو عجب کیا مطربانِ آسماں

آسماں کچھ آسماں جاہی زمانے میں بنا
ورنہ پہلے تھی کہاں یہ عز و شانِ آسماں

تا ظہورِ حشر دنیا میں رہے گا اس کا نام
مظہر الدینخان سے نکلا خاندانِ آسماں

صاحب جاہ و حشم مسند نشینِ پائیگاہ
ہیں معین الدین چراغ دودمانِ آسماں

میر اکبر آسماں جاہ دکن مشہور تھے
میرے عمِ محترم ہیں آسمانِ آسماں

دل میں آتا ہی نہیں اب مظہرِ رفعت کہوں
ہے عیاں ہر ہر ادا سے انکی شانِ آسماں

شاہ نے صدر المہام صنعت و حرفت کیا
سب کے کانو نہیں ہوئی اونچی دکانِ آسماں

زیرِ ران ان کے الٰہی توسنِ اقبال ہو
اور کفِ قدرت میں آجائے عنانِ آسماں

وہ نظام الملک آصفجاہ سلطانِ دکن
آج جس کی سلطنت ہے اک جہانِ آسماں

اِن کے عہدِ امن میں گرگِ فلک کا ڈر نہیں
انکی چشمِ قہر ہے اک پاسبانِ آسمان

فتح و نصرت ہو یہی خواہانِ دولت کو نصیب
اور نصیبِ دشمناں تیغ و سنانِ آسماں

ہم سُنے جائیں گے کبتک لطف بس اب چپ رہو
تم کہے جاؤ گے کبتک داستانِ آسماں

تمام شُد

۲۰ رمضان ۱۳۵۹ھ

قطعاتِ تاریخی متعلقہ طباعت دیوان لطفِ سخن

(دیوان کی ترتیب ۱۳۵۹ھ سے شروع ہوگئی تھی اور طباعت کا آغاز ۱۳۶۰ھ میں ہوا اس لئے ہر دو سنین میں تاریخیں وصول ہوئیں جن کو باعتبار ردیف اپنی اپنی جگہ درج کیا گیا ہے)

اکرمؔ، عالیجناب نواب صاحب نواب محمد اکرم الدین خان بہادر مدظلہٗ

حالِ دل نظم سے میری ہے عیاں مِن و عن
لوٹا بھائی کی جدائی نے مسرت کا چمن

وہ بھی کیا دن تھے کہ سنتے تھے زباں سے اُن کی
گھر میں بیٹھے ہوئے لے لے کے مزے شعر و سخن

آج یہ دن ہے کہ ہیں کنجِ لحد میں بھائی
اور اکرمؔ ہے گرفتارِ غم و رنج و محن

جان کہنے کو تو ہے جسم میں بیجان سا ہوں
گُلِ پژمُردہ ہوں روندا ہوا پامالِ چمن

زندگانی کا مزہ کچھ نہ رہا جیتا ہوں
لطف ہی جب نہ ہو بے لطف ہے پھر شعر و سخن

چشم تر بہتی ہے نہروں کی روانی پہ مری
سینہ داغوں سے بنا ہے مرا لالہ کا چمن

شاد ہوگی ترے اس کام سے مرحوم کی روح
کہ ہوا سبز ترے ہاتھوں یہ سوکھا گلشن

نعت وہ ہے کہ ہر اک شعر پہ ہو (صلِّ علیٰ)
ہر غزل سے ہے عیاں جلوۂ جاناں کی پھبن

احمد الدین تری تحریر نے مجبور کیا
اب وہ دل ہی نہیں مائل ہو سوئے شعر و سخن

باپ کے نام کو تو نے کیا زندہ تجھ کو
صد و سی سال سلامت رکھے ربِّ ذو المنن

(جی) لگا کر ترے اکرم نے لکھی ہی تاریخ [۱۳ تدخلہ] ❊ (اب نہ باقی رہا دنیا میں کہیں دلطف) سخن [۱۱۹ تخرجہ]

۳۷
۱۳ ——— ۱۳

۵۰ ——— ۱۳ف

اکبر۔ جناب مولوی محمد اکبر علی شاہ صاحب صیغہ دار دفتر پیشی پائیگاہ

ہاتفِ غیبی کند اعلانِ لطف ❊ جند او مرحبا خواہانِ لطف
شاد باش و شادمان جویانِ لطف ❊ سید ہد ایں بوستان ریحانِ لطف
کلیاتِ لطفِ دولہ چاپ شد ❊ کاں کہ بودہ در سخن سحبانِ لطف
سالِ طبع اکبرا پرسد کسے ❊ گشت گلشن گل بگو دیوانِ لطف

۱۳ ھ ۶۰

امجد۔ از جناب علامہ مولنا مولوی سید احمد حسین صاحب امجد

رباعی

ہے سب کی زباں پہ نامِ لطف الدولہ ❊ مشہور ہے لطفِ عامِ لطف الدولہ
پڑھ کر دیوان سب یہی کہتے ہیں ❊ پُر لطف ہے کیا کلامِ لطف الدولہ

انور۔ جناب مولوی خورشید احمد صاحب انور خلف حکیم فقیر احمد صاحب فقیر

لطف دولہ جو تھے امیرِ دکن ❊ جس سے واقف تمام اہلِ دکن
ان کا دیواں چھپا ہے اب انور ❊ سال کہہ۔ معجزاتِ لطفِ سخن

۱۳ ف ۵۰

حسرت ۔ حضرت علامہ مولانا محمد عبد القدیر صاحب صدیقی

دیوانِ لطفِ نکتہ دان | غیرت دہِ باغِ جنان
دریائے عشق و معرفت | ہر شعر سے اس کے روان
حسرت یہ سالِ طبع ہے | لطفِ سخن معجز نشان

۱۳ــ ۵۰ ــ ف

دیگر

جنابِ لطف کا دیوان چمن ہے | ہر اک شعر اس کا رشکِ نسترن ہے
کہا حسرت نے سالِ طبع اس کا | نسیمِ دلکشا لطفِ سخن ہے

۱۳ــ ۵۹ ــ ھ

دیگر

مجمع ازہار ہے لطفِ سخن | منبعِ اسرار ہے لطفِ سخن
لطفِ مجسم کا ہے یہ طبعزاد | شعر کا سنزار ہے لطفِ سخن
ہاتفِ غیبی نے کہا سالِ طبع | مطرحِ انوار ہے لطفِ سخن

۱۳ــ ۵۹ ــ ھ

حیدر ۔ صاحبزادہ جناب نواب میر محمد علیخان صاحب ۔ از دودمانِ نواب مبارز الدولہ مغفور

آں امیرِ ذی حشم آں چشمۂ فیضِ انام | زلہ خوار خوان احسانش بعالم خاص و عام
آں امیرِ پائیگاہ سرمایہ دارِ علم و فضل | آں امیرِ پائیگاہ کو بود ہم صدالمہام

آں امیرِ صف شکن کز خاندانِ تیغ جنگ
آں امیرِ ذی حشم زینت دہِ بزمِ نظام

آں امیرِ دست و بازوئے حکومت زو قوی
آں امیرِ یافتہ سلک سیاست زو نظام

آں امیرِ شہرۂ آفاق در جود و کرم
آں امیرِ نیک طینت نیک سیرت نیکنام

آں امیرِ عادل و باذل خلیق و مہربان
آں امیرِ رحم پرور فیض گستر لا کلام

از سرِ شمشیر فرقت بر قلوبم زخم زد
اے زہے زخم آنکہ تا محشر نیارد التیام

اندریں آوان چو دیوانِ گرامی طبع شد
فکر کردم از پئے تاریخ آن من صبح و شام

بشنو اے حیدر بیا شاید پسند آید ترا
اے خوشا تاریخ آن۔ لطف سخن معجز نظام

۱۹ ۶ ۴۰

دیگر

چاپ شد دیوان لطف الدولہ بہتر چاپ شد
نیچرل آن نیچرل اشعار آن شیرین زبان

حیدرِ عالی ہم بہ بہ چہ نادر گفتہ ام
سالِ تاریخش شنو۔ لطفِ سخن معجز نشان

۱۳ ف ۵۰

دیگر

چھپ گیا لطفِ دولہ کا دیوان
جن کے ہر شعر میں ہے لطفِ مے

کہدو حیدر یہ مصرعۂ تاریخ
بات میں بات پیدا ہوتی ہے

۱۳ ھ ۵۹

خواجہ ۔ جناب مولوی محمد عبدالمعز خانصاحب مددگار ناظم امور مذہبی پائیگاہ ہذا

زیورِ گیتی شدہ دیوانِ لطف
مرحبا پیدا شدہ سامانِ لطف

پرتوِ شمسِ معانی بیتِ او — لفظ و مضمونش دل است و جانِ لطف
تازہ تازہ نو بہ نو مضمونِ او — گل بہ دامن ہست بازار مانِ لطف
نقطہ اش باریک بین نکتہ ایست — نکتہ چین را حرفِ او پیکانِ لطف
رفعتِ تخئیل و لطفِ سادگی — ہر چہ خواہی گیر تو از خوانِ لطف
داد ار و در از نظمش گوہرے — ہست بر گنجِ ادب احسانِ لطف
گفت در منقوط خواجہ سالِ طبع — مطلعِ خورشید شد دیوانِ لطف

۵۰ — ف — ۱۳

دیگر

لطف دولہ تھے امیرِ پائیگاہ — اور تھے نوابِ نامی دکن
مذہبی و عدل کے صدر المہام — نیک صورت نیک سیرت نیک ظن
تھے تو وہ ابنِ امیر ابن امیر — تھا پسند ان کو فقیرانہ چلن
تھے سخنور آپ اپنی طرز کے — تھے سخن فہم اور نقادِ سخن
خوشنویسوں میں اگر خورشید تھے — لطف کہتے تھے انہیں اہلِ سخن
آج وہ شایع ہوا دیوانِ لطف — منتظر تھے جس کے سب اربابِ فن
صاف شستہ نظم ہے آبِ رواں — خوش خطی قطعات کی نہرِ لبن
خطِ نستعلیق ہے روئے حسین — اور شکستہ خط ہے زلفِ پرشکن
ہیں یہ اعضائے بدن یا خط کی جوڑ — دائرے ہیں یا ہیں چشمِ سیمتن
ہے کشش میں دلکشی کی وہ کشش — جو کشش پہ ثقل کی ہے طعنہ زن

چست ہے الفاظ کی ایسی نشست
جیسے درباری ہیں بیٹھے مرد و زن

قطعہ ہے خورشید کی گر روشنی
لطف کا دیوان ہے لطفِ سخن

کیوں نہ ہو پُر لطف یہ سارا کلام
اس میں ہے لطفِ زباں لطفِ سخن

شعر ہو یا ہو غزل یا نظم ہو
یا ہے گلشن یا چمن یا پھول بن

رنگ برنگ کے پھول ہیں جیسے کھلے
ہے دماغ ایسا خیالوں کا چمن

حمد سے روشن ہے انکی بندگی
نعت سے حُبِ نبی جلوہ فگن

شاہ کی مداح ہے انکی زباں
جا گزیں ہے دل میں بھی حبِ وطن

حُسن کی غماز انکی آنکھ ہے
پردۂ پردہ نشیناں ان کا من

سینہ لالہ زارِ داغِ ہجر ہے
سوختہ دل کی جلن سے تن بدن

درد کا مضموں سراپا درد ہے
بیت ہے گویا کہ تصویرِ محن

عشق کا قصہ اگر ان کا پڑھیں
درد بھولیں اپنا قیس و کوہکن

رفعتِ مضمون کو گر دیکھ لے
چرخِ نو پیدا کرے چرخِ کہن

رزمیہ اشعار ہیں میدانِ جنگ
بزمیہ اشعار شمعِ انجمن

دیکھ لیں اس نظم کی گر آب و تاب
ماند پڑ جائیں گے خود دُرِ عدن

از سرِ نو یاد تازہ ہو گئی
یاد آیا تو مجھے کیوں اے عدن

لوٹ کر تو نے ہی میرے لطف کو
لطف سے بے لطف کی تھی انجمن

تو نے ہی تو جان لی پردیس میں
تو نے ہی تو ان کو پہنایا کفن

لُٹ گیا تجھ سے امیرِ قافلہ — تاک میں کب سے تھا تو اے راہزن
تو نے سمجھا تھا کہ وہ دُرِّ یتیم — کان میں تیری رہیگا اے عدن
تیرے ارمانوں پہ پانی پھیر کر — اپنے ہیرے کو لے آیا پھر دکن
تو نے جس کو کردیا بے جان تھا — جان پھر گیتی نے ڈالی جا میں
ہاتھ سے احمد یار جنگ بہادر کے وہ زندہ ہوا — بن گیا پھر رونقِ بزمِ دکن
پائی ہے ایسی حیاتِ جاوداں — لطف ہے جبتک کہ ہے لطفِ سخن

خواجہ اب تاریخ تو یہ عرض کر
لطف دہ شایع ہو الطفِ سخن
۱۳ فصلی ۵۰

ساقیؔ۔ جناب مولوی میر قربان علی صاحب منصبدار سرکارِ عالی (در صنعتِ معجمہ)

کیوں نہ ہو شہرہ کلامِ لطفؔ کا — سب کو ہے مطلوب اب لطفِ سخن
لکھو ساقیؔ معجمہ میں سالِ طبع — چھپ گیا ہے خوب اب لطفِ سخن
۱۳ ھ ۵۹

سجادہ۔ جناب مولٰنا ابو المعرفت شاہ زین الدین صاحب فیضان کلیم نشین جنیدی قادری سجادہ نشین بیدر تلمیذ حضرت داغ دہلوی

بلبل بہ بوستانِ سخن نغمہا زند — در گلستانِ شعر گلِ دیگرے شگفت
سجادہ فکر بود کہ از غیب ہاتفم — لطفِ سخن بدیعِ جہاں طبع شد بگفت
۱۳ ھ ۵۹

دیگر

کلامش لطیف ست وخود لطف بود — کہ در دورِ شلش نہ ہست و نہ بد
بہ گفتم سنش از سرِ انطباع — پسندیدہ لطفِ سخن طبع شد

۱۳ ف ۴۹

دیگر

کیا چھپا لطفِ سخن (صلی علی) — خوبیوں سے اُسکی قاصر ہے زباں
لطفِ دولہ کا ہے یہ لطفِ سخن — ہیں سخنور مدح میں رطب اللساں
ہے کلامِ لطف میں لطفِ سخن — ہے زبانِ لطف میں لطفِ زباں
ہے نرالی بندش اور مضمون نیا — طرز بانکی ہے انوکھا ہے بیاں
دل سے ہیں ممنون سب اہلِ سخن — آئی اس سے قالبِ اُردو میں جاں
کیا ثنا سجادہ مجھ سے ہو سکے — گنگ ہے اہلِ زباں کی بھی زباں
از سرِ اخلاص میں نے کہدیا — چھپ گیا لطفِ سخن کیوان نشاں

۱۳ـــھـــ ۵۸

عباس۔ جناب ڈاکٹر سید عباس حسین صاحب ناظم طبابت۔ مہتمم محلات بخشی جمعیت پایگاہ ہذا

نواب لطف دولہ کی تعریف کیا لکھوں — یکتا وجود اُن کا ہنر پروری میں تھا
حامی تھے ملکیوں کے بہی خواہ ملک کے — بیکس کے تھے وسیلہ غریبوں کے آسرا

بے دستگیر ہم ہوئے سب کی نگاہیں | اُنکی وفات نے ہمیں بیکس بنا دیا
دیوان لُطف جو ہر لطفِ کلام ہے | گویا کہ ایک کوزے میں دریا سما گیا
تاریخ کی جو فکر ہوئی آئی یہ ندا | کیا اُنگلیوں پہ گنتا ہے اور سوچتا ہی کیا
عباس کہدے لطف سخن کا تو سال طبع | تیرہ سو ساٹھ ہجری میں دیوان چھپ گیا

۱۳ــــــ ھ ــــــ ۶۰

عزیز۔ عالیجناب نواب عزیز یار جنگ بہادر

معنی سے ہے آراستہ دیوان جنابِ لطف کا | سلجھا ہوا طرز بیاں پاکیزہ تر لطفِ زبان
ہاتف نے یہ آواز دی کیوں فکر ہے تاریخ کی | کہدو عزیز نکتہ داں لطفِ سخن معجز نشان

۱۳ــــــ ف ــــــ ۵۰

دیگر

حضرتِ لطف نے کیا خوب کہا ہے دیوان | گرمیٔ نطق سے گلریز ہے ایک ایک غزل
اور بیمارِ محبت کی رگِ جاں کے لئے | صورتِ نشترِ سرتیز ہے ایک ایک غزل
طبع دیوان کا ہے یہ مصرعۂ تاریخ عزیز | کیسی زیبندہ دلاویز ہے ایک ایک غزل

۱۳ــــــ ف ــــــ ۵۰

فرحت۔ جناب مولوی مرزا فرحت اللہ بیگ صاحب معزز رکن ہائیکورٹ سرکار عالی

چھپ گیا دیوان لطافت جنگ کا | شعر جس کے سب کو ہی مرغوب ہیں

نکلا ہے اب یہ سنہ لطفِ سخن　　　نغمہائے لطف کیا ہی خوب ہیں
۳
(۱۹۴۴ - ۳ = ۱۹۴۱ء)

دیگر

ہوا طبع کچھ ایسا لطفِ سخن　　　کہ ہر نعت ہے رشکِ خورشید و ماہ
وہ جوشِ عقیدت وہ ذوقِ نیاز　　　وہ شوقِ نہایت کہ بس واہ واہ
ملا حکم فرحت کو تاریخ کا　　　نہ ملتی تھی اس کی اسے کوئی راہ
کہا دل نے مدت میں نکلا ہے ایک　　　گلِ گلستانِ رسالت پناہ
۱
۱۳۶۰ - ۱ = ۱۳۵۹ھ

فقیر۔ جناب مولوی ابوالفیض فقیر احمد صاحب عمدۃ الحکما طوطی ظہیر دہلوی

لطفِ دولہ آں امیرِ پایگاہ و با کمال　　　چوں شدہ مطبوع از و دیوانِ اوّل بیمثال
از پئے تاریخ فرمودند احمد یار جنگ　　　ای فقیرِ بینوا تو ہم بگو تاریخِ سال
چوں بپرسیدم ز ہاتف از سرِ دیوان فقیر　　　طبع شد دیوان این لطفِ سخن فرمود سال
ہ　　　۵۰　　　ن　　　۱۳

قدرت۔ عالیجناب نواب صاحب نواب قدرت نواز جنگ بہادر دام اقبالہ

یہ پُر کیف لطفِ سخن کا ہے رنگ　　　کہ ہیں مست سب شاعرانِ زمن
کہا وجد میں آ کے قدرت نے سال　　　یہ ہے جامِ جم تازہ لطفِ سخن
۵۹　　　ھ　　　۱۳

معیّن ۔ حضرت نواب صاحب قبلہ عالیجناب نواب معین الدولہ بہادر امیر پائیگاہ دام اقبالہٗ

اے معیّن! لطف کو خدا بخشے	اُن کا دیوان ہے کائناتِ ادب
اس کے ہر شعر میں ہے شیرینی	اس کی ہر بیت ہے نباتِ ادب
ولولہ خیز بندشں و چستی	جوش افزا تخیّلاتِ ادب
روز مرّے کا پوچھنا کیا ہے	ہے یہ گنجِ محاوراتِ ادب
اختراعاتِ فن ہیں اس سے عیاں	قابلِ وصف ہیں نکاتِ ادب
کچھ وہی دیں گے دادِ لطفِ کلام	جانتے ہیں جو واقعاتِ ادب
غیر شاعر کو کیا خبر اس کی	کیسی ہوتی ہیں مشکلاتِ ادب
اس کے چرچے رہیں زمانے میں	باقی جب تک رہے حیاتِ ادب
لکھ دے یوں سال طبعِ لطفِ سخن	سخنِ لطف باقیاتِ ادب
	۵۰ — ف — ۱۳

معیّد ۔ جناب ڈاکٹر محمد عبدالمعید خان صاحب خلف حضرت نامی ۔ ایم ۔ اے ۔ پی ایچ ڈی ۔ ڈی لٹ

مرحبا چھپ گیا ہے لطفِ سخن	ہو گیا تازہ شعر کا گلشن
اس میں ایسے شگفتہ ہیں اشعار	جیسے گل بوٹوں سے کھلا ہو چمن
کیوں نہ ہو اس سے لطف کی آئے	اُن کے جذبات کا ہے یہ معدن
اُن کے احساس کا ہے آئینہ	جن کا مشہورِ دہر علم اور فن
اس کی تاریخ یہ معیّد کہو	جانِ گیتی ہوا ہے لطفِ سخن
	۵۰ ف ۱۳

مجیدؔ۔ جناب مولوی احمد عبد المجید خانصاحب مددگار فوج وصدر محاسبی پائیگاہ

دیوان چھپا ہے لطفؔ دولہ کا مجیدؔ — تاریخ کی ہے فکر تو کہدو ایکبار
احباب نے کی لطفِ سخن کی تعریف — اغیار بھی اور ۔ ہم جلیسِ اغیار

۱۳ ھ ۶۰

دیگر

یہہ عجب لطف کا دیوان ہے دیوانوں میں — تذکرے اس کے ہیں ہشیاروںمیں دیوانوں میں
سوختہ جانوں کے مانند ہی پُر درد کلام — پرورش جس کی ہوئی نازونمیں ارمانوں میں
جب کوئی پڑہتا ہے اس لطف سخن کے اشعار — مردہ دل کیا ہیں کہ جان آتی ہے بیجانوں میں
ہمصفیروں کے لئے عام ہیں یاں نخل نہیں — گلِ مضمون لئے جاتے ہیں داماوں میں
بندشیں چُست ہمہ پاس وہمہ حُسن طلب — اور کیا ہوتا ہے اُستاد کے دیوانوں میں
دل کے جوہر ہیں نکلتے ہیں زباں سے گویا — تہہ دریا یہہ ملیں گے نہ کہیں کانوں میں
ملک و مالک کے بہی خواہ تھے لطف الدولہ — یاد ہر قوم میں ہے خاص مسلمانوں میں
اسمیں ہیں پھول ہمہ رنگ کے خوشبو کے مجیدؔ — نہ گلستانوں میں گلدستوں میں بستانوں میں

غزل

خانقاہونمیں نہ مسجدمیں نہ بت خانونمیں — مست ملتے نہیں ملتے ہیں تو میخانونمیں
عشق لیلی اسے ہے افسانۂ مجنوں زندہ — آج تک نام چلا آتا ہے افسانونمیں
جب سے ساقی نے پلایا مئی مخمور کے جام — کیفیت آگئی ہشیاروں میں دیوانونمیں
پاک ہو جاتے ہیں رندی سی عجب رندی ہے — مرنے جینے کا مزہ ملتا ہی مستانونمیں

مشکلیں ہوگئیں عاشق کیلئے اور بھی سخت
ساز باز ہو گیا دربان میں نگہبانوں میں

کیا کہوں آپ سے کیفیتِ چشمِ مخمور
جو شراب اسمیں ہی ملتی نہیں میخانوں میں

رحم کر رحم مرے حال پہ رحمت والے
جنسِ عصیاں کے سوا کچھ نہیں دامانوں میں

حُسن ہے عشق نئی جلوہ گری پردہ دری
واقعات عشق حقیقی کے ہیں افسانوں میں

اس کی تنہائی کا کیا حال کہے تم سے مجید
جس کی گذری ہو پری خانوں میں میخانوں میں

نجیب عالیجناب نواب صاحب محمد نجیب الدین خان صاحب بہادر مدظلہ تلمیذ مولوی محمد سلیمان صاحب مہدی (در صنعت توشیح)

ل ۔ للّٰہ الحمد چھپا بھائی کا تیرے دیوان
صبح صبح آج صبا دے گئی یہ مجھ کو خبر

ط ۔ طالبوں کو تو خوشی کی یہ خبر جا کر دے
تا کہ ہو شاد ہر اک سُن کے خوشی کی یہ خبر

ف ۔ فخر کر تو بھی ترے بھائی کا دیوان ہوا طبع
شاد ہو جائیگا دعویٰ ہے مرا تو پڑھ کر

س ۔ سامعین چاہے یگانے ہوں کہ ہوں بیگانے
سب پھڑک جائیں گے اشعار کو اُس کے سُنکر

خ ۔ خوش ہوا دل میرا جسدم یہ سُنی خوشخبری
کہا تاریخ تُو لکھ کے ابھی تو بہتر

ن ۔ نیا انداز نیا رنگ ہو اُس کا سب سے
شعر گوئی پہ تجھے فخر ہے دعویٰ ہے اگر

ط ۹ ۔ طرز تقریر سے دل کی مجھے جوش آ ہی گیا
کہا یہ طرز ترا مجھ کو بُرا آیا نظر

ن ۵۰ ۔ نئی ہی طرز کی لے تجھکو سناتا ہوں میں
مرا دعویٰ ہے پھڑک جائیگا اسکو سُنکر

ش ۳۰۰ ۔ شعر کے مصرعِ اول کا لے حرفِ اوّل
پھر تو اُن حرفوں کو کاغذ پہ مسلسل لکھکر

غ ۱۰۰۰ ۔ غور سے دیکھ تو تخت کو نجیب الدین کی
نام و سنہ آپ ہی ہو جائیگا تجھ پہ ظاہر

۱۳ ھ ۵۹

نظیرؔ مولوی محمد سعادت علی صاحب ابن محمد فیروز علی صاحب سابق تعلقدار بخشی

دیوان ہے سراپا کان گہر — دُر ہائے لطافت سے پُر ہے
تاریخ تو لطفِ سخن کی نظیر — سن تیرہ سو انسٹھہ کہا ہے
۱۳۵۹ھ

وفاؔ ۔ جناب مولوی حاجی میر ولایت علی صاحب وکیل (درصنعت لفظی)

۳۰ ۔ لطافت جنگ یعنے لطف دولہ — (۱۰) یکایک کر گئے دنیا سے رحلت
۶۰۰ ۔ خلیق و بامروت رحم دل تھے — (۱۰۰) قضا ہوتی نہ تھی جن کی عبادت
۲۰۰ ۔ رضائے حق پہ رہنا انکی فطرت — (۳۰۰) شجاعت اور سخاوت انکی عادت
۴۰ ۔ مہارت خوب رکھتے شاعری میں — (۱۰) یہہ اُنکی طبع عالی کی تھی فطرت
۵ ۔ ہوا جب اُنکے نور العین کو شوق — (۲۰) کہ دیوان انکا چھپکر پائے شہرت
۵ ۔ ہوئی پھر شاعروں کو فکر تاریخ — (۴) دکھائی اپنی اپنی سب نے جودت
۶ ۔ وفاؔ نے ہر سرِ مصرع کو لکھ کر — (۲۰) کہی لطفِ سخن ۔ خوانِ ہدایت

۵۰ ف ۱۳ ۔ ۱۴ ۶ ۱۹

نوٹ (ہر مصرع کے سر حرف سے تاریخ فصلی اور مقطعہ کے مصرعہ ثانی سے تاریخ عیسوی نکلتی ہے)

دیگر

پھلا پھولا ہوا کیا چمن ہے — شگفتہ ہر گلِ غنچہ دہن ہے
وفاؔ تاریخ دیوان تم بھی کہدو — نسیمِ دلکشا لطفِ سخن ہے
۱۳ھ ۵۹

وحید۔ عالیجناب نواب صاحب نواب محمد وحید الدین خان بہادر دام اقبالہ

اخی محترم نواب لطف الدولہ ذی شان
کزو منظوم شد "لطفِ سخن" این نسخۂ دیوان

زگیتی رفت گر ذاتش کلامش زندہ چون نامش
شدہ جانش بہ فردوسِ و نہ شد یادش ہمرا از جان

چو زد رختِ سفر بہرِ مداوا رخت آخر بست
نہ شد درمان بہ ہندستان اجل بردش بہ انگلستان

امیر پائیگہ بود و وزیر لشکر آصف
رعایا را بہی خواہ و بجان فرمانبرِ سلطان

عنایاتِ شہ عثمان بحسنِ طاعتش بودہ
بحسنِ طاعتش بودہ عنایاتِ شہ عثمان

بہ شانِ تیغ جنگی و مشیرِ آصفِ اول
ہم اہلِ سیف و ہم اہلِ قلم چون فاتحِ ایران

گلے از گلستانِ دودۂ خورشید جاہی بود
شمیم خُلق اُو اندر دماغِ دوستان پیچان

متینے، بذلہ سنجے، نغز گوئے نکتہ پردازے
بہ بزمِ صوفیان صوفی، حریفِ رند با رندان

شریعت جو، حقیقت گو، سیاست دان، تدبر خو
ادیب و مصلحت بین، و فقیہہ و حافظ قرآن

ز رائے روشنِ خود رہنمائے مسلم و ہندو
بہ ہر ملت رضا خواہ و بہ ہر کیش، آشتی جویان

تفنگ انداز و ضیغم گیر و چوگان باز و صید افگن
دلیرے شہسوارے سخت بازو دلکش خوبان

خجستہ خوشنویسے، دستکارے نقش پردازے
ز ہیئت آشنا و رمل آگاہ و ستارہ دان

کبوتر بازی و شطرنج بازی و پتنگ بازی
دریں ہر سہ فنون ماہر مُحبِ پیر و ہم طفلان

غزل ہا گفتہ۔ و لُولُو بہ زلفِ لُولیان سُفتہ
کلامِ نعت او یا ترجمانِ آیۂ قرآن

نمودی طبع دیوانِ پدر را آفریں بادا
سُخن گو چون پدر خواہی شوی اے احمد الدین خان

همی دانی چه فرمودے اگر بودے پدر زنده — بیا احمد۔ بیا احمد که تا بوسم ترا چشمان

چه گویم وصفِ این شعرش که فصلے باشد از حکمت — "حقیقت موت کی یه هے اُدهر پیدا اِدهر پنهان"

بیا یک شب بخوابِ ما کن آن بزمِ کهن تازه — بیاری همره خود از جنان آن نامی و سلمان

به کرسی جلوه ده۔ در کفِ جگار رو پا بپا کرده — بنه از سر کلاه یکسو به گفتار آشکر خندان

از آن آداب اسلامی و زآن انداز عرفانی — ز نظمِ خویش نعتِ احمدِ مرسل صلعم به ما برخوان

من و اکرم نجیب و لطف و آن دورِ غزلخوانی — جهان داند که قالب چار بود و اندران یک جان

وحید الدین همی گفتے مرا گفتے وحید اکثر — کجائی اے برادر همدم هر درد و هر درمان

ذوقی۔ جناب مولوی سید حسین صاحب

آوازه بهار که این تازه چمن گفت — در عالم کلام که این رشکِ ختن گفت

ذوقی بهمه حسنِ لطافت بصد ذوق — سرمایهٔ بهارِ ادب لطفِ سخن گفت

۱۳ ھ ۶۰

دیگر

لطفِ سخن کی نه هو پهر کیوں طلب — لطفِ سخن هے سخنِ منتخب

ذوقی خوش گو نے لکها سالِ طبع — لطفِ سخن مهرِ عروجِ ادب

۱۳ ھ ۶۰

صحت نامہ اغلاط کتابت لطفِ سخن

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۵	۵	میں	ہیں	۷۱	۱	شاد	ناشاد
۲۷	۹	آٹھہ پہر	آٹھوں پہر	۷۵	۶	بُگّا	بکا
۲۹	۱۰	نطف	لطف	۸۴	۴	پھر گئی	پھر گئیں
۳۲	۸	مری مرقد	مرے مرقد	؍؍	۱۱	گرہ بند	قافیہ بند
۳۵	۴	فاتحہ کا مری	فاتحہ کا مرے	۱۰۱	۶	نالہ وفریاد	نالہ ہے فریاد
۳۹	۲	پروانہ تھا	پردہ نہ تھا	۱۰۲	۱۶	پادیہ گروی	بادیہ گردی
۴۰	۱	ہریان	ہذیان	۱۰۴	۱	کہانبی دوزخ	کہاں کا دوزخ
۴۴	۴	آبیں شیاں	میں آشیاں	۱۰۶	۱	ڈہانکے گا	ڈہاوے گا
۴۶	۸	رکھاہے	ہے رکھا	۱۰۷	۱۰	رستخیز	رستخیز
۴۵	۸	ویکھی	کرلی	۱۰۸	۱۱	دعائے اثر	دعائے سحر
۵۸	۲	تدارک	مدارا	۱۱۵	۲	کیلجے میں	کلیجے سے
؍؍	۳	میں	ہیں	۱۳۶	۱۰	عقدکشا	عقدہ کشا
۶۶	۷	اُنکی	انکے	۱۴۴	۱۰	کیاکیامزا	کیسامزا
۷۰	۸	پشیمانیاں	پیشانیاں	۱۵۶	۱۰	جدیددوکہن	جدید و کہن
؍؍	۱۲	پشیمانیاں	پیش آنیاں	۱۶۷	۱۵	ذوالمنن	ذوالمنن

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۷۳	۱۱	کوئی ہے رحمۃ للعالمین عالم میں یاتم ہو	غریبوں کا سہارا بیکسوں کا آسرا تم ہو

دیوان نواب لطف الدولہ مرحوم

مطبوعہ

اعظم اسٹیم پریس گورنمنٹ ایجوکیشنل پرنٹرز مغل پورہ

حیدرآباد دکن